

۱۷۸۲۷
۲۸۵

۱۶۹۳۲

قواعد اردو

ترجمہ

نائب مولوی عبدالحق صاحب بی۔ اے (علیگ)
صدر مہتمم تعلیمات اورنگ آباد دکن

سکرٹری افسانہ ترقی اردو

۱۹۱۴ء

الناظر پریس واقع خیالی گنج لکھنؤ میں طبع ہوئی

قیمت عما

باراول (۲۵۰۰)

جلد حقوق بذریعہ خطبری محفوظ ہیں

الناظر

جامیت جہاں نمائے ہر صفحہ وریں

۲۷ ۱۳

اُردو علی ادبی رسالے جس کس پرسی کے عالم میں ہیں اُسکا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ جولائی ۱۹۷۷ء سے جبکہ الناظر کا پہلا پرچہ شائع ہوا تھا اس وقت تک بہت سے پرچے جاری ہوئے اور بالآخر پبلک کی بد مذاقی کا شکار ہو گئے۔

سان العصر (کھینٹو) پنجاب ریڈیو (لاہور) ادیب (ارداباد) خلاصہ (علی گڑھ)
اُردو (جالتھر) مشورہ (جیل پور) انسان (امرتسر) صبح ہمار (میسور)
شاہنشاہ (میدوا آباد) ادب (لاہور) استعمار (ملے پریلی) مرصع (آگرہ)

یہ ایک درجن رسالے کس تب و تاب کے ساتھ نکلے اور چند روز اپنی بہار دکھا کر بند ہو گئے۔ اُردو دان ملک کے اس رسالہ کش رجحان کے باوجود اور ان سب دشواریوں تاکامیوں اور مصیبتوں کے علی الرغم جن کا تمام علی ادبی تحریکات کو سامنا کرنا پڑتا ہے یہ محض تائید ایزدی تھی کہ الناظر نے کل حوادث و آفات کا مقابلہ کر کے نہ صرف یہ کہ اپنی کشتی ٹکستہ کو باد ہائے مخالف کے تھپیڑوں سے بچالیا بلکہ اس تمام مدت میں اپنی عزت و منزلت کو قائم رکھ کر نہایت کامیابی اور پابندی وقت کے ساتھ ادب و ذوق کی صدا ہائے اعطش کو ہمیشہ لئیک کتار رہا اور خدا کے فضل و کرم سے اُمید ہے کہ آئندہ بھی علم و ادب کے پیاسوں کے لیے یہ سیل لگی رہے گی۔

فلسفہ - سائنس - اقتصادیات - تاریخ - ادب اور معاشرت کے متعلق الناظر میں نہایت اعلیٰ درجے کے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں اور پرچہ ہر اگرزی مہینے کی پہلی تاریخ پابندی کے ساتھ شائع ہوتا ہے۔ حجم ۶۰ صفحے اور قیمت سالانہ صرف چار روپے ہے۔

نوٹ: جو شائقین علم و ادب خریداری سے پہلے نوٹ دیکھنا چاہیں وہ ۴۴ کے ملگثر رسالہ فرما کر ایک پرچہ طلب کریں۔

فاکسار - منیجر الناظر - لکھنؤ

فہرست مضامین

مقدمہ

الف نیا کی تعریف

زبان کس چیز سے بنتی ہے؟

حروف کیا ہیں؟

الفاظ کی تقسیم - ججا - صرف - نحو

فصل اول

ججا

اعراب یا حرکات

حروف شمسی و قمری

حروف قمری

حروف شمسی

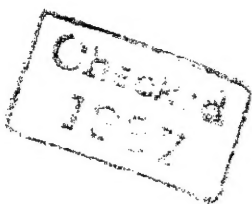
فصل دوم

صرف

اسم

اسم خاص

اسم عام



۱۹	اسم ظرف
۲۱	اسم آلہ
۲۲	اسم جمع
۲۲	لو اسم اسم
۲۳	(۱) جنس
۲۵	جانداروں کی تذکیر و تانیث
۳۳	بے جان کی تذکیر و تانیث
۴۳	(۲) تعداد
۴۸	(۳) حالت
۵۰	اسما کی تصغیر و تکبیر
۵۲	۲۔ صفت
۵۵	(۱) صفت ذاتی
۵۵	(۲) صفات نسبی
۵۶	(۳) صفت عددی
۶۱	(۴) صفت مقداری
۶۱	(۵) صفات ضمیری
۶۲	صفت کی تذکیر و تانیث
۶۳	صفات کی تصغیر
۶۳	۳۔ ضمیر

۶۳	ضمائر کی قسمیں
۶۴	ضمائر متکلم
۶۵	ضمائر مخاطب
۶۶	ضمائر غائب
۶۷	ضمائر استفہامیہ
۶۸	ضمائر تنکیر
۶۹	صفات ضمیری
۷۰	ضمائر کے مائندہ
۷۱	۴۔ فعل
۷۲	لوازم فعل
۷۳	۱۔ طور
۷۴	۲۔ صورت
۷۵	۳۔ زمانہ
۷۶	حالیہ نامکمل و تمام
۷۷	ماضی
۷۸	فعل حال
۷۹	فعل مستقبل
۸۰	فعل کی گردان
۸۱	جنس و تعداد

حالت

۹۴

گردانِ افعال

"

ماضی

"

۹۵

فعلِ حال

۹۶

فعلِ مستقبل

"

طورِ قبول

۹۹

افعال کی تفریق

۱۰۲

افعال کا تعدیہ

۱۰۴

مکب افعال

"

اندوہی افعال

۱۱۳

اسما و صفات کی ترکیب سے

۱۱۵

۵۔ تمیزِ فعل

۱۱۸

حروف

۱۱۹

۱۔ ربط

۱۲۲

۲۔ حروفِ عطفت

۱۲۴

۳۔ حروفِ تخصیص

۱۲۶

۴۔ حروفِ نجاتیہ

فصل سوم

مشق اور مرکب الفاظ

مشق

مرتب

فصل چهارم

نحو

۱ - نحو تفصیلی

تقدیر

حالت

حالت مفعولی

حالت افعالی

حالت اتقائی

حالت ظرفی

حالت تدائیة

صفت

صفات عددی

ضمار

فعل

حالیه

حالیه معطوفه

اسم فاعل

زمانه

۱۹۴۱	مضارع
۱۹۹	امر
۲۰۱	ستقبل
۲۰۲	فعل حال
۲۰۳	ماضی
۲۰۵	افعال احتمالی و شرطیہ
۲۰۸	افعال مجهول
۲۰۹	تعدیہ افعال
۲۱۰	افعال مرکب
۲۱۳	تمیز فعل با تعلقات فعل
۲۲۰	حروف ربط
۲۲۶	حروف عطف
۲۳۱	حروف تخلص
۲۳۲	تکرار الفاظ
۲۳۹	۲- نحو ترکیبی
۲۴۰	مفرد جملے
۲۴۴	مطابقت
۲۵۳	مرکب جملے
۲۵۴	(۱) جملہ ہائے مطلق

جلد ہائے تاج

۲۵۶

"

جلد اسمیہ

۲۵۸

جلد وصفیہ

۲۶۰

جلد تفسیریہ

"

جلد تفسیریہ زمانی

۲۶۱

جلد تفسیریہ مکانی

"

جلد تفسیریہ طوریہ

۲۶۲

جلد تفسیری معللہ

۲۶۵

جلد شرطیہ استدراکیہ

۲۶۶

جملے میں الفاظ کی ترکیب

۲۶۶	دافعہ منبہر
۲۰۸ ح	فن منبہر
۱۲ >	تخت منبہر

الناظر پریس

کی عمدہ لکھائی چھپائی کا ایک مجموعی نمونہ یہ قواعد اردو ہی۔ شکر ہے کہ اس پریس میں انگریزی اردو فارسی عربی ہندی کی چھپائی بہت خوبی کیساتھ کیفیت ہوتی ہے۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ کام عین وقت پر پابندی عد کیساتھ تیار کر دیا جاتا ہے۔ رسالہ الناظر ساڑھے چار سال سے اسی پریس میں چھپتا ہے کبھی بوقت شائع نہیں ہوا عمدہ اور جلد کام کرنا پھر دام کم لینا ہمارا اصول ہے کیونکہ صرف رفاہ عام کی غرض سے یہ پریس جاری کیا گیا ہے نہ ذاتی منفعت کے لیے۔ ایک دفعہ کوئی چیز عمدہ سے عمدہ چھپو اگر دیکھے یقیناً آپ کی مرضی کے موافق تیار ہوگی۔ خشک و تر، رنگین و سادہ غرض ہر قسم کی چھپائی کا معقول انتظام ہے۔ امید ہے کہ آپ اپنی یا اپنے کسی دوست کی کوئی کتاب چھپو اگر ہم کو شکر گزاری کا موقع دیں گے۔

خاکسار منیجر الناظر پریس لکھنؤ



مقدمہ

اردو زبان دنیا کی جدید زبانوں میں سے ہے اور ابھی ابھی اس نے اپنے بل بوتے پر کھڑا ہونا سیکھا ہے۔ زبان نہ کسی کی ایجاد ہوتی ہے اور نہ کوئی اسے ایجاد کر سکتا ہے۔ جس اصول پر ہر بچہ سے کوپل پھوٹی، پتے نکلے، شاخیں پھینتی، پھل پھول لگتے ہیں اور ایک دن وہی ننھا سا پودا ایک تناور درخت ہو جاتا ہے، اُسی اصول کے مطابق زبان پیدا ہوتی، بڑھتی اور پھلتی پھولتی ہے۔ اُردو اس زمانے کی یادگار ہے، جب مسلمان فاتح ہندوستان میں داخل ہوئے اور اہل ہند سے اُنکا میل جول روز بروز بڑھتا گیا۔ اُس وقت ملک کی زبان میں خفیت سا لہجہ تھا۔ ہوتا چلا جس نے آخر ایک نئی صورت اختیار کی جس کا انہیں سے کسی سان گمان بھی نہ تھا۔ مسلمان فارسی بولتے آئے تھے اور ایک زمانہ تک اُنکی زبان فارسی ہی رہی۔ دربار و دفاتر میں بھی اُسی کا سکہ جاری تھا۔ ہندوؤں نے بھی اسے شوق سے سیکھا۔ اُس زمانے میں فارسی لکھنا پڑھنا تہذیب میں داخل تھا۔ فارسی کے علاوہ عربی مسلمانوں کی مذہبی اور علمی زبان تھی۔ دستِ فضیلت کا مذہبِ غیر تحصیلِ زبانِ عربی ناممکن تھا، کیونکہ مسلمانوں کے علوم و فنون کا خزانہ

اسی زبان میں مدون ہے۔ ادھر ملک میں جو زبان (قدیم ہندی یا پراکرت) رائج تھی اُس سے بھی مسلمانوں نے سیکھا، عوام وہی زبان بولتے تھے۔ چنانچہ اس مخلوط زبان میں بڑے بڑے شاعر ہوئے۔ مسلمان شاعری درباریوں اور علما اور شعرائے بھی یہ زبان سیکھی اور اس میں تالیف و تصنیف بھی (جو زیادہ تر نظم تھی) کی۔ غرض ہندو مسلمانوں کے اس میل جول اور خللا ملا سے ایک نئی زبان نے جنم لیا، جس کا نام بعد میں اردو رکھا گیا۔ اردو کے معنی لشکر کے ہیں اور لشکری زبان جیسی ہوتی ہے ظاہر ہے، یعنی آدھا تیتہر آدھا بھڑا اسلئے اول اول ثقہ لوگ اسکے استعمال سے بچتے رہے اور اسکے لکھنے پڑھنے کو عار سمجھتے رہے۔ لیکن رفتہ رفتہ اس کے قدم جیتے گئے اور مغلیہ سلطنت کے آخری دور میں شعرائے اس بچے کو اپنے سایہ عاطفت میں لیا اور پال پوس بڑا کیا بہت کچھ صفائی پیدا کی اور نئی تراش خراش سے آراستہ کیا۔ مغلیہ سلطنت کے زوال پر ہندو ر کے راستے ایک نئی قوم ہندوستان پر مسلط ہوئی جو ہندو مسلمانوں سے باطل غیر تھی۔ اُس قوم نے اسکی انگلی کپڑی۔ اس نے انگلی کپڑے اُٹکا پہنچا پکڑا اور دوبارہ سرکار میں اسکی سائی ہوئی۔ اور رفتہ رفتہ و فاتر سے فارسی کو نکال باہر کیا اور خود اسکی کرسی پر جلوہ گر ہوئی۔ آخر ہندوستان کی قدیم راجدھانی اسکا جنم بھوم اور دوا بہ اسکا وطن ہوا۔ اب دور دور پھیل چلی ہے اور ہندوستان کے اس سرے سے اُس سرے تک چلے جائے ہر جگہ بولی اور سمجھی جاتی ہے؛ بلکہ ہندوستان کے باہر تک جا پہنچی ہے۔ اب سب سے بڑھی چڑھی بات یہ ہے کہ یہ تین مختلف جلیل القدر قوموں کی یعنی ہندو مسلمانوں اور انگریزوں کی جیتی ہے اور ان تینوں کی متفقہ کوششوں کی عظیم نشان یادگار ہے۔ تینوں نے اسے سیکھا، پڑھا، لکھا؛ تینوں نے اسکی ترقی میں مقدور بھر کوشش کی؛ اور اب تینوں کی بدولت اس رتبہ کو پہنچی کہ دنیا کی جدید زبانوں میں شمار کیے جانے کے قابل ہوئی۔

اردو ہندی نثر اسے اور قدیم ہندی یا پراکرت کی آخری اور سب سے ثانیہ صورت ہے۔ برج بھاشا اور فارسی کے پہل سے بنی ہے۔ اس میں جو سنسکرت اور پراکرت کے الفاظ ہیں وہ نہ مانہ دراز کے استعمال اور زبانوں پر چڑھ جانے سے ایسے ڈھل گئے ہیں کہ اصل الفاظ میں جو بھدایں اور کرخگی اور تلفظ اور لہجہ کی وقت تھی بالکل جاتی رہی اور چھٹ چھٹا کر پاک صفا سیدھے سادے رہ گئے جس سے زبان میں لوج گھلاوٹ اور صفائی پیدا ہو گئی۔ اردو کے ہندی نثر اور ہونے میں کچھ شبہ نہیں کیونکہ بیرونی زبانوں کا اثر صرف اساد صفات میں ہوا اور نہ زبان کی بنیاد ہندی پر ہے تمام حروف فاعلی، مفعولی، اضافت، نسبت، ربط وغیرہ ہندی ہیں ضمیر میں سب کی سب ہندی ہیں۔ افعال سب ہندی ہیں۔ لیکن عربی فارسی الفاظ کے اضافہ نے مختلف صورتوں میں اسکی اصل خوبی میں اضافہ کر دیا ہے۔ ہندی الفاظ میں لفظی کا خاص اثر ہے اور عربی فارسی الفاظ میں شان و شوکت اور زبان کے لیے ان دونوں عنصر کا ہونا ضروری ہے۔ عربی فارسی الفاظ نے نہ صرف لغت میں بلکہ خیالات میں بھی وسعت پیدا کر دی ہے۔ جس سے اسکا حسن و دو بالا ہو گیا اور وہ زیادہ وسیع اور کار آمد بن گئی مگر اصل بنیاد و چسپورہ قائم ہے ہندی ہی ہے محض غیر زبانوں کے اساد صفات کے اضافہ سے اسکے ہندی ہونے میں مطلق فرق نہیں آ سکتا۔ مثلاً آجکل بہت سے انگریزی لفظ داخل ہوتے جاتے ہیں۔ لیکن اس سے زبان کی اصلیت و ماہیت پر کچھ اثر نہیں پڑ سکتا۔ ایک دوسری بات اردو زبان میں یہ ہے کہ وہ اس اصول پر قائم ہے جو تمام جدید زبانوں میں اسوقت پایا جاتا ہے۔ یعنی صورت ترکیبی سے حالت تفصیلی کی طرف اسکا رجحان ہے قدیم زبانوں میں یہ بڑی وقت تھی کہ ایک ہی لفظ کو ذرا ذرا سے فرق اور پھیر سے مختلف صورتوں میں لے آتے تھے۔ اب دوسرے الفاظ کی مدد سے مرکب صورتیں پیدا ہو گئی ہیں اور وہ دستیاب جاتی رہی ہیں اور کو

بھی اس قید سے آزادی مل گئی ہے۔ غرض یہ زبان مختلف حیثیتوں سے ایسی قبول صورت ہو گئی ہے کہ اسکی ترقی میں شبہ نہیں ہو سکتا۔ اسکی صفائی، فصاحت اور صلاحیت اور ہندی، فارسی، عربی اور انگریزی کے مختلف متفید اخراجات اس امر کا یقین دلاتے ہیں کہ وہ دنیا کی ہونہار زبانوں میں سے ہے اور ایشیائین ایک روز اس کا ستارہ چمکے گا۔

مجھے خوب یاد ہے کہ کئی سال کا عرصہ ہوا کہ میرے ایک دوست نے ایک جلسہ میں کمرۂ میری کتاب صرف و نحو اردو کے متعلق کہا کہ انجمن اردو (حیدر آباد کن) سے چھپو ادب تو بہت اچھا ہو۔ اس پر ہمارے ایک عالم دوست نے فرمایا کہ صرف و نحو کی کتابیں بچوں کے لیے ہوتی ہیں انجمن کی طرف سے ایسی کتابوں کا طبع ہونا ٹھیک نہیں۔ مجھے اس میں کلام ہے کہ صرف و نحو کی کتابیں بچوں کے لیے مخصوص ہیں بلکہ میری رائے میں انہیں اپنی زبان کی صرف و نحو پڑھانا مضر ہے۔ البتہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ ایک زندہ اور جدید زبان کے لیے گریمر (صرف و نحو) کی چند ان ضرورت نہیں پڑتی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آخر گریمر کی ضرورت پڑی کیوں؟ جب ہم دنیا کی مختلف زبانوں پر نظر ڈالتے ہیں اور ان کے ادب کی تاریخ بوجہ پڑھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ابتداؤ گریمر کی ضرورت اس وقت واقع ہوئی جبکہ ایک زبان والوں نے دوسری زبان کے حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اول اول خود اہل زبان کو کبھی اسکی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ مثل دوسرے علوم و فنون کے ضرورت نے اسے بھی ایجاد کیا۔ اور زبان کے سب سے پہلے علمی نحوی وہ لوگ تھے جنہوں نے سب سے اول علمی طور پر زبانوں کی تعلیم دی۔ صرف و نحو کے قواعد کی تدوین انہیں معلوم اسناد کا کام تھا۔

زبانوں کا سیکھنا سکھانا نسبتاً جدید زمانہ کی ایجاد ہے جو آجکل خاصا پیشہ ہو گیا ہے۔ قدیم زمانہ میں لوگ غیر زبانوں کے سیکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے۔ مثلاً کسی قدیم یونانی یا

عرب کو کسی غیر زبان کے سیکھنے کا کبھی خیال نہیں آتا تھا اور وہ کیون سیکھتا؟ اس سے کہ یونانی سوسے یونانیوں کے اور عرب سوسے عربوں کے سب کو دوشی خیال کرتا تھا۔ خیر دن کی زبان سیکھنا انکے آداب و اطوار کا اختیار کرنا اسکے لیے عار اور موجب ذلت تھا یہی وجہ ہے کہ یونانی غیر اقوام کو ایک دوسالے یعنی بے زبان اور عرب دوسروں کو عجم یعنی گنگے اور پول اپنے پڑوسی اہل جرمن کو نیمیا یعنی گنگے نہرے اور ہندو اپنے سواد دسروں کو ملیکھ (ملیچھ) کہتے تھے۔ ملیکھ یعنی ملیچھ کے اصل معنی ایسے شخص کے ہیں جسے صاف طور سے بولنا نہیں آتا۔

جب یونانیوں کو دوسرے اقوام سے سابقہ پڑا اور ان سے بات چیت کی ضرورت ہوئی تو بڑی دقت پیش آئی۔ اگر ہر شخص اپنی ہی زبان بولے پھر ہر اک کرے تو دوسرے کی کیونکر سمجھے۔ انکے لیے عملاً غیر زبانوں کے سیکھنے کی پہلی محرک تجارت ہوئی اور دوسری محرک اسکندر کی فتوحات۔ ایران اور ہندوستان کی فتوحات نے یونانیوں پر ثابت کر دیا کہ دوسری قومیں بھی زبان رکھتی ہیں۔ لیکن طرہ یہ ہے کہ بہ نسبت یونانیوں کے دوسری اقوام میں خنشین یونانی وحشی کہتے تھے زبانیں سیکھنے کی زیادہ صلاحیت تھی۔ اسکندر کی فتوحات نے باہمی میل جول کا راستہ کھول دیا تھا اور اسکندر یہ مختلف اقوام مختلف زبانیں بولنے والے اور مختلف مذاہب کے لوگوں کا سنگم ہو گیا۔ گواہی تعلق تجارتی تھا لیکن فرصت کے اوقات میں دوسرے معاملات اور مباحث بھی خود بخود زیر بحث آ گئے۔ علاوہ اسکے خود یونانی بھی اسکندر یہ میں موجود تھے جو قدیم حالات کی تحقیق میں مصروف تھے۔ اور اسی طرح مصریوں، ایرانیوں اور یہودیوں کے علم و ادب و معتقدات بحث میں آئے اگرچہ اسکندر یہ میں دوسرے اقوام کے علم ادب کے متعلق ایک دو چسپی پیدا ہو گئی تھی لیکن زبان کی تحقیق و تنقید دوسری زبانوں کے مطالعہ سے پیدا نہیں ہوئی بلکہ خود یونانی زبان کی مختلف شاخوں پر غور کرنے سے اسکا آغاز ہوا۔ اور سب سے بڑی

وجہ اسکی ہومر کی کتاب ہوئی۔ سب سے اول اُن علمائے زبان کی تنظیم کی طرف توجہ گئی جو قدیم اساتذہ
 اور خاص گروہ ہومر کی تصانیف کو صحت اور تنقید کے ساتھ شائع کرنے کا کام کر رہے تھے مختلف
 نسخے اسکندریہ اور پرگا میں یونان کے مختلف حصوں سے وصول ہوئے جن میں آپس میں بہت
 کچھ اختلاف تھا اور اسلئے ان علما کو مجبوراً یونانی گریمر کی صحیح صورت قائم کرنے پر متوجہ ہونا پڑا۔
 اس میں شک نہیں کہ ان لوگوں نے اول یونانی زبان کو تنقیدی نظر سے مطالعہ کیا اور اسکی تنظیم کی
 اور مختلف اجزائے کلام کا امتیاز قائم کیا اور الفاظ کے مختلف عمل کے لیے اصطلاحی الفاظ گڑھے
 لیکن تاہم حقیقی اور ابتدائی گریمر ابھی تک نہیں لکھی گئی تھی۔ پہلا حقیقی نحوی ڈاکٹر سی آس تھریس
 یہ شخص جیسا کہ اسکے نام سے ظاہر ہے تھریس کا باشندہ تھا۔ لیکن وہ اسکندریہ میں رہتا تھا۔
 بعد ازاں وہ روم آیا جہاں اس نے یونانی زبان کی تعلیم دینی شروع کی اور معلیٰ پیشہ اختیار کیا۔ اور
 اپنے رومن شاگردوں کے لیے زبان کی پہلی گریمر لکھی اگرچہ گریمر کا ڈھانچہ پہلے سے موجود تھا لیکن اس
 پہلے کے فلسفیوں اور نقادوں کے نتائج سے فائدہ اٹھا کر یہ کتاب مرتب کی یونانیوں کے لیے نہیں کیونکہ
 انھیں ضرورت نہ تھی وہ اپنی زبان سے خود واقف تھے بلکہ اہل روم کی تعلیم کے لیے اس شخص کے
 بعد اور لوگ پہنچے اور معلیٰ یا مترجمی کا پیشہ کرنے لگے۔ یہ پیشہ وہاں اچھا خاصہ اور معزز سمجھا جاتا تھا۔
 کیونکہ رومن نوجوانوں کو یونانی پڑھنے لکھنے اور بولنے کا ایسا ہی شوق اور جذبہ تھا جیسا آج کل
 ہندی نوجوانوں کو انگریزی پڑھنے اور لکھنے بولنے کا ہے یہاں تک کہ بچوں کو اول یونانی پڑھائی
 جاتی تھی اور بعد میں لاطینی۔ اور یونانی آداب و تہذیب کا اختیار کرنا اور یونانی جاننا علامت
 شرافت سمجھی جاتی تھی۔ بعینہ جیسے ہمارے ہاں آج کل انگریزی پڑنا، انگریزی بات چیت انگریزی
 طرز معاشرت باعث فخر خیال کی جاتی ہے۔ گو وہاں یونان کو فتح کیا تھا لیکن علمی لحاظ سے وہ خود
 اسکا مفتوح ہو گیا۔ غرض یونانی زبان کے سیکھنے اور یونانی کتابوں کے ترجمہ کا عام رواج ہو گیا۔

اور اسی وجہ سے یونانی گریمر دن کی ضرورت ہوئی اور جب لاطینی گریمر لکھی گئی تو یونانی اصطلاحات لاطینی لباس میں ترجمہ ہو کر داخل ہو گئیں۔ اور اس جدید لباس میں یہ گریمر دو ہزار سال سے یورپ پر چھائی ہوئی ہے بلکہ آج اس کا اثر ہندوستانی مدارس اور ہندوستانی زبانوں میں بھی پایا جاتا ہے۔

اسی طرح جب ہم عربی زبان کی صرف و نحو کی ابتدا پر نظر ڈالتے ہیں تو بعینہ یہی صورت ہاں بھی پیش آئی جس طرح ہومر کی کتاب کی درستی اور صحت کے لیے اول اول نحو کے ابتدائی اصول پر نظر لگئی اسی طرح قرآن پاک کا لغت و نحوی قائم رکھنے کے لیے سب سے پہلے نحو زبان کی طرف مجبوراً توجہ کرنی پڑی۔ سب سے پہلا شخص ابو الاسود دؤلی تھا جسے ایک قاری کو قرآن کی آیت قاطعہ پڑھتے ہوئے سن کر یہ خیال ہوا کہ اگر خدا کا ارادہ ہو تو اندیشہ ہے کہ قرآن پاک کے معانی کچھ کے کچھ ہو جائیں گے۔ ابتداً رسم خط عربی ایسی تھی کہ اس میں نقطے اور اعراب نہ تھے اور اس لیے اعراب و نقطے ایجاد کرنے پڑے۔ صرف و نحو کا خیال بھی اسی قسم کے واقعات سے پیدا ہوا۔ خصوصاً جب اہل علم مذہب اسلام میں داخل ہوئے اور عربی زبان کا اثر وسیع ہونے لگا تو علمی زبان کے بولنے میں طرح طرح کی غلطیاں کرنے لگے۔ زبان کے خراب اور مسخ ہونے کا اندیشہ ہوا۔ اس پر سے ابو الاسود کی تحریک پر حضرت علی نے نحو کا پہلا قاعدہ بتایا کہ ”سار الکلام اس سے خالی نہیں کہ یا تو اسم ہو گا یا فعل یا حرف“ چنانچہ اس پر سے ابو الاسود نے اول اول قواعد فن لسان کی تدوین کی۔ جب عربوں کی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا اور عربی زبان کی روشنی بھی ساتھ ساتھ پھیلنی شروع ہوئی تو قواعد زبان کی ضرورت روز بروز بڑھنے لگی۔ کو ذرا دھیرہ میں خوبین کے دو الگ مذہب قائم ہو گئے۔ جنکے مباحث پر اس وقت نظر ڈالنا ہمارے مقصد سے خارج ہے۔ غرض ہوتے ہوئے نوبت یہ پہنچی کہ نحو یا تو زبان سیکھنے کا آلہ تھی یا خود ایک مستقل فن ہو گئی اور ایک نحو کی ایسی ہی عرت ہو گئی

جیسے کسی عالم فاضل کی۔ عربی صرف و نحو کی تدوین میں عجمیوں نے بہت بڑا حصہ لیا دیکھو کہ ضرورت زیادہ انھیں کو بھٹی، اور پڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھیں اور آسمین و زمین اور نیکوئیں پیدا کیں کہ یہ فن خاصا فلسفہ ہو گیا۔ اور اسکے پڑھنے پڑھانے میں مبالغہ کے ساتھ بڑے بڑے اہتمام ہونے لگے جس کا اثر اب تک باقی ہے۔ عربی زبان اور صرف و نحو کا اثر فارسی ترکی اردو زبانوں پر بہت کچھ ہوا ہے۔ اور اب تک عربی اصطلاحات صرف و نحو زبانوں کی قواعد میں برابر جاری ہیں۔ بلکہ فلسفی اردو کی صرف و نحو عربی کی صرف و نحو کی نقل ہے اور نقل کیا کی ہے ٹھہر چڑایا ہے۔ غرض کہنے کی یہ ہے کہ عربی صرف و نحو کو زیادہ رونق اور عروج عجمی علما کی بدولت ہوا ہے۔

موجودہ زبان فارسی کو دیکھا جائے تو اسکی صرف و نحو بہت صاف اور سیدھی اور مختصر ہے۔ اور آسمین مطلق وہ پیچیدگیان نہیں جو قدیم زبانوں یا اردو زبان میں ہیں لیکن یار لوگوں نے عربی کے تتبع میں اسکی بھی خوب مٹی خراب کی۔ زبان کچھ کہتی ہے اور گریہ کچھ اور یعنی یہ مثل صادق آتی ہے۔

من چہ سزایم و طنبورہ منی چہ سہرا بد

لیکن تاہم بڑی بھلی جو کتابیں فارسی صرف و نحو تنقید زبان صنائع بدائع اور لغت پر لکھی گئی ہیں وہ سب زیادہ تر تو اہل ہند یا بعض یورپرونی لوگوں کی تصنیف ہیں۔ اہل زبان نے کبھی اس پر قلم اٹھانے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ انھیں اپنی زبان کی صرف و نحو لکھنے کی ضرورت ہی نہ تھی اور نہ کبھی انھیں اسکا خیال آیا وہ انکی مادری زبان تھی پیدا ہوتے ہی وہی آوازیں انکے کانوں میں پڑتی تھیں اور سوش سنبھالتے ہی وہی زبان جو سنتے تھے بولتے تھے۔ صرف و نحو تو وہ پڑھے جسکی مادری زبان ہوتی۔

اور یہی وجہ ہے کہ فارسی کی صرف و نحو غیرون نے لکھی۔

اسکے بعد جب ہم اردو زبان پر نظر ڈالتے ہیں تو اسکی حالت سب سے عجیب و غریب ہے۔ اسکی صرف و نحو کی طرف ابتدا میں نہ صرف کسی اہل ہند بلکہ پیشا بھر میں کسی شخص کا خیال نہ گیا۔ اور خیال کیا تو غیرون نے۔ اور غیر بھی کیسے، بات چیت اور زبان ہی میں غیر نہیں بلکہ صورت شکل عادات و اطوار طریق ماند و بود، طرز خیال غرض گفتار و رفتار و کردار میں بھی غیر ہیں اور ایسے غیر کہ باوجودیکہ دو سو ڈیڑھ سو برس ایک سرزمین میں ایک ساتھ رہتے گزر گئے ہیں مگر اب تک غیرت نہیں گئی۔ سیر مطلب اُن اہل فرنگ سے ہے جو آگ لینے آئے تھے اور گھر کے مالک بن بیٹھے۔ اہل یورپ کے آنے سے اس ملک کو اگر کچھ فوائد پہنچے ہیں تو انہیں سے بلاشبہ ایک یہ بھی ہے کہ انھوں نے ایک ایسی زبان کی سرپرستی اور تقویت میں ہاتھ بٹایا جو ملک کی مختلف اقوام کی متحدہ اور مشترکہ زبان تھی۔ اگرچہ اسپین انکی ذاتی غرض پیمان تھی، کیونکہ بغیر ایک ایسی زبان سے کئے انکو اپنی اغراض میں کامیابی نہیں ہو سکتی تھی، مگر ذاتی اغراض کے ساتھ ملکی اغراض بھی خود بخود انجام پا گئے۔ ان لوگوں کے اس زبان پر توجہ کرنے اور سیکھنے سے بھی یہ صاف عیاں ہے کہ یہ زبان ملک کی عام زبان تھی۔ ان حضرات کو ملک کی کسی زبان سے نہ الفت تھی نہ نفرت وہ ایسی زبان سیکھنا چاہتے تھے جو ہر جگہ کار آمد ہو اور انکے کاروبار اور معاملات میں سہولت پیدا کرے۔ اور وہ سولے اردو کے کوئی دوسری زبان تھی۔ لہذا اس کی تحصیل میں انھوں نے کوشش کی اور بیشک انکے اغراض کے لیے مفید بھی ثابت ہوئی۔

جہانک سنے تحقیق کی ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلا یورپین جس نے ہندوستانی زبان کے قواعد لکھے وہ جان جو شوا اکثر تھا، جو پُرشیا کے شہر ایل بنجن میں پیدا ہوا۔ بعد میں یہ لوہر کا پیر د تھا یہ شخص شاہ عالم آباد (۱۷۰۸ - ۱۷۱۲ء) اور جہاندار شاہ بادشاہ

(۱۷۱۲ء) کے دربار میں بطور ڈچ سفیر کے حاضر ہوا۔ ۱۷۱۶ء میں وہ ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی کا ناظم تجارت بمقام سورت مقرر ہوا۔ وہ لاہور سے آئے اور جاتے وقت براہِ دہلی آگرہ سے گزرا لیکن یہ بالیقین نہیں کہا جاسکتا کہ وہ وہاں ٹھہرا بھی یا نہیں۔ اگرچہ وہاں اہل ڈچ کا ایک کارخانہ سورت کے تحت میں موجود تھا۔ اسکا مشن لاہور کے قریب ۱۰ دسمبر ۱۷۱۶ء کو پہنچا اور جہاندار شاہ کے ہمراہ دہلی واپس ہوا اور آخر کار اس مقام سے ۱۷ اکتوبر ۱۷۱۶ء کو روانہ ہو کر ۲۰ اکتوبر کو آگرہ پہنچا۔ اور پھر آگرہ سے سورت واپس چلا گیا۔ ۱۷۱۶ء تک وہ تین سال سورت میں ڈچ کمپنی کا ناظم (ڈائریکٹر) رہا۔ اسکی بعد وہ ایران کا سفیر مقرر ہوا اور تباویا سے جو لائی ۱۷۱۶ء میں روانہ ہوا۔ اس وقت اسے ایسٹ انڈیا میں ڈچ کی ملازمت کرتے ہوئے تیس سال ہو گئے تھے۔ اور صفہان سے واپس ہوئے وقت خلیج فارس کے مقام گبرون میں بعلاالت بخار انتقال کیا۔

اس نے ہندوستانی زبان کے قواعد اور لغت لکھا جسے ڈوڈل نے ۱۷۱۲ء میں چھاپکے شائع کیا۔ قیاس یہ ہوتا ہے کہ یہ کتابیں اس نے ۱۷۱۶ء کے لگ بھگ تالیف کیں۔ یہ کتاب لیٹن زبان میں ہے لیکن ہندوستانی الفاظ اور عبارتیں رومن حروف میں ہیں البتہ حروف کے پیٹرن میں ہندوستانی الفاظ بعینہ لکھے ہیں۔ اور ان الفاظ کا املا ڈچ زبان کے طریقہ پر ہے۔ ایک بات اس قواعد میں قابلِ لحاظ یہ ہے کہ حرف فاعلی نے کاسین ذکر نہیں ہے اور علاوہ ہم کے وہ آپ کو بھی (جو گجراتی زبان میں استعمال ہوتا ہے) جمع متکلم کی ضمیر بتاتا ہے۔

کیتلر کی گریمر کے طبع ہونے کے دوسرے سال مشہور مشنری سٹلر کی کتاب ہندوستانی زبان (اردو) قواعد پر شائع ہوئی (سنہ طبع ۱۷۴۴ء) یہ صاحب کیتلر کی گریمر وقت تھی

اور اپنی کتاب کے دیباچے میں اسکا ذکر بھی کیا ہے۔ خنز کی گریہ بھی لیٹن میں ہے مگر ہندوستان کی الفاظ فارسی عربی خط میں ہیں اور ان کا تلفظ بھی ساتھ ساتھ لاطینی میں دیکھ کر ناگہری حروف کی بھی تصریح کی تا مگر بعض حروف بالکل ترک کر دیے ہیں۔ وہ ضما و شخصی کے واحد و جمع سے واقف ہے لیکن افعال متعدی کے زمانہ ماضی کے ساتھ آنے کے احتمال سے واقف نہیں۔ اور یہ اسی پر موقوف نہیں بلکہ اکثر قدیم کتب قواعد میں آنے نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ جسکی وجہ یہ ہے کہ پرانی اردو میں آنے کا احتمال بالالزام نہیں ہوتا تھا۔

ہیٹلے کی گریہ شہداء میں شائع ہوئی۔ اسکے بعد متعدد کتابیں قواعد زبان ہندوستانی کے متعلق لکھی گئیں جنہیں سے زیادہ مشہور پرتگیزی گریٹیکا انڈوستان ہے جو لوزن میں شہداء میں شائع ہوئی۔ اسکے بعد کا وہ زمانہ ہے جبکہ جان گلکرسٹ نے ہندوستانی زبان کی خدمت شروع کی۔ لیکن جان گلکرسٹ کی خدمات کا ذکر کرنے سے قبل ہم ایک شخص لے بی ڈت کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے اپنے حالات خود اپنی کتاب کے دیباچہ میں لکھے ہیں مختصر یہ ہے کہ یہ شخص مدراس میں شہداء میں آیا اور غالباً خدمت بینڈ ماسٹری پر مہمور ہوا۔ وہاں دو سال قیام کرنے کے بعد کلکتہ چلا آیا وہاں اسکی ملاقات ایک پنڈت سے ہوئی جس سے اسنے سنسکرت، بنگالی اور ہندوستانی (جسے وہ ہندوستان کی مخلوط زبان کہتا ہے) پڑھنی شروع کی۔ کچھ دنوں کے بعد اس نے دونوں کا ترجمہ بنگالی میں کیا اور اسکے اپنے بیان کے بموجب ان میں سے ایک ناٹک عام طور پر پبلک میں پسند کیا گیا اور اسکی بہت تعریف ہوئی۔ ایڈنگ لکھتا ہے کہ اسکے بعد وہ مغل بادشاہ کے ہاں ٹیٹھ کا منظم (منیجر) ہو گیا۔ اور آخر مشرق میں بیس سال کے قیام کے بعد انگلستان واپس چلا گیا۔ لندن میں اس نے اپنی گریہ شائع کی اور وہی سفیر لندن زو سے ملاقات پیدا کی اس نے اُسے روس میں بھیجا یا جہاں وہ فارن آفس میں

ملازم ہو گیا اور سرکاری طرف سے سنسکرت کا مطبع قائم کرنے کے لیے اُسے بہت کچھ رقم دی گئی۔ لیکن اسکی ہندوستانی گریڈ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید بہ نسبت ہندوستانی زبان کے اس کا علم بنگالی اور سنسکرت میں زیادہ ہو۔ کیونکہ اس نے ہندوستانی گریڈ میں نہ صرف الفاظ کا تلفظ غلط کہا ہے بلکہ قواعد کے بیان کرنے میں بھی بہت سی صریح غلطیاں کی ہیں۔

ڈاکٹر جان گلکرسٹ کا نام اُردو کے محسنین میں نہایت ممتاز ہے اور اُردو زبان کا مورخ اُن کا ذکر بغیر احسان مندی اور شکرگزاری کے نہیں کر سکتا۔ انھوں نے نہ صرف زبان اور قواعد زبان و لغت پر اعلیٰ درجہ کی کتابیں بلکہ چند خاص اہل زبان حضرات کو جمع کر کے اُن سے ایسی کتابیں لکھوائیں جنہیں سے بعض ہمیشہ زندہ رہیں گی۔ ڈاکٹر صاحب نے اُردو کی خدمت کا کام عشاءِ بین شروع کیا اور فورٹ ولیم کالج اُردو زبان کی تالیف و تصنیف کا مرکز انیسویں صدی کے ابتدائی دس سال تک ہوا۔ اگرچہ اصل مقصد اسکا یہ تھا کہ سیٹ انڈیا کمپنی میں جو انگریز ملازم ہو کر آتے تھے انکو اُردو سکھانے کے لیے مناسب کتابیں لکھوائی جائیں تاکہ وہ آسانی سے ملک کی اس زبان کو جو ہر جگہ بولی یا سمجھی جاتی ہے سیکھ سکیں لیکن اس پر دسے میں بعض بے مثل کتابیں لکھی گئیں اور آئندہ اس ڈھنگ کی تالیف کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ خود گلکرسٹ صاحب نے متعدد کتابیں اُردو زبان اور اسکی لغت اور قواعد پر لکھی ہیں۔ انکی کتاب قواعد اُردو و سنسکرت میں چھپ کر شائع ہوئی۔ اگرچہ اُن کی دوا ایک کتاب میں جو اس سے چند سال قبل طبع ہوئی تھیں ان میں بھی اُردو زبان کے قواعد کا کچھ کچھ حصہ شریک تھا۔

سرطان ٹیکسیر کی اُردو گریڈ لندن میں اول اول سنسکرت میں شائع ہوئی دوسرا ایڈیشن سنسکرت میں تیسرا سنسکرت میں چوتھا ایڈیشن چین دکنی زبان کی مختصر سی گریڈ

اضافہ کی ہے ۱۸۳۳ء میں اور اسکے بعد ایک ایڈیشن ۱۸۳۵ء میں شائع ہوا۔

۱۸۳۵ء میں اردو رسالہ گلکرسٹ کے نام سے ایک کتاب کلمتہ میں شائع ہوئی اور اسکے
کئی ایڈیشن ۱۸۳۵ء و ۱۸۳۶ء میں کلمتہ میں اور ۱۸۳۷ء میں آگرہ میں چھپے یہ رسالہ دراصل
گلکرسٹ کی گریڈ کا مختص ہے۔

ولیم ٹیٹ نے ایک کتاب مقدمہ زبان ہندوستانی کے نام سے تالیف کی جو تین حصوں پر
منقسم تھی یعنی گریڈ لغت اور سابق زبان دانی۔ اول بار کلمتہ میں ۱۸۳۵ء میں طبع ہوئی
دوسری بار ۱۸۳۷ء میں اور تیسری بار ۱۸۳۸ء میں چھپی۔

گلکرسٹ صاحب کے بعد دوسرا یورپین محسن اردو فرانسیسی عالم موسیو گارسان وٹاسی
تھے۔ انھوں نے اصول زبان ہندوستان پر ایک کتاب لکھی جو پیرس میں ۱۸۳۹ء میں
طبع ہوئی اور صرف اردو قواعد اردو پر ایک بڑا مضمون خبرل ایشیاٹک سوسائٹی
بابت ۱۸۳۵ء میں لکھا (اسکے علاوہ موصوف نے تاریخ مغربے اردو لکھی جو ایک نیشنل کتاب)
سٹر ایس ڈیویریٹن نے ہندوستانی زبان کے قواعد کے پر ایک کتاب تالیف کی جو لندن
میں ۱۸۳۳ء میں طبع ہوئی۔

اسکے ایک سال بعد یعنی ۱۸۳۵ء میں سٹر سٹیمفورڈ ارناٹ کی کتاب بنام جدید خود آموز
قواعد زبان ہندوستانی جو برٹش انڈیا کی نہایت کارآمد اور عام زبان ہے یہ کتاب
فارسی اور روسی حروف میں ہے اور اسکے ساتھ بطور ضمیمہ کے لغت اور مشقی اسباق ہانڈنی
بھی اضافہ کیے گئے ہیں لندن میں اول بار ۱۸۳۵ء میں اور دوسری بار ۱۸۳۷ء میں طبع ہوئی
۱۸۳۵ء میں ایک کتاب انگریزی اور ہندوستانی افعال بے قاعدہ پر اور مقدمہ قواعد
ہندوستانی بے اسے افادہ طلبہ مدراس میں طبع ہوئی۔ مولف کا نام تحریر نہیں ہے۔

ہندوستانی زبان کے قواعد مشرقی اور رومن حروف میں مع آسان انتخابات بعض
تحصیل زبانہانی فارسی عربی اور دیوناگری حروف میں مولفہ ایس ادناٹ باضافہ لغت و
حاشی از مبشر ڈکٹن فارسیں مطبوعہ لندن ۱۸۴۷ء۔

اسی سال مسٹر جیمس آئر بالن ٹائٹن کی گریمر لندن میں طبع ہوئی اور غالباً یہی کتاب بعد از
۱۸۴۷ء میں شائع ہوئی۔

۱۸۴۷ء میں ہندوستانی زبان کی ایک گریمر لندن میں طبع ہوئی اسکے مولف ریوڈنڈ
جی اسمال تھے۔ یہیں کچھ انتخابات اردو ادب کے بھی شریک ہیں۔ اس کتاب کا دوسرا
ایڈیشن ۱۸۵۱ء میں شائع ہوا۔

جرمنی کے ایک عالم جے دت لوپراخو نے بھی ہندوستانی زبان کے قواعد پر ایک
کتاب لکھی تھی جو برلن میں ۱۸۴۷ء میں طبع ہوئی۔

سرمونیرو لیمس نے سنسکرت اور ہندی زبان کی جو خدمت کی ہے وہ محتاج تعریف
نہیں۔ ایک زمانہ اس سے واقف ہے صاحب موصوف نے ہندوستانی زبان کی ایک تبدیلی
کتاب لکھی اور اس میں علاوہ روزمرہ کے استعمال کے الفاظ و محاورات و قصص تبدیلیوں کے لیے
حروف و نحو کے قواعد بھی درج کیے۔ ماسوائے اسکے ہندوستانی گریمر مولفہ کاٹن ماسٹر مطبوعہ
لندن ۱۸۴۷ء کو مرتب کیا جو ۱۸۴۷ء میں شائع ہوئی۔

۱۸۴۷ء میں مسٹر جان ڈوسن نے اردو زبان کی ایک گریمر تالیف کی۔

مسٹر جان پلیٹ کی قواعد اردو لندن میں ۱۸۴۷ء میں طبع ہوئی۔ یہ کتاب
درحقیقت اچھی لکھی گئی ہے۔

کسی یورپین صاحب نے کوئی گریمر پر ایک رسالہ لکھا تھا لیکن اس پر مولف کا نام نہیں

یہ رسالہ ۱۸۸۲ء میں ستارا میں طبع ہوا۔

پام صاحب کی ہندوستانی فارسی و عربی گریمر ۱۸۸۲ء میں بمقام لندن طبع ہوئی۔

۱۸۸۲ء و ۱۸۸۳ء میں سٹریٹو ویل کی گرنے زبان ہندوستان کی گریمر لکھی۔ ان صاحب

کا تعلق سروہندہ سے معلوم ہوتا ہے۔

۱۸۸۳ء میں پروفیسر فان کیون نے ہندوستانی زبان کے قواعد مرتب کیے یہ کتاب

نیپولی میں طبع ہوئی۔

اسی سال مسٹر جے ون سن نے بھی اردو گریمر تالیف کی۔

جرمن عالم لے سی ڈل نے ایک کتاب اردو زبان کے قواعد پر تالیف کی

جس کا نام اس نے ہندوستانی گریمر قیاسی و عملی رکھا۔ یہ کتاب ۱۸۹۳ء میں بمقام لپنگ

طبع ہوئی ۱۸۹۵ء میں شلر کی گریمر پھر پزک میں طبع ہوئی۔

یہ فہرست سینے صرف اردو صرف و نحو کی ایسی کتابوں کی دی ہے جو اہل یورپ نے

تالیف کی ہیں۔ لغت و ادب وغیرہ پر جو کتابیں ان لوگوں نے لکھی ہیں ان کا ذکر نہیں کیا گیا

ہے کیونکہ یہ ان کا ذکر خارج از بحث ہے۔ اس سے میرے اس بیان کی تصدیق ہوگی

کہ اردو زبان کی صرف و نحو پر پہلے پہل غیروں نے توجہ کی۔

اہل ہند میں سب سے اول اس مضمون پر اردو کے مشہور شاعر میر انشاؤ اللہ خان

انشاد ہوئے قلم اٹھایا ان کی کتاب دریا سے لطافت ۱۸۸۲ء میں بعد نواب سعادت

علی خان بہادر لکھی گئی۔ اس میں علاوہ قواعد صرف و نحو کے عورتوں کے محاورات، مختلف

قوموں کی بولیاں اور گفتگو میں اور طرح طرح کی نظم و نثر بھی شریک ہے۔ بعض محاورات

والفاظ کی تحقیق بھی خوب کی ہے۔ باوجودیکہ اس کتاب کو تالیف ہوسے مدت گزر چکی ہے

۱۸۸۵ء میں اس مضمون پر مفصل بحث میری کتاب ”تاریخ زبان اردو“ میں ہوئی۔ یہ کتاب زیر تالیف ہے۔

لیکن اسوقت بھی وہ بے مثل اور قابل قدر کتاب ہے۔ اور اردو زبان کے ادب میں ہیشتمہ قسمت کی نظر سے دیکھی جائے گی۔ یہ کتاب اول اول مرثیہ آباد میں ۱۲۵۷ء میں طبع ہوئی۔

غالباً ناظرین کتاب کو یہ پڑھ کر حیرت ہوگی کہ سر سید احمد خان مرحوم نے بھی اردو صرف و نحو پر ایک رسالہ تالیف کیا تھا۔ اسکا ایک قلمی نسخہ اسٹامپ ہائی اسکول آٹا وہ کی حالی لائبریری میں موجود ہے۔ کاتب نے کتاب کے آخر میں ۱۲۵۷ء ہجری مطابق ۱۲۵۷ء تحریر کیا ہے۔ اگرچہ یہ نسخہ کتابت ہے لیکن سنہ تالیف بھی اسی کے لگ بھگ ہوگا۔ ہمیں صرف دو نسخے معمولی قواعد ہیں۔ زیادہ تر کتب متعادر ہے۔ اگرچہ یہ کتاب کچھ ایسی قابل لحاظ نہیں لیکن اس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ مرحوم کو اردو زبان سے کس قدر دلچسپی تھی۔

اسکے بعد مولوی احمد علی دہلوی نے ایک ابتدائی رسالہ صرف و نحو اردو پر لکھا جو دہلی میں ۱۲۵۷ء میں طبع ہوا اس کتاب کا نام فیض کا چشمہ ہے غالباً یہ تاریخی نام ہے اور اس سے سنہ تالیف ۱۲۵۹ء ہجری نکلتا ہے۔

مولوی امام بخش صاحب مہلبانی دہلوی فارسی کے مشہور منشی اور ادیب گزرے ہیں اور دہلی کالج میں پروفیسر بھی تھے انھوں نے بھی اردو صرف و نحو پر ایک کتاب تالیف کی تھی جو دہلی میں ۱۲۵۹ء میں طبع ہوئی۔ یہ کتاب بھی اچھی ہے اسکے آخر میں یہ ترتیب حروف ابجد اردو کے محاورات اور کہیں کہیں ضرب الامثال بھی درج ہیں۔

انکے علاوہ بھی اسی زمانہ میں دو ایک کتابیں اور لکھی گئیں مثلاً ایک صاحب مرزا محمد صالح نے ایک گریٹر ہندوستانی فارسی اور عربی زبان کی لکھی اور اسمین فارسی گفتگو کا بھی ایک حصہ اضافہ کیا۔ اور ایک یورپین صاحب نے اس کا انگریزی ترجمہ بھی کیا جو اصل کے ساتھ تھا یہ کتاب بمقام لندن ۱۲۵۷ء میں طبع ہوئی۔ یہ ایک دوسری کتاب بی بی کے محمد ابراہیم صاحب مقبہ

سلف بخش ترقی اردو اس کتاب کو عنقریب طبع کرانے والی ہے۔

مقبہ نے تحفہ انفسٹن کے نام سے تالیف کی جڑبئی میں ۱۲۳۷ء میں طبع ہو کر شائع ہوئی۔
یہ کتاب انفسٹن صاحب گورنر جڑبئی کے نام سے موسوم کی گئی تھی لیکن یہ کتاب کچھ زیادہ
قابل لحاظ و قابل ذکر نہیں ہیں۔

زمانہ حال میں متعدد کتابیں اس بحث پر طابہ مدارس و غیرہ کے لیے پنجاب و ممالک متحدہ
آگرہ و اردو میں تالیف ہوئی ہیں جن میں کم و بیش عربی صرف و نحو کا تتبع کیا گیا ہے البتہ
مولوی محمد اسماعیل صاحب نے جو دو مختصر رسالے طابہ مدارس کے لیے لکھے ہیں ان میں انھوں نے
تقلید سے الگ ہو کر حدیث سے کام لیا ہے لیکن یہ رسالے بہت مختصر ہیں اور صرف ابتدائی
مدارس کے طالب علموں کے کارآمد ہو سکتے ہیں۔

میں اس سے قبل اس امر کا اعتراف کر چکا ہوں کہ ایک زندہ زبان کے لیے قواعد کی
چندان ضرورت نہیں۔ اور میں نے یہ بھی ظاہر کیا ہے کہ عموداً اور اکثر کسی زبان کی صرف و
نحو اس وقت لکھی گئی جبکہ کسی غیر قوم کو اس زبان کی تحقیق یا اس کے سیکھنے کی ضرورت واقع ہوئی
اور صرف و نحو کی تحریر ابتداً اسی کے متعلق جدوجہد ہمیشہ غیر قوم دانوں کی طرف سے ہوئی
کیونکہ اہل زبان اس سے مستغنی ہوتے ہیں۔ یہی حال اردو زبان کا ہوا۔ اسے صرف و نحو
اور لغت کی طرف اول اول اہل یورپ نے بضرورت توجہ کی اس کے بعد جب اہل ملک
نے یہ دیکھا کہ ان لوگوں کو اردو پڑھنے کا شوق ہے تو انکی دیکھا دیکھی یا انکے فائدہ کی غرض
سے خود بھی کتابیں لکھنی شروع کیں۔ بعد ازاں جب یہ زبان مدارس میں بھی پڑھائی جانے
لگی۔ تو صرف طلبہ کیلئے کتابیں لکھی جانے لگیں چنانچہ آج کل جبکہ کتابیں لکھی گئیں انکی اصل غرض یہی تھی
لیکن اسولے اسلئے اب ایک ضرورت داعی ہوئی ہے وہ یہ کہ زبان اردو اب ملک کی عام اور مقبول زبان
ہو گئی ہے اور اب میں اکثر جگہوں پر جاتی ہے اور ہر جگہ سمجھی جاتی ہے۔ حالانکہ ملک کی

دوسری زبانیں خاص خاص خطوں میں محدود اور مخصوص ہیں۔ نیز اس زبان کو کچھ ایسے مقامات کے لوگ بھی پڑھتے اور لکھتے ہیں جنکی یہ مادری زبان نہیں۔ اسلئے یہ ضرورت واقع ہوئی کہ اس زبان کے قواعد منضبط کیے جائیں اور مستند کتابیں نعت پر لکھی جائیں تاکہ زبان بگڑنے سے محفوظ رہے۔ میں نے اس کتاب کے لکھنے میں اس خیال کو مد نظر رکھا ہے اور صرف طلبہ مدارس کی ضروریات کا لحاظ نہیں کیا ہے۔ بلکہ زیادہ تر یہ کتاب ان حضرات کے لیے ہے جو زبان کو نظر تحقیق سے دیکھنا چاہتے ہیں۔

ہمارے ہاں اب تک جو کتابیں قواعد کی رائج ہیں ان میں عربی صرف و نحو کا تتبع کیا گیا ہے۔ اردو خالص ہندی زبان ہے اور اس کا شمول آڈوی السنہ میں ہے، بخلاف اسکے عربی زبان کا تعلق سامی السنہ سے ہے۔ لہذا اردو زبان کی صرف و نحو لکھنے میں عربی زبان کا تتبع کسی طرح جائز نہیں تو دونوں زبانوں کی خصوصیات بالکل الگ ہیں۔ جو غور کرنے سے صاف معلوم ہو جائے گا۔ اسی طرح اگرچہ اردو ہندی نثر اسے مادر اسکی بنیاد قدیم ہندی پر ہے، افعال جو زبان کا بہت بڑا جز ہیں، نیز ضمائر اور اکثر حروف سب کے سب ہندی ہیں، صرف اسماء و صفات عربی فارسی کے داخل ہو گئے ہیں۔ اور چند گنتی کے مصداق جو عربی فارسی الفاظ سے بن گئے ہیں مثلاً بخشنا، بدن، قبولنا، تجویزنا وغیرہ کسی شمار میں نہیں بلکہ بعض نقائص برعمر خود انھیں فصیح بھی نہیں خیال کرتے! تاہم اردو زبان کی صرف و نحو میں سنسکرت کے قواعد کا تتبع نہیں کیا جاسکتا۔ اسکے متعلق چند موٹی موٹی باتیں بیان لکھی جاتی ہیں۔

(۱) ہر اسم کے سنسکرت میں تین حصے کیے گئے ہیں۔ مادہ، حرف بعد مادہ اور حرف آخر موجود ہندی یا اردو میں حرف آخر اڑ گیا ہے۔

(۲) سنسکرت میں اسم کی مختلف حالتیں (فاعلی، مفعولی، اضافی وغیرہ) صرف حرف

آخر کے تغیر سے بنتی ہیں جو اکثر قدیم زبانوں میں پایا جاتا ہے۔ اور ہندی اُردو میں لگ
حروف بڑھانے سے بنتی ہیں اور تمام جدید زبانوں کا میلان اسی طرف ہے۔

(۳) سنسکرت اور پراکرت میں جنس تین ہیں یعنی مذکر، مادہ اور بیجان۔ موجودہ ہندی
یا اُردو میں صرف دو ہیں۔

(۴) سنسکرت کا فعل بہت دقیق اور پیچیدہ ہے اور ایک زمانہ سے اس میں اصلاح ہوتے
ہوتے موجودہ ہندی میں آکر صاف اور سادہ ہوا ہے۔ تشبیہ کا صیغہ سنسکرت میں ہے
ہندی میں نہیں۔

سنسکرت میں ہر فعل کی چھ صورتیں تیرہ قسمیں اور نو جنسی حالتیں ہیں یعنی کل صیغے
سات شہود ہوتے ہیں اور یہ سب ایک ہی لفظ کے ہم پیر سے بنتے ہیں۔ موجودہ زبان میں یہ
بڑی آسانی ہے کہ اکثر افعال اداوی افعال کی اعانت سے بنائے جاتے ہیں۔ اور سب سے
مصادر فارسی و عربی اسما و صفات کے آگے ہندی مصادر مثلاً دینا کرنا وغیرہ بڑھا کر بنائے
جاتے ہیں۔

ایسی صورت میں اُردو زبان کی صرف و نحو میں عربی یا سنسکرت کا تتبع کرنا الٹی گنگا
بھانا ہے۔ البتہ اصطلاحات عربی سے لی گئی ہیں کیونکہ اس سے گریز نہیں۔ اُردو زبان
میں تقریباً کل علمی اصطلاحات عربی ہی سے یعنی پڑتی ہیں جیسے انگریزی زبان میں علمی
اور ہوناتی ہے۔

میں اس موقع پر اُردو ہندی کے جھگڑے میں پڑے باغیچہ چاہتا کیونکہ یہ بحث میر سے
خیال میں بالکل بے سود ہے۔ اول تو اس سے کہ صرف و نحو میں اس بحث کا کوئی موقع
نہیں خصوصاً اس خیال سے کہ اس امر میں تقریباً دونوں ایک ہیں اور اسوں میں جو بھی اختلاف ہے

کوئی اختلاف نہیں۔ دوسرے شخص اس ملک کی مختلف زبانوں کی تاریخ کو نظر غور سے دیکھے گا
 اُسے معلوم ہو جائے گا کہ فریقین نے محض سخن پروری اور ہٹ دھرمی سے کام لیا ہے۔ دراصل
 جھگڑے کی کوئی بات نہیں۔ قدرتی اثرات اور رجحانات کا روکنا اپنے ہاتھوں سے اپنی ترقی کو روکنا
 بات یہ ہے کہ جب آریا لوگ اس ملک میں داخل ہوئے تو انھوں نے یہاں ایک دوسری
 قوم کو آباد دیکھا جسکی زبان انکی زبان سے بالکل مختلف تھی۔ جنگ کی عقل ان قوم ان قوم آریاؤں
 کے حملوں کی تاب نہ لاسکی اس لیے کچھ تو ان میں سے شمالی پڑاؤں میں پناہ گزین ہوئے اور
 بہت سے جنوبی اور وسطی ہند کے پڑاؤں اور جنگوں میں جا بسے۔ لیکن بھر بھی بہت سے ایسے
 تھے جنھیں اپنے وطن عزیز کی جدائی گوارا نہ تھی، اگرچہ وطن دوسرے کے ہاتھوں میں تھا اور
 اس لیے نئے حملہ آوروں کی غلامی میں بسر کرنے لگے۔ اگرچہ ایسی ضرورت میں ظاہر ہے کہ مغلوں
 و پرتگال کی زبان کیا باقی رہ سکتی ہے۔ لیکن اس میں شبہ نہیں کہ ان کی زبان نے آریاؤں کی
 زبان یعنی سنسکرت پر کچھ نہ کچھ اثر ضرور کیا۔ اور اس لیے یہ کہنا غلطی نہ ہوگا کہ قدیم ہندی بولیاں
 جو براکرت (یعنی عوام کی بولی) کے نام سے مشہور ہیں اس اثر کا نتیجہ تھیں۔ اور جو صدیوں تک
 سنسکرت کے دوش بدوش ملک میں قائم رہیں۔ اور انھیں براکرت بولیوں سے ہندوستان
 کی موجودہ آریاوی زبانیں پیدا ہوئیں انکا تعلق سنسکرت سے الگ الگ ہے جیسے یورپ کی
 موجودہ رومانی السنہ کو لاطینی سے۔ ان زبانوں کی تعداد عموماً سات شمار کی جاتی ہے۔ یعنی
 پنجابی، سندھی، گجراتی، مہاراشی، ہندی، اڑیا اور بنگالی۔

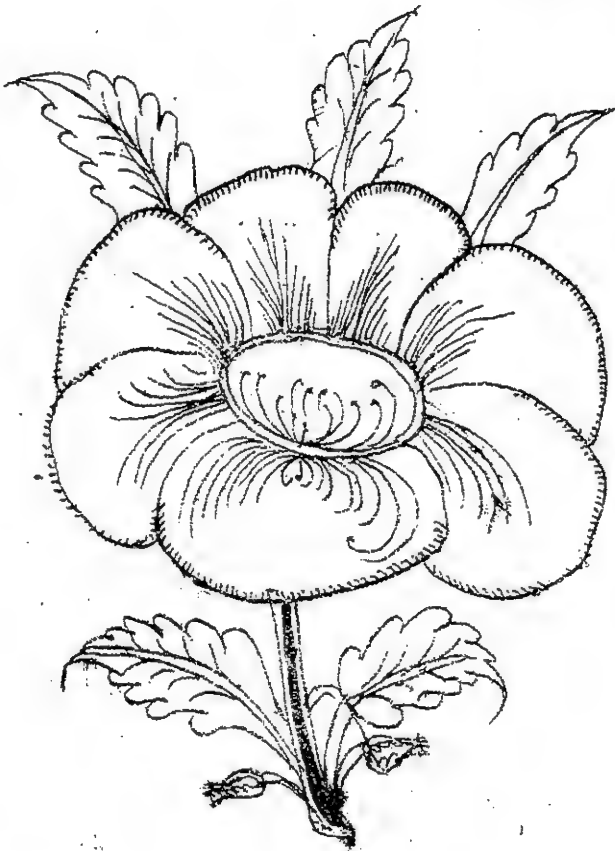
ان سب میں ہندی بلحاظ قدامت و اہمیت کے سب سے زیادہ قابلِ لحاظ ہے لیکن
 ابتدا ہی سے اس پر غیروں کی نظر میں پڑنی شروع ہوئی، مسلمان جو شمال کی طرف سے اس
 ملک میں آئے شروع ہوئے اسکو اپنی زبان سے متاثر کیے بغیر نہ رہ سکے۔ اور جو اثر بارہویں

صدی سے چرنا شروع ہوا تھا وہ آخر ایک نئی صورت میں ظور پہ میر ہوا اور یہی اردو (شکری زبان) کی اصل ہے۔ بہ دراصل کسی پراکرت یا ہندی کی بگڑی ہوئی صورت نہیں بلکہ ہندی کی آخری اور شاہد صورت ہے۔ اور اس وقت ہندوستان کی عام ملکی زبان مانی جاتی ہے۔ یہ کسی خاص شخص یا فریق کی ایجاد ہے اور نہ کسی خاص پالیسی مصلحت اور فحشائے بنائی گئی ہے بلکہ جس طرح اس ملک کی معاشرت و سیاست میں وقتاً فوقتاً مختلف قدرتی اسباب سے تغیرات پیدا ہوئے اور توجہ انھیں اثرات کی وجہ سے ایک جدید حالت نظر آتی ہے۔ پہلی زبان میں بھی قدرتی اثرات و رجحانات اور مختلف واقعات سے تغیرات ظور میں آئے۔ اور اس وقت جو ہم خاص پالیسی کی وجہ سے پرانی شے کو نئی سمجھ کے چمکتے ہوئے ہیں وہ صرف ایک منہ بولا ہے۔ اب اتنی مدت کے بعد ان باتوں پر جھگڑا کرنا گویا صدیوں کے واقعات کو جھٹلانا اور قدرتی اثرات اور رجحانات کو الٹا لیجا دینا ہے۔ دنیا میں کوئی چیز ایک حالت پر نہیں رہتی، اور جب ہم ہی ایک حالت پر نہ رہے تو ہماری زبان کیوں رہنے لگی۔ اور کچھ نہیں تو اگر صرف اس زبان کے الفاظ ہی کو سرسری نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ دنیا کی کتنی قوموں نے (بغیر کسی خاص ارادہ کے محض قدرتی اثرات کی وجہ سے) اس کے بنانے میں حصہ لیا ہے۔ تو کیا ایک ایسی یادگار کو بگاڑنے کی کوشش کرنا ایک نہایت دردناک فعل ہوگا؟ خصوصاً ایسے عہد میں جبکہ زمانہ قدیم کے ایک ایک پتھر اور ارنٹ کو سینت سینت کے رکھا جاتا ہے۔

اس نہایت مختصر ذکر سے میرا مقصد یہ تھا کہ اردو کی صرف دیکھو کو سنسکرت زبان کے قواعد سے اسی قدر مغاکرت ہے جتنی عربی زبان کی صرف و نحو سے۔ میرا خیال یہ ہے کہ کسی زبان کے قواعد دیکھتے وقت اس کی خصوصیات کو کبھی نظر انداز نہ کیا جائے اور محض کسی زبان

سلہ اور زبان کی اہمیت پر غفلت بہت میں نے اپنی تالیف زبان اردو کی تاریخ میں کی ہے۔

کی تقلید میں اسپر زبردستی قواعد اور اصول کے نام سے ایسا بوجھ نہ ڈال دیا جائے جسکی وہ
 مستعمل نہ ہو سکے۔ میں نے حتی الامکان اسی اصول کو مدنظر رکھا ہے اور اس امر کی کوشش ہی
 کہ جلد ہر زبان کا رجحان ہو اُدھر ہی اس کا ساتھ دیا جائے۔ لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ
 مجھے اس میں کہاں تک کامیابی ہوئی ہے۔ بہر حال مجھے کوئی دعویٰ نہیں اور اسکے
 ساتھ ہی مجھے اسکا بھی یقین ہے کہ کتاب استقام سے خالی نہیں۔ اور اس لیے میں ہر ایک
 مشورہ اور اختلاف کو نہایت شکر و احسان کے ساتھ سنے اور اپنی غلطیوں کی اصلاح
 کرنے کے لیے تیار ہوں۔



قواعد اردو

الفاظ اُن انسانی آوازوں کو کہتے ہیں جو ہم اپنے خیالات ظاہر کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

زبان الفاظ سے بنتی ہے۔

اوّل بہ لحاظ صوت (آواز)۔

دوّم بہ لحاظ معنی، صورت اور اصل

توّم بہ لحاظ ترکیب یا بھی جس سے جملہ بنتا ہے، اور جس کے ذریعہ ہم اپنا نافی الضمیر

ادا کرتے ہیں۔

۱۔ جب ہم کسی لفظ کو سنتے ہیں تو یا تو اس میں ایک سادہ آواز ہوتی ہے یا ایک سے

زیادہ آوازیں ملی ہوئی ہوتی ہیں جب اُن آوازوں کو تحریر میں لاتے ہیں تو ان علامات کو

حروف کہتے ہیں۔

۲۔ مختلف استعمالات کی رو سے الفاظ کی کئی تقسیمیں ہو سکتی ہیں۔ جب وہ دوسرے الفاظ سے ملتے ہیں تو انہیں بعض اوقات تغیر و تبدل بھی واقع ہوتا ہے یا جب کبھی انہیں کچھ اضافہ کر دیا جاتا ہے تو وہ نئے لفظ ہو جاتے ہیں۔

۳۔ ان الفاظ کی ترکیب بعض خاص قواعد کی رو سے ہوتی ہے، اُس لیے زبان کے قواعد تین مضامین سے بحث کرتے ہیں۔

اول اصوات و حروف و اعراب (ہجاء)

دوم تقسیم تبدیل و اشتقاق (صرف)

سوم جملے میں الفاظ کا باہمی تعلق نیز جملوں کا تعلق ایک دوسرے سے (نحو)

فصل اول

ہجاء

ہجاء سے مطلب ہے حروف کی آواز اور انکی حرکات و سکنات۔

آواز کو تحریری علامات میں لانے کا نام حروف ہے۔

حروف کے مجموعہ کو ابجد کہتے ہیں۔

(ابجد کا لفظ ابتدائی حروف ابجد سے بنا ہے)

چونکہ اردو زبان سنسکرت فارسی اور عربی سے مل کر بنی ہے لہذا اس میں سب زبانوں کے حروف موجود ہیں۔

خاص عربی حروف یہ ہیں۔

ث، ح، ذ، ص، ض، ط، ظ، ع، ق۔

ہندی کے خاص حروف یہ ہیں۔

ٹ، ڈ، ژ۔

خاص فارسی کے حروف یہ ہیں۔

پ، چ، ژ، گٹ۔

لیکن پ، چ، ٹ، گ، ہندی میں بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ ہندی فارسی میں مشترک ہیں۔ ہندی میں خ کی آواز نہیں ہے۔ فارسی میں ہے اسی طرح غ بھی عربی و فارسی میں مشترک ہے۔

ہندی میں بھ، بھہ، تھ، ٹھ، چھ، کھ، گھ حروف ہیں شامل ہیں لیکن حقیقت یہ مفرد آوازیں نہیں ہیں بلکہ دو حروف ب، ہ، ٹ، ہ وغیرہ سے مرکب ہیں لہذا انکو حروف میں شامل نہیں کیا گیا، البتہ یہ ضرور ہے کہ بعض اوقات یہ دونوں مل کر ایک آواز پیدا کرتے ہیں۔ کھا اور کما میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے پنجاب میں غالباً کرل ہارلارڈ کی تحریک سے اسکے املا میں بھی فرق کیا جاتا ہے جب یہ مل کر ایک آواز دیتے ہیں تو ڈھ سے لکھتے ہیں مثلاً یہ دو لفظ کھا اور کما لکھے جائیں گے اور یہ امتیاز بہت ضروری ہے۔ یہ حروف جو ہر ملک کے ساتھ مخصوص کیے گئے ہیں اسکا مطلب یہ ہے کہ یہ آوازیں آب و ہوا وغیرہ کے وجہ سے ان لوگوں کے گلوں سے بہ آسانی نکلتی ہیں مگر دوسرے ملک کے لوگ انہیں وجہ سے انکو ادا نہیں کر سکتے، یا بدقت ادا کرتے ہیں۔ انسان کا گلا آلہ سیقی کے اصول پر بنا ہوا ہے، اور اسی طور پر آہیں تا رہی بند سے ہوئے ہیں سانس کے ہوا میں ملنے سے زبان، تالو، ہونٹ، دانت اور خلاے دہن کی مدد سے آوازیں مختلف قسم کی

تبدیلیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

اُردو، فارسی، عربی، حروف پر اگر نظر ڈالی جائے تو گویا وہ دیکھنے میں مختلف آوازوں کی علامات ہیں لیکن درحقیقت ان حروف کے نام سے کوئی سادہ آواز پیدا نہیں ہوتی بلکہ وہ خاصے الفاظ ہیں مثلاً الف عین جیم وغیرہ وغیرہ حروف نہیں بلکہ پورے الفاظ ہیں چہ جائے کہ ان سے سادہ آوازوں کا کچھ بھی خیال پیدا ہوتا ہو۔ اسکی وجہ بلاشبہ یہ ہے کہ یہ اُس زمانہ کی یادگار ہیں جبکہ اس قسم کی تحریر ایجاد نہیں ہوئی تھی بلکہ لوگ اپنے خیالات تصویر میں بنا بنا کر ظاہر کرتے تھے۔ اول اول تو جس شے کا بیان کرنا مقصود ہوتا تھا اسکی تصویر بنا دیتے تھے مثلاً گائے یا عورت کا بتانا مقصود ہے تو وہ گائے یا عورت کی تصویر کھینچ دیتے تھے۔

دوسرے دور میں یہ اصلاح ہوئی کہ شے سے اس کا فعل ظاہر کرنے لگے مثلاً آنکھ سے نظر یا دو ٹانگوں سے رفتار مراد لینے لگے۔

تیسرے دور میں یہ ہوا کہ شے سے اُس کی ممتاز خصوصیات یا ظاہری علامت سے اصل شے مراد لی جانے لگی مثلاً بوٹری کی تصویر سے مکاری یا تخت سے سلطنت مقصود ہوتی تھی۔

چوتھے دور میں ایک شے کے اظہار میں یہ ترکیب کرنے لگے کہ اُس شے کے بولنے میں جو آوازیں پیدا ہوتی تھیں انہیں سے ہر ایک کے لیے ایک تصویر بناتے تھے۔ مثلاً اگر کرا لکھنا ہو تو پہلے گھنٹے کی تصویر بنائیں گے کیونکہ کئی گھنٹے کو کہتے ہیں اور پھر سوچ کی کیونکہ آسورج کو کہتے ہیں بعد ازاں یہ ہوا کہ یہی تصویریں مختلف اصوات کی قائم مقام ہو گئیں۔ اور انہیں تصویروں کی یادگار یہ حروف ہیں جو اب بھی کسی

فدر رن سے مشابہ ہیں مثلاً الف۔ الف کے معنی پہل کے سر کے ہیں چونکہ آ کی آواز اس لفظ کے آغاز میں تھی۔ تو اس آواز کے ظاہر کرنے کے لیے گائے کا سر بنا دیتے تھے۔ بعد ازاں خود یہ لفظ بجائے آ کی آواز کے تحریر میں ایک حرفت قرار پایا۔ اور یہی وجہ ہے کہ فارسی عربی۔ عبرانی زبانوں کے حروف درحقیقت الفاظ ہیں۔ جس کی ابتداء حروف اسکی مناسب آواز کی بجائے کام دیتے ہیں۔

اسی طرح ب درحقیقت بیت سے ہے جس کی ابتدائی شکل ایک مکان مستطیل کی سی تھی اور اسکے نیچے نقطہ ایک شخص تھا جو مکان کے دروازہ کے سامنے بیٹھا تھا اب رفتہ رفتہ اسکی شکل ایسی ہو گئی اور وہ آدمی نقطہ رہ گیا۔

ج جمل یعنی اونٹ ہے۔ اگر کوئی شخص اونٹ پر سوار ہو اور اسکی نکیل زور سے کھینچے تو اسکے سر اور گردن کی شکل بعینہ ج کی ہو جائے گی۔
پ عبرانی میں مسم کے معنی ہیں ہے۔

۳۔ (عبرانی دالت، دروازہ۔

۴۔ درحیپہ۔

ع (عین کے معنی آنکھ کے ہیں چنانچہ ع) کا سر بالکل آنکھ کے مشابہ ہے
ن (نون) جھلی۔ مشابہت ظاہر ہے۔

ل (لہ) (کھ تھیلی) اگر تھیلی پھیلائی جائے تو انگلیاں انگوٹھے کے ساتھ ملکر بالکل

دک کی صورت بن جاتی ہیں۔

م (میم) پانی کی بہ صورت سے ظاہر ہے۔

س عبرانی میں دانت کو کہتے ہیں (س) کا دندانہ بالکل دانت کے مشابہ ہو۔

و (واو) کے معنی ہک یعنی کاٹنے کے ہیں جبکی صورت و سے ملتی ہے۔

غرض اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ ہمارے حروف دراصل الفاظ میں جو دو یا دو سے زائد آوازوں سے مرکب ہیں۔ اور ہر ایک بہ لحاظ اپنی اول سادہ آواز کے ایک علامت مقرر کر لیا گیا ہے مثلاً الف میں تین آوازیں آتے ہیں مگر آواز اول آجہر اس لیے اسے آ کے بجائے مقرر کر لیا اسی طرح دوسرے حروف کے متعلق قیاس کر لیا جائے۔ ابتداء میں اس سادہ آواز کے لیے اس شے کی تصویر کھینچ دی جاتی تھی۔ مگر اب ایک چھوٹی سی علامت جو کسی قدر اصل کے مشابہ ہے بجائے اس آواز کے مستعمل ہے۔ اور نام اُنکے قریب قریب وہی ہیں جو اصل اشیاء کے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے حروف تہجی بولنے میں درحقیقت الفاظ ہیں۔ اُردو حروف تہجی کل چونتیس ہیں اور ان میں ہر قسم کی آواز کے ادا کرنے کی گنجائش ہے اور اس خیال سے اُردو ابجد کو دنیا کی تمام زبانوں پر ایک طرح کا تفوق حاصل ہے۔ مگر دنیا کی کوئی ابجد کامل نہیں ہے ایک نہ ایک نقص ضرور رہ جاتا ہے یا تو کل سادہ آوازوں کے ادا کرنے کے لیے کافی حروف نہیں ہوتے یا ایک ہی آواز کے لیے کئی کئی حروف ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اُردو زبان بھی اس سے خالی نہیں چنانچہ یہ آخری نقص اُردو زبان میں بھی پایا جاتا ہے، لیکن بات یہ ہے کہ اُردو کو علاوہ فارسی سنسکرت کے عربی سے بھی بڑا تعلق ہے اس لیے کثرت سے اسکے الفاظ زبان میں موجود ہیں اور اس وجہ سے لامحالہ اسکے تمام حروف بھی اُردو ابجد میں آ گئے۔ ورنہ عربی الفاظ کی صحت تحریر میں قائم نہ رہتی۔ چنانچہ ذ ذھ ظ چار الگ حرف ہیں جن کی آواز قریب قریب یکساں معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح س سا ص اور ط اور ح کا گو عرب کا باشندہ یا وہ شخص جو صحت زبان کا خیال رکھتا ہے ان حروف کے تلفظ میں فرق بنا کر

مگر ہر ایک کے لیے اسکا امتیاز و شمار ہے، تاہم غور سے دیکھا جائے تو علم اللسان کی رو سے اردو ابجد ہر طرح کامل ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ بعض حروف ایک سی آواز پیدا کرتے ہیں اور حقیقت ایسا نہیں ہے۔ انہیں نازک فرق ہے۔ اور یہ فرق ہی اسکی خوبی اور کمال کی دلیل ہے۔ کیونکہ ذرا ذرا سے فرق کے لیے بھی الگ الگ حروف موجود ہیں۔

اعراب یا حرکات

سادہ آوازوں کو ہم بلا تکلف ہونٹ اور زبان کی امداد سے ملا کر مرکب کر لیتے ہیں۔ اور اس طرح فراٹے سے باتیں کرتے چلے جاتے ہیں جیسے کسی نے کل کوک دی۔ زبان اور لب کی ذرا سی جنبش سے آواز کی مختلف صورتیں پیدا ہوتی جاتی ہیں۔ آواز کا پھیلنا، تنہا ہونا، بڑھنا، گھٹنا، گھومنا، گول ہو جانا، سب اسی پر منحصر ہے، ان تمام آوازوں کو صفائی کے ساتھ احاطہ تحریر میں لانا نہایت مشکل ہے۔ اگرچہ بہت کوشش کی گئی لیکن اب تک کامیابی نہیں ہوئی، بعض زبانوں مثلاً سنسکرت انگریزی وغیرہ میں سادہ آوازوں کے مرکب کرنے کے لیے جو جنبش لب و زبان کو ہوتی ہے اسکے لیے بعض حروف مناسب قرار دیے ہیں اور جان دو یا دوسے زیادہ حروف کا ملانا منظور ہوتا ہے وہ انہیں سے بہ لحاظ آواز کے ایک نہ ایک حرف ضرور آتا ہے اس لیے اس قسم کی ہر زبان میں حروف کی دو قسمیں کی گئی ہیں۔ ایک وہ جو دوسرے حروف کو ملا کر آواز قائم کرنے کے لیے آتی ہیں جیہیں عربی میں حروف علت کہتے ہیں اور دوسرے وہ جو بغیر ان حروف کے آپس میں مل کر آواز پیدا نہیں کر سکتے وہ حروف صحیح کہلاتے ہیں۔

اردو میں مثل عربی کے حروف علت دو قسم کے ہیں ایک محض علامات یا حرکات

دوسرے اصل حروفِ آوہی جنکی تفصیل ذیل میں لکھی جاتی ہے۔

زبر — جسے عربی میں فتح کہتے ہیں۔ جس کے معنی کھلنے کے ہیں۔ یعنی آواز کھل (رکھتی ہے) زبر کے معنی اوپر کے ہیں۔ چونکہ یہ علامت حروف کے اوپر آتی ہے اس لیے زبر کہتے ہیں اور درحقیقت الف کی آواز پیدا کرتا ہے۔ اس آواز کو لہا کرنے سے الف کی آواز پیدا ہوتی ہے جیسے مر اور مار۔

زیر — جسے عربی میں کسرہ کہتے ہیں جس کے معنی توڑ ڈالنے کے ہیں۔ کیونکہ آواز میں ایک قسم کی شکن واقع ہوتی ہے۔ زیر کے معنی نیچے کے ہیں زیر اس لیے کہتے ہیں کہ اسکی آواز خفیف حتیٰ کی سی ہوتی ہے لیکن حتیٰ کے ساتھ آنے میں دو قسم کی آوازیں پیدا ہوتی ہیں ایک زیادہ باریک اور طویل دوسری کسی قدر واضح اور کھلی ہوئی ہوتی ہے جیسے غیر (جانور) شیر (دودھ) یہاں حتیٰ کی دو حالتیں ہیں پہلی حالت میں یائے خفی (مجبول) ہے اور دوسری حالت میں یائے جلی (معروف)۔ مجبول کے نیچے مہولی لکھا جائے اور معروف کے نیچے کھڑا زیر جیسے پیر تیر۔

پیش — جسے عربی میں ضمہ کہتے ہیں جس کے معنی ملانے کے ہیں (پیش کے معنی سامنے یا آگے ہیں یہ حرف کے اوپر آتا ہے اور خفیف واؤ کی آواز دیتا ہے جب اسکی آواز بڑبانا کسی قدر واضح کرنا مقصود ہوتا ہے تو واؤ سے لگتے ہیں جیسے دُر۔ دور۔ روم

۱۔ واؤ مجبول اور یائے مجبول کی آواز عربی میں نہیں آتی اس لیے عربوں نے انکا نام مجبول (یعنی نامعلوم) یا عجی رکھا ہے۔ لیکن اردو میں آوازیں مجبول یا نامعلوم نہیں ہیں۔

۲۔ مولوی نظام الدین حسن صاحبی راء۔ ال۔ ال۔ ال۔ بنی اس علامت (واؤ) کو لفظ ضمہ کا مخفف بتاتے ہیں اس طور پر کہ ہم دونوں حذف کر دیے گئے ہیں میرے خیال میں یہ تو ہے چونکہ پیش واؤ کی آواز سے بہت مشابہ ہے اس لیے یہ صورت قرار دی گئی۔

واؤ کی بھی دو حالتیں ہیں ایک خفی (مجهول) جیسے سوم میں دوسرے جلی (مضروف) جیسے روم میں
 الف واؤ کی کبھی حروف صحیح بھی ہوتے ہیں۔ الف جب شروع میں آتا ہے تو ہمیشہ
 حرف صحیح ہوگا واؤ جب لفظ کے شروع میں آئے یا درمیان میں تو متحرک ہوگی جیسے وعدہ۔ ہوا۔
 سی کی بھی یہی حالت ہے جیسے یقین کے شروع میں یا میسر کے درمیان۔ یون زبر الف کے
 ساتھ زیر سی کے ساتھ واؤ پیش کے ساتھ آتی ہے، اور ب لحاظ آواز کے ان کا جوڑ بھی ہے لیکن
 بعض اوقات ایسا نہیں ہوتا بلکہ مختلف حرکات کا اجتماع ہو جاتا ہے مثلاً زبر اور واؤ کا جیسے
 قوم۔ اس وقت یہ دونوں مختلف حرکات ایک ہی آواز دیتی ہیں یہی حالت سی کی بھی جیسے
 خیر۔ اسے واؤ یا سے قبل فتح کہتے ہیں۔ واؤ مجهول پر معمولی پیش اور واؤ معدود پر الٹا پیش
 لکھتے ہیں جیسے بوند، شہور، گنوا، دور پور، پور۔

(۳) جب کوئی حرف مکرر آواز دیتا ہے تو بجائے دوبار لکھنے کے صرف ایک ہی بار
 لکھتے ہیں اور اُس پر یہ علامت (۳) لکھ دیتے ہیں اسکا نام تشدید ہے۔ مثلاً مدت بجائے مدت
 لکھنے کے دہر تشدید کی علامت لکھ دی اور اُس سے مقصد حاصل ہو گیا جس حرف پر
 تشدید ہوتی ہے اُس پر علاوہ تشدید کے زبر زیر پیش میں سے کوئی علامت ضرور ہوتی ہے
 تاکہ پڑھنے میں زبان سے وہی آواز نکالی جائے۔ لیکن جب تشدید سی یا واؤ پر آتی ہے تو
 لفظ کے پہلے جز کی حرکت کو گھمانا پڑتا ہے ورنہ تلفظ صحیح نہ ہوگا مثلاً نیر اگر معمولی طور سے اسکے
 ہجے کیے جائیں گے تو یہ ہونگے (نیر) مگر یہ صحیح نہ ہوگا اس لیے سے کے زبر کو گھما کر پڑھا
 ہوگا۔ اسی طرح نواب معمولی طور سے ہجے کریں تو (نوا ب) ہوگا۔ لیکن بوجہ تشدید و کو
 گھما کر پڑھنا چاہیے۔

جزم یا سکون (۸) جب کسی حرف پر کوئی حرکت زبر زیر پیش میں سے نہ ہو جیسے دم

ہیں آم پر جزم ہے تو ایسے حرف کو ساکن کہتے ہیں۔ ساکن کے معنی ٹھہرنے والے کے ہیں یعنی اس حرف پر آواز ٹھہر جاتی ہے۔

مد (دہ) الف کو جب کھینچ کر پڑھتے ہیں تو اس وقت اس پر یہ علامت لگا دیتے ہیں جیسے آم۔ ایسے الف کو الف ممدودہ کہتے ہیں۔ مد کے معنی لمبا کرنے یا کھینچنے کے ہیں۔

ہمزہ (ء) اسے غلطی سے حرف میں شامل کر لیا گیا ہے یہ درحقیقت ہی کے ساتھ وہی کام دیتی ہے جو مد الف کے ساتھ (یعنی جان ہی کی آواز کھینچ کر نکالنی پڑے اور قریب دو ہی کے ہو وہاں اسے لکھ دیتے ہیں) یہ ہمیشہ ہی یا و کے ساتھ آتا ہے جیسے کئی۔ تین۔ کھاؤ۔ جدائی۔ الف کا مد شروع اور درمیان دونوں میں آسکتا ہے مگر و ہی یا و پر صرف درمیان میں یا آخر میں آتا ہے۔

تنوین (ے ِ ے) کسی اسم کے آخر دوز بریاد و زیر یا دو پیش کے آنے کو تنوین کہتے ہیں۔ تنوین کا مادہ نون ہے چونکہ اس علامت کے دینے سے اس کے آخر حرف کی آواز نون کی پیدا ہوتی ہے اس لیے اسے تنوین کہتے ہیں جیسے نسلاً بعد نسل اتفاقاً دفعۃً یہ صرف عربی الفاظ میں آتی ہے۔

نوٹ

ان علامات کو اعراب اس لیے کہتے ہیں کہ اہل عرب کی ایجاد سمجھے جاتے ہیں اور کسی دوسری زبان میں نہیں پائے جاتے اعراب کے معنی ہیں کہ کسی حرف پر انہیں سے کسی علامت کا لگانا انحراف حرکات بھی کہتے ہیں کیونکہ ان علامات سے آوازیں حرکت پیدا ہو جاتی ہیں لیکن چونکہ جزم سے سکون ہوتا ہے اس لیے پورا نام حرکات کہنا ہے اعراب کا لفظ مختصر ہونے کی وجہ سے زیادہ مناسب ہے جس حرف پر کوئی حرکت ہوتی ہے اُسے متحرک کہتے ہیں۔

(حروف کے متعلق چند مفید باتیں)

۱۔ حروف شمسی و قمری

عربی میں امتیاز و خصوصیت کے لیے اسماء پر آل لگا دیتے ہیں بعض حروف ایسے ہیں کہ جب ان کے شروع میں آل آتا ہے تو آل تلفظ میں ظاہر کیا جاتا ہے۔ مگر بعض ایسے ہیں کہ اگر ان کے پہلے آل آتا ہے تو آل تلفظ میں ظاہر نہیں کیا جاتا۔ اور لفظ کا اول صرف مشدد پڑا جاتا ہے۔ جن حروف کے شروع میں آل نہیں پڑا جاتا ہے انہیں حروف شمسی کہتے ہیں یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ جب شمس کے پہلے آل لگایا جاتا ہے تو آل کی آواز ظاہر نہیں کی جاتی (شمس اور جن حروف میں ل کی آواز تلفظ میں ظاہر کی جاتی ہے انہیں حروف قمری کہتے ہیں کیونکہ قمر پر جب آل لگائیں گے تو آل کی آواز ظاہر کی جائے گی) القمر اسکا استعمال صرف عربی الفاظ کے ساتھ عربی قواعد کی رو سے ہوتا ہے۔ چونکہ اردو میں ایسے الفاظ اکثر آتے ہیں لہذا اسکی تصریح بیان کر دی جاتی ہے۔

حروف قمری

۱۔ جیسے الامان۔ تباہش الاول

ب۔ نصیح البیان

ج۔ عبد الجلیل

ح۔ عبد الحئی

خ۔ مراۃ النہال

ع - نور العين
 غ - اسد الله الغالب
 هـ - سر يجمع النعم
 ق - صادق القول
 ك - بالكل
 ل - عمى اللون
 م - بيت المال
 و - كتاب الوعظ
 هـ - بوالهوس
 ي - اليوم

حروف شمسی

د - منظر الدين - يوم الدين
 ذ - صاحب الذكر
 ر - هارون الرشيد
 ز - خليفة الزمان
 س - ظل السلطان
 ش - الشمس
 ص - الصبر

ض۔ الضالین

ط۔ جَبَلُ الطَّارِقِ

ظ۔ الظَّهْر

ن۔ ذوالنورین۔ النور

۲۔ فارسی میں چند الفاظ ایسے ہیں کہ انہیں حرث و او ساکت ہوتا ہے یعنی تلفظ میں ظاہر نہیں کیا جاتا اسے واؤ معدولہ کہتے ہیں مگر یہ واؤ ہمیشہ رخ کے بعد آتی ہے یہ الفاظ بہت کم ہیں اور وہ یہ ہیں۔ خود۔ خویش۔ خوشنق۔ خوے۔ (خنے) خوش۔ خور۔ خوردن۔ اور اسکے تمام اشتقاق (خواندن مع اشتقاق لیکن خواب خواہش (اور خواستن مع اشتقاق) خواہر۔ خواجہ۔ خوان۔ خوارزم۔ (نام ملک) میں واؤ کی حقیقت سی آواز ظاہر کی جاتی ہے۔ انگریزی کے بعض الفاظ ایسے ہیں جن میں نہ تو پورا واؤ کا تلفظ ہوتا ہے نہ پیش کا انکی حالت بعینہ الفاظ مذکورہ بالا کو ہی ہوتی ہے۔ لہذا انکے صحیح تلفظ کے لیے اسی قسم کی واؤ استعمال کرنا چاہیے۔ اور اسکے نیچے اک چھوٹا سا خط کھینچ دینا چاہیے تاکہ امتیاز ہو سکے۔ جیسے ہوا، بوال، بوارڈ۔

۳۔ اردو میں بھی بعض الفاظ ایسے ہیں جہاں واؤ بجائے پیش کے استعمال کی جاتی تھی لیکن اب وہ متروک ہوتی تھائی ہے مثلاً اوس (بجائے اُس) پھنچنا (بجائے پنچنا) پورا نا (بجائے پُرانا) اور چورانا (بجائے دچرانا) کے کہتے تھے اور اب بھی پُرانے لوگ لکھتے ہیں۔

۴۔ ن کی دو حالتیں ہوتی ہیں ایک تو جب اسکی آواز پوری آواز ہو جیسے کمان۔ دوسرے

۵۔ بعض اوقات فارسی نظم میں تالیف کے لیے خود اندر خوش کو غلہ اور خوش (خ زبرے) کہتے ہیں مثلاً۔
سیا زار مورے کہ داند کش است کہ جان دارد و جان شیرین خوش است (دروسی)

جب پورے طور پر ادا ہو بلکہ کسی قدر ناک بین گنگنی سی آواز نکالے ایسی حالت میں اسے
نون غنہ کہتے ہیں جیسے سمان کنوان نون غنہ یا تو حروف علت کے بعد آتا ہے جیسے کنوان
سانپ۔ انیٹ۔ برسوں۔ یا حروف ساکن کے بعد جیسے منہ۔ منسا۔ نون غنہ جب ب یا پ
کے قبل آتا ہے تو اسکی آواز سیم کی ہو جاتی ہے۔ جیسے انبوہ۔ لنبہ۔ لمبا۔ چنپا۔ وغیرہ لیکن
جب اسکے قبل حرف علت آ جاتا ہے تو آواز نون ہی کی رہتی ہے جیسے تاناہا وغیرہ۔

۵۔ نون غنہ کا استعمال زبان میں عام طور پر ہے اور یہ ہر حرف کے ساتھ آتا ہے
جب بچے کو کسی ایسے لفظ کے بچے کرانے پڑتے ہیں جس میں نون غنہ ہوتا ہے تو حضرت استاد
صاحب بڑی دبانہی سے کام لیتے ہیں اور اچھے ایسے ضبط کر دیتے ہیں کہ بچہ خاک نہیں سمجھتا
اور وہ کیا سمجھے حضرت خود ہی نہیں سمجھتے۔ یہ بڑی کمی ہے اور اس کمی کے پورا کرنے کی
صرف ایک یہ تدبیر ہے کہ بھہ جھہ چھہ وغیرہ حروف کی طرح اردو ابجد میں ایک مرکب
صورت کا اضافہ کیا جائے اور جس طرح ۵ دوسرے حروف کے ساتھ مل کر ایک خاص
قسم کی آواز پیدا کرتی ہے اسی طرح نون غنہ دوسرے تمام حروف کے ساتھ مل کر ایک
خاص گنگنی آواز پیدا کرتا ہے اسکے رواج دینے سے یہ وقت بالکل جانی رہے گی۔
افسوس ہے کہ کہنے میں یہ آواز پوری طور پر ادا نہیں ہوتی۔ لیکن نون غنہ کی آواز کا خیال
رکھا جائے تو ہر حرف کے ساتھ یا سانی ادا ہونے لگے گی۔ یہ صورتیں ان۔ بن۔ جن۔ ون وغیرہ
ہونگی۔ اب جنگ کے بچے یوں ہونگے۔ جن گ زبر جنگ۔ یا سانپ کے بچے سن ان زبا
سان پ سوتون سانپ وغیرہ اسکے بعد نون غنہ کوئی چیز نہیں رہے گا۔

۶۔ حروف سے جب الفاظ بنائے جاتے ہیں تو حروف کی تین حالتیں ہوتی ہیں ایک
شروع میں۔ دوسرے بیچ میں۔ تیسرے آخر میں۔ بعض حروف کی تین سے بھی زیادہ صورتیں

ہوتی ہیں۔ مثلاً سیم لفظ کے شروع میں جیسے مور بیچ میں دو حالتیں جیسے تھڑا قمر آخر میں جیسے تسم میں بعض حروف شروع میں مل کر نہیں آتے یہ حروف - ا - و - ذ - ر - ز - و - ہن جب کسی لفظ میں ان حروف کے بعد کوئی دوسرا حرف لکھنا ہو تو الگ لکھنا پڑے گا جیسے سورج - ایال - نذر وغیرہ جب ان حروف میں سے چند حروف مل کر لفظ بنتا ہے تو سب الگ الگ لکھے جائیں گے۔ جیسے دور - دورہ وغیرہ۔

الف ممدودہ کے علاوہ ایک الف مقصورہ بھی ہوتا ہے۔ یہ بعض خاص عربی الفاظ کے ساتھ آتا ہے جیسے عقبی - دعویٰ - اس سی کو الف مقصورہ کہتے ہیں اس طرح عربی الفاظ میں بعض حروف پر کھڑا فتح لکھ دیتے ہیں جس سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ اسے الف کے ساتھ لکھیں گے کر پڑا جائے جیسے رحمن - ہذا۔

اردو تحریر میں (مثلاً عربی فارسی کے) یہ عجیب بات ہے کہ الفاظ میں حروف پورے نہیں لکھے جاتے بلکہ ہر حرف کے لیے صرف چھوٹا سا نشان بنا دیتے ہیں اس طور پر الفاظ نہایت مختصر ہو جاتے ہیں۔ بخلاف دوسری زبانوں کے جن کے لکھنے میں بہت طول ہوتا ہے۔ اور وقت بھی زیادہ صرف ہوتا ہے یہ طرز تحریر نہایت شایستہ اور مہذب ہے شارٹ ہینڈ رائٹنگ (مختصر نویسی) جس کا رواج یورپ میں اب تھوڑے زمانہ سے ہوا ہے۔ وہ ہمارے یہاں صد ہا سال سے موجود ہے ایک مشاق لکھنے والا مقرر کی تقریر کو بخوبی قلمبند کر سکتا ہے۔ یہ خوبی درحقیقت نہایت قابل قدر اور دوسری زبانوں کے لیے قابل رشک ہے۔



فصل دوم

صرف

الفاظ جو استعمال کیے جاتے ہیں وہ ہمیں کچھ نہ کچھ ضرور بتاتے ہیں اور اس لحاظ سے کہ وہ جملہ میں کیا کیا بناتے ہیں۔ انکی دو قسمیں ہیں۔

اول مستقل جو اپنی ذات سے پورے معنی رکھتے ہوں،
دوم غیر مستقل جو اپنی ذات سے پورے معنی نہ رکھتے ہوں، جب تک وہ کسی دوسرے لفظ کے ساتھ ملکر نہ آئیں۔

الفاظ مستقل کی مفصلہ ذیل قسمیں ہیں

- (۱) اسم جو اشیا کا نام بتاتا ہے
- (۲) صفت جو اسم کی صفت یا حالت کو بتاتی ہے
- (۳) ضمیر جو بجائے اسم کے استعمال ہوتی ہے
- (۴) فعل جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا پایا جائے
- (۵) متعلق فعل جو فعل کے معنی میں کمی یا بیشی پیدا کرتا ہے یا اس کی کیفیت یا حالت بتاتا ہے۔

الفاظ غیر مستقل کو حرورث کہتے ہیں جنکی چار قسمیں ہیں۔

(۱) ربط

(۲) عطف

(۳) تخصیص

(۳) فجائیہ

۱۔ اسم

اسم وہ فقط ہے جو کسی کا نام ہو۔

اس کی دو قسمیں ہیں

(۱) خاص

(۲) عام

خاص۔ کسی خاص شخص یا شے کا نام ہے مثلاً علاء الدین، کلکتہ، گنگا۔

عام وہ اسم ہے جو ایک قسم کی تمام افراد کے لیے فرداً فرداً استعمال ہو سکے

جیسے آدمی، گھوڑا، درخت۔

اسم خاص

(۱) خطاب نام جو بادشاہ یا سرکار دربار سے اعزازی طور پر ملتا ہو جیسے اقبال الدولہ، عماد الملک۔

(۲) لقب۔ ایک وصفی نام جو کسی خصوصیت یا وصف کی وجہ سے پڑ گیا ہو جیسے

مرزا نوشہ لقب ہے اسد اللہ خان غالب کا، یا حکیم اللہ لقب ہے حضرت موسیٰ کا۔

(۳) عرف وہ نام جو محبت یا حقارت کی وجہ سے پڑ جائے یا اصلی کا اختصار لوگوں

کی زبان زد ہو جائے جیسے چنو، کلن، فخر، اچھے میان۔

(۴) تخلص ایک مختصر نام جو شاعر نظم میں بجائے اصلی نام کے داخل کر دیتے ہیں۔

مثلاً غالب تخلص ہے مرزا اسد اللہ خان کا۔ حالی تخلص ہے مولانا الطاف حسین کا۔ اسکے

علاوہ ممالک، مدد، یادوں اور پہاڑوں کے اور دیگر جغرافیائی اسماء اور علوم و فنون و امراض

وغیرہ کے نام سب اسم خاص ہوں گے۔

۵) بعض اوقات اسم خاص صفت اسم کی طرح استعمال ہوتے ہیں جیسے رستم۔ حاتم وغیرہ مثلاً یوں کہیں کہ وہ شخص اپنے وقت کا حاتم ہے یا وہ رستم مند ہے۔ یا فلان شخص قیس یا فراد ہے یا وہ ہومرو کا لید اس ہے ایسے موقعوں پر رستم سے بڑا پہلوان۔ حاتم سے بڑا سخی۔ قیس و فراد سے بڑے عاشق۔ ہومرو کا لید اس سے بڑے شاعر مراد ہیں۔

اسم عام

اردو میں اسم عام کئی قسم کے ہوتے ہیں ان میں اسمائے کیفیت۔ اسم ظرف۔ اسم آلہ۔ اسم مجمع خاص متعین ہیں۔ اسمائے کیفیت جنسے حالت یا کیفیت معلوم ہوتی ہے جیسے سختی، نرمی، صحت۔

اسمائے کیفیت تین چیزیں ظاہر کرتے ہیں۔

اول حالت جیسے صحت، مفید، رفقا، ہیج، جھوٹ۔

دوم صفت مثلاً سختی، نرمی، بہتات۔

سوم دنی کیفیت مثلاً درد، خوشی، مطالعہ۔

اسمائے کیفیت کیونکر بنتے ہیں۔

۱) بعض فعل سے بنتے ہیں مثلاً چال چلن، گھبراہٹ، رین دین۔

۲) بعض صفت سے بنتے ہیں مثلاً نرمی، خوشی، کھٹائی، دیوانہ پن۔

۳) بعض اسم سے جیسے دوست سے دوستی، لڑکے سے لڑکپن۔

۴) اکثر عربی ہندی فارسی کے الفاظ اسمائے کیفیت کا کام دیتے ہیں جیسے

صحت، حسن، حرکت، دُہن۔

۱۵) ایک لفظ کی تکرار یا دو لفظوں کے ملنے سے جیسے بک بک، چچان، بین، بچان، پچان، غرضتو۔

اسم ظرف

وہ اسم ہے جس میں معنی جگہ یا وقت کے پاسے جائیں مثلاً چراگاہ، جھڑنا، گھر، میدان بعض علامات ایسی ہیں کہ انکے لگانے سے اسم ظرف بن جاتا ہے۔ بعض انہیں سے ہندی ہیں اور بعض فارسی، لیکن یہ نہیں ہے کہ جس اسم کے ساتھ چاہا انہیں سے کوئی علامت لگا دی، اور اسم ظرف بنالیا۔ انہیں اکثر سماعی ہیں یعنی جو زبان میں مروج ہیں۔ البتہ گاہ اور خانہ اور شہرون اور گاؤں کے نام جو آباد، نگر، پور کے ساتھ آتے ہیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔

ہندی علامات

سال (یعنی جگہ) جیسے گھر سال، دھوڑون کے رہنے کی جگہ، ٹکسال (جہاں نکلے یعنی سکے بنایا جاتا ہے)۔

مثلاً یا سالہ۔ جیسے دھرم سالہ۔ پاٹ سالہ۔ گنو سالہ۔

ستمان (فارسی ستان) دیواستمان۔

آل۔ یا آل۔ جیسے سسرال۔ نہیال۔ درہیال۔

آٹہ۔ سمدھیانہ۔ سرہانہ۔

گا۔ میکا (دکا)

بعض خاص الفاظ دوسرے الفاظ کے ساتھ مل کر اسم ظرف کے معنی دیتے ہیں مثلاً ٹول سے قاضی ٹولہ۔

گھاٹ یا گھٹ۔ مرگھٹ۔ پن گھٹ۔ دھوبی گھاٹ۔

واڑہ۔ بارڑہ۔ جیسے سید واڑہ۔ قصائی بارڑہ۔

واری۔ جیسے پھلواری۔

پارہ۔ جیسے اوپر پارہ۔

دوار۔ ذوارہ۔ جیسے ہر دوار۔ گردوارہ۔ ٹھا کر دوارہ۔

گھر۔ ڈاک گھر۔ ریل گھر۔ تار گھر۔ ناچ گھر۔

نگر۔ سری نگر۔ احمد نگر۔

پور۔ پورہ۔ غازی پور۔ شولا پور۔ عثمان پورہ۔

گڈھ۔ علی گڈھ۔ آسان گڈھ۔

منڈی۔ کھٹل منڈی۔

فارسی علامات

خانہ۔ کتب خانہ۔ ہندی اور انگریزی الفاظ کے ساتھ جیسے چندو خانہ۔ چڑیا خانہ۔

جیل خانہ۔

گاہ۔ چراگاہ۔ شکار گاہ۔ بارگاہ۔ درگاہ۔

وان۔ چاروان ہندی الفاظ کے ساتھ پاندان۔ خاصدان۔ پیک دان۔

دانی۔ (ہندیوں کا تصرف ہے) سرمہ دانی۔ تلے دانی (دھلا دانی)۔

زار۔ سبزہ زار۔ لالہ زار۔ مرغزار۔

سار۔ کوہسار۔

ستان۔ گلستان۔ پرستان۔

شن - گلشن۔

آباد - حیدر آباد - اورنگ آباد۔

بعض اوقات فعل سے بھی اسم ظرف بنتا ہے مثلاً بیٹھنا سے بیٹھک پینا سے پیادہ کبھی فعل اور اسم کے ملنے سے اسم ظرف بنتا ہے مثلاً بدردرو - آب چک - ہمن اور جھڑنا دونوں مصدر ہیں مگر یہ اسم ظرف کے معنوں میں بھی استعمال ہیں رونا کے معنی پھرنے کے ہیں - ظرفی معنی پھرنے کی جگہ یعنی چراگاہ کے ہیں -

جھڑک کے معنی پانی اترنے کے ہیں - ظرفی معنی وہ مقام جہاں سے پانی رتا ہے -

عربی میں اسم ظرف مفعّل - مفعّله کے وزن پر آتے ہیں - انہیں سے اکثر اردو میں بھی رائج ہیں - مثلاً مکتب - مدرسہ - مقبرہ - مسجد - مجلس - مرقد - مقام - مزار - عرشہ - مقتل - منبع - منج - مخرج - ماخذ۔

اسم آلہ

وہ اسم جو آلہ یا آلات کے معنوں میں آئے مثلاً چاقو - تلوار - ہتھوڑا -

۱۔ بعض اسم آلہ فعل سے بنائے گئے ہیں مثلاً

بیلنا سے بیلن، جھولنا سے جھولا -

دھونکنا سے دھونکنی، جھاڑنا سے جھاڑو -

چھاننا سے چھلنی یا چھاننی، چھاننا سے چھانسی -

لٹکانا سے لٹکن، کترنا سے کترنی، پھونکنا سے پھونکنی -

۲۔ بعض اسم سے بھی بنتے ہیں جیسے

نہرنا سے نہرنی - (نہ = ناخن)

ہتوڑا (ہاتھ سے)۔

دون (دانت سے)۔

۳۔ دو اسم مل کر جیسے دسپنا (دست پناہ) سال (منہ) نال (۔)

۴۔ فارسی اسماء کے آگے بعض علامات یا الفاظ بڑھانے سے بنائے گئے ہیں۔

و کے بڑھانے سے بیت دست سے دستہ چشم سے چشمہ۔

آز جیسے انگشت سے انگشتانہ، دست سے دستانہ۔

گیر۔ جبے کف گیر۔ گلگیر۔

کش۔ جیسے بادکش، رودکش۔

تراش جیسے قلم تراش۔

۵۔ عربی کے اسماء آلہ جو اکثر مفعول فاعل یا مفعول کے وزن پر ہوتے ہیں اردو میں بھی مستعمل

ہیں مثلاً مقرض مشعل بنقار مسواک میزان يضراب سطر منبر۔ مینار مصقلہ۔ عربی اسم ظرن اور

اسم آلہ میں صرن یہ فرق ہے کہ اسم ظرن میں اول حرف ہم مفتوح ہوتا ہے اور اسم آلہ میں مکسور۔

اسم جمع

اسم جمع اس اسم کو کہتے ہیں جو صورت میں جمع واحد ہو۔ لیکن درحقیقت کئی اسم کا

مجموعہ ہو جیسے فوج۔ انجن۔ قطار۔ جھنڈ۔

لوازم اسم

لوازم اسم سے مطلب ان خصوصیتوں سے ہے جو ہر اسم میں پائی جاتی ہیں۔

ہر اسم کے لیے جنس تعداد اور حالت کا ہونا لازم ہے۔

(۱) جنس

جنس سے مراد اسماء کی تذکیر و تانیث سے ہے۔

اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک حقیقی دوسری غیر حقیقی (یا مصنوعی)۔

حقیقی جنس صرف جائزوں میں پائی جاتی ہے، جسکی تین صورتیں ہیں۔ ایک مذکر (دوسری مادہ و مونث) تیسری وہ جس پر زوائدہ میں سے کسی کا اطلاق نہیں ہو سکتا لیکن انسان کے تخیل میں بڑی وسعت ہے اس نے اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ بیجان اشیاء اور خیالات حتیٰ کہ ہر قسم کے اسماء میں تذکیر و تانیث کا طرہ لگا دیا۔ لیکن ہر زبان کی حالت ایک سی نہیں ہے، کسی میں جنس تین ہیں کسی میں دو اور بعض ایسی بھی خوش قسمت زبانیں ہیں کہ جن میں سرے سے یہ جھگڑا ہی نہیں۔ جیسے فارسی زبان۔

قدیم انڈو یورپین زبانوں میں جنس کی قسمیں تین ہیں۔ سامی زبانوں میں صرف دو ہیں۔ لیکن حقیقی جنس تمام زبانوں میں ہے اور مصنوعی بعض میں۔ اور جن زبانوں میں مصنوعی جنس نہیں ہوتی وہاں حقیقی جنس کے امتیاز تذکیر و تانیث کے لیے اکثر دو مختلف لفظ ہوتے ہیں۔ اور جن زبانوں میں جنس کی دونوں قسمیں ہوتی ہیں وہاں لفظ کی صورت میں تغیر و تبدل پیدا کر دینے سے تذکیر و تانیث کا امتیاز پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اکثر یہ امتیاز لفظ کے آخری جز یا حرف علت کے بدلنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اردو اور نیز اسکے ساتھ کی دوسری زبانوں میں جنس کی دونوں قسمیں پائی جاتی ہیں۔ اگرچہ ان میں باہم کسی قدر اختلاف ہے۔ سنسکرت میں جنس کی تینوں صورتیں ہیں۔ یعنی مذکر اور مونث اور تیسری

وہ صورت جو نہ مذکر ہے نہ مؤنث۔ اسی طرح پراکرت میں بھی تینوں صورتیں پائی جاتی ہیں۔
 لیکن جدید زبانوں میں جو سنسکرت یا زیادہ تر پراکرت سے پیدا ہوئی ہیں، صرف گجراتی
 اور مرہٹی ایسی بانیں ہیں جنہیں جنس کی تین صورتیں ہیں۔ سندھی۔ پنجابی۔ ہندی دیا اردو
 میں صرف دو ہیں، یعنی مذکر اور مؤنث۔ بنگالی اور آریہ کی عام بول چال میں جنس کا
 کوئی لحاظ نہیں ہے، سوائے اُن الفاظ کے جو ٹیٹ سنسکرت کے داخل کر لیے گئے ہیں
 اور جن کی جنس وہی باقی ہے جو سنسکرت میں تھی۔ لیکن ان میں زبانوں نے سندھی۔ پنجابی
 ہندی میں سندھی ایسی زبان ہے جس کے تمام اسما کا آخری حرف حروف علت ہوتا ہے
 اور اس لیے جنس کی تمیز آسان ہے لیکن باقی دو زبانوں میں یہ امتیاز آسانی سے حاصل
 نہیں ہو سکتا۔

لیکن ان سب زبانوں میں بڑی بھاری بھر کم قوی اور عظیم الشان اشیاء مذکر ہیں
 اور چھوٹی کمزور اور ہلکی پھلکی چیزیں مؤنث۔ یہاں تک کہ جب اصل لفظ مذکر ہے اور اسکی چھوٹی
 کمزور یا ہلکی صورت بیان کرنی مقصود ہوتی ہے تو اُسے مؤنث بنا لیا جاتا ہے اور اسی طرح
 جب اصل لفظ مؤنث ہے اور اُسے بڑی یا بھاری بھر کم صورت میں لانا مقصود ہوتا ہے
 تو اُسے مذکر بنا لیتے ہیں مثلاً سنسکرت میں اصل لفظ ”رشم“ تھا اس سے ہندی رسا بنا۔ یہ
 یہ دونوں مذکر ہیں اسکی چھوٹی اور کمزور صورت رستی ہے۔ سنسکرت ”گوڈ“ تھا ہندی میں
 گول یا گولا بنا۔ یہ دونوں مذکر ہیں اسکی چھوٹی اور کمزور صورت گولی بنائی گئی جو مونث ہے
 اسی طرح پگ سے پگڑی بنی جو مؤنث ہے۔ بڑی بھاری بھر کم پگڑی کے لیے پگڑ مذکر
 بنا لیا گیا۔

سنسکرت ہندوستان کی قدیم علمی زبان تھی اور پراکرت عوام کی بول چال۔

یہ آخری ہی (معروف) عام طور پر تائید کی علامت ہے اور آخری علامات تذکیر یا تنک کہ تنگانی اور اڑیا میں جان تذکیر و تائید کا چند ان لحاظ نہیں ہے تصغیر تبکیر کا امتیاز انہیں علامات سے کیا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ ایک عام قاعدہ ہے لیکن ایسے الفاظ بہت کم ہیں جنکے آخر میں ہی معروف یا آہو۔ ایسی صورت میں صرف اہل زبان کی تقلید کرنی پڑتی ہے اردو زبان میں تذکیر و تائید کا معاملہ بہت پیڑھا ہے اور ایسے قواعد کا وضع کرنا جو سب صورتوں پر حاوی ہوں بہت مشکل ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بجا اختیار کی جو تذکیر و تائید قرار دی گئی ہے اس میں ضرور کسی خیال یا اصول کی پابندی کی گئی ہے لیکن ہر لفظ کی اصل کا پتہ لگانا اور جن اسباب نے اسکی تذکیر و تائید قرار دینے میں اثر ڈالا ہے اس پر غور کرنا آسان کام نہیں ہے۔ اسکے لیے بڑی محنت اور جانکاهی درکار ہے اور سب سے بڑھ کر عالی دماغی اور حکیمانہ نظر کی ضرورت ہے۔ ایسی صورت میں ہم صرف اسی قدر کر سکتے ہیں کہ تذکیر و تائید کے امتیاز کے مختلف قواعد بالتفصیل لکھ دیں تاکہ ان کی شناخت میں کسی قدر سہولت ہو۔ زیادہ تر وقت اس وجہ سے پیدا ہو گئی ہے کہ ہندی کے الفاظ منسکرت اور پر اکرت سے آئے ہیں۔ لیکن انہیں بہت کچھ تغیر و تبدل ہو گیا ہے۔ خصوصاً لفظ کا آخری حرف بالکل گر گیا ہے یا بدل گیا ہے حالانکہ تذکیر و تائید کا دار و مدار اسی پر ہے۔

جان داروں کی تذکیر و تائید

اردو اور دیگر ہندی زبانوں میں جاندار اور بے جان سب ہی میں تذکیر و تائید کا لحاظ ہوتا ہے۔ البتہ جان داروں میں یہ آسانی ہے کہ ان میں تذکیر و تائید کا امتیاز آسان ہے۔ بے جان اشیاء میں چونکہ کوئی علامت تذکیر و تائید کی نہیں ہوتی

اس لیے دشواری ہوتی ہے۔ نظر بران۔ ہم نے ان دونوں کو الگ کر دیا ہے اور اُنکے قواعد بھی الگ الگ بیان ہوں گے۔

۱۔ جن الفاظ کے آخرین آیہ ہوگی وہ مذکر ہونگے حتیٰ کہ اکثر عربی فارسی الفاظ پر یہی قیاس کر لیا گیا ہے جیسے لڑکا۔ گھوڑا۔ بندہ۔ سقہ۔ زبر و غیرہ عربی کے الفاظ جنکے آخر میں ء علامت تانیث یا امی (الف مقصورہ) علامت اسم تفضیل ہو مستثنیٰ ہیں۔ کیونکہ وہ ہمیشہ مونث ہوتے ہیں جیسے والدہ۔ ملکہ۔ کبرئے۔ صغرئے۔

نیز ہندی کے وہ الفاظ جن کے آخرین یا علامت تصغیر یا تانیث ہوتی ہے مستثنیٰ ہیں۔ جیسے چڑیا۔ بڑھیا۔ بندریا وغیرہ۔

۲۔ یاے معروف علامت مونث ہے۔ جیسے گھوڑی۔ ٹوپی۔ لڑکی وغیرہ مگر بعض الفاظ مستثنیٰ ہیں۔ جیسے پانی۔ موتی، گھی، جی، ہاتھی، ادھی۔

یہاں یہ لکھنا چاہیے اور فائدہ سے خالی نہوگا کہ سنسکرت میں لفظ کے آخرین آعمواً علامت تانیث اور ای (یعنی یا ای معروف) تذکیر و تانیث دونوں کی علامت ہے۔ لیکن ہندی اور اسکے ساتھ کی دوسری زبانوں میں آعمواً علامت تذکیر اور ای علامت تانیث ہوتی ہے حالانکہ تمام ہندی الفاظ کا ماخذ اور اصل سنسکرت ہے۔ آخر اسکی وجہ کیا ہے؟ تحقیق کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ پراکرت میں جس سے ہندی اور اسکے ساتھ کی دوسری زبانیں نکلی ہیں ہر قسم کے اسم کے آخرین اکا لگاتے تھے مثلاً پراکرت میں کھٹکا تھا جو بعد میں گھوڑا اور پھر گھوڑا ہوا۔ آکا جس طرح مذکر کی علامت تھی اسکے جواب میں اکا علامت مونث کی جتنی رفتہ رفتہ اکا بدل کر آیا ہو گیا۔ اور ای یا ہوتے ہوئے ای یعنی یا ای معروف رہ گیا۔ علاوہ اسکے صفات کی خاص علامت

مذکر کے لیے آء اور مونث کے لیے آئی ہے۔ چونکہ طبعی طور پر یہ مناسب اور موزون معلوم ہوتا کہ جس اسم کے آخرین آئی ہے اسکے ساتھ صفت بھی ایسی استعمال کی جائے جس کے آخرین سی علامت ہو۔ لہذا رفتہ رفتہ آئی علامت مونث ہو گئی اور آ علامت مذکر۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر قواعد نویسوں نے ایسے مذکر اسماء کو جن کے آخرین آئی یعنی یائی معروف ہے اور ان مونث اسماء کو جن کے آخرین ا ہے سستے خیال کیا ہے۔ اگرچہ وہ اسکی وجہ بیان کرنے سے قاصر رہے ہیں۔

مگر وہ الفاظ جو اوپر سستے بتائے گئے ہیں درحقیقت سنسکرت کے بگڑے ہوئے ہیں۔ سنسکرت الفاظ میں آخرین سی نہیں ہے لہذا جس تو وہی قائم رہی جو سنسکرت میں تھی مگر صورت بدل کر کچھ ایسی ہو گئی کہ جیسے دیکھ کر انکے مونث ہونے کا دھوکا ہوتا ہے مثلاً گلی دراصل سنسکرت میں گھر قنم घन تھا اور ذہی دراصل درہی द्रुہی اور جی دراصل जीव اور پانی دراصل पानिय پانیو اور ہوتی دراصل भौतिक سوک تم تھا۔ اسکے علاوہ بعض پیشہ ورون کے نام بھی سستے ہیں۔ انکے آخرین بھی یائی معروف آتی ہے جیسے دھوبی۔ مالی۔ گھوسی۔ تیلی وغیرہ اسی طرح جن اسماء کے آخرین یائی سستی ہوگی وہ بھی سستے ہیں جیسے پنجابی۔ بنگالی وغیرہ۔

فارسی عربی الفاظ پر اس قاعدہ کا اطلاق پوری طرح نہیں ہو سکتا کیونکہ انہیں بہت سے ایسے لفظ ہیں جنکے آخرین یاے معروف ہے مگر مذکر ہیں۔ جیسے قاضی منشی وغیرہ۔ ۳۔ یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ مذکر کے آخری آیہ کو یائی معروف سے بدل دینا سے مونث بن جاتا ہے۔ یا جان پیشہ ورون کے نام کے آخرین سی (معروف) ہوتی ہے

سہ جنگی جنس سنسکرت میں منفرد (مذکر نہ مونث) ہوتی ہے وہ ہندی میں عموماً مذکر ہو جاتی ہے ۱۱

اگر اُسے ج سے بدل دیا جائے تو وہ مونث ہو جاتا ہے لیکن جہاں آخر میں الف یا
ہی ہو تو زبان مشکل پڑتی ہے اس لیے جس جس طرح سے زبان میں مذکر سے مونث بنے
ہیں خواہ تبدیل علامت آخر یا اضافہ الفاظ سے اُن میں سے اکثر کو آگے الگ الگ لکھ دیا
گیا ہے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

بیجان اشیاء میں بھی یہ قاعدہ استعمال کیا جاتا ہے لیکن درحقیقت وہاں ہی معرود
کے اضافہ کرنے یا آکویاے معروف سے تبدیل کرنے سے مراد اُس اسم کی تصغیر ہوتی
ہے۔ جیسے پہاڑ سے پہاڑی ٹوکرے سے ٹوکرہ وغیرہ۔ بیجان میں مذکر و مونث حقیقی
نہیں ہوتے تصغیر کو مونث استعمال کرتے ہیں۔ جاندار کے لیے البتہ ضرور ہے کہ مذکر کے
لیے مذکر اور مونث کے لیے مونث ہو۔

۴۔ ایسے مذکر جن کے آخر میں کوئی علامت تذکیر نہیں اور ظاہر تذکیر و تانیث
میں مشترک معلوم ہوتے ہیں انکی تانیث آخر میں یا سے معروف بڑھانے سے بنتی ہے
جیسے ہرن سے ہرنی، کبوتر سے کبوتری۔

۵۔ جانداروں میں تذکیر و تانیث کی دو صورتیں ہیں اول مذکر اور مونث الگ الگ
الفاظ ہیں۔ ایک دوسرے سے بظاہر کچھ تعلق نہیں جیسے بیل مذکر گائے مونث۔ دوئم
آخر علامت کے بدلنے یا آخر میں کسی حریت یا حریت کے اضافہ سے مونث بنایا جاتا ہے
تفصیل نیچے لکھی جاتی ہے۔

۱۔ ہر دو مختلف

باپ	مان	غلام	باندی
میان	بی بی	نواب	بیگم

بیل	گائے	نیندھا	جیڑ
خضم یا خاوند	جورو		

۲۔ مختلف علامات کے ساتھ

(۲) مذکر کے آخر کا الف یا ہ مونث میں ی (معروف) سے بدل جاتی ہے جیسے

لڑکا	لڑکی	کانا	کانی
بیٹا	بیٹی	اندھا	اندھی
بچھڑا	بچھڑی	گھوڑا	گھوڑی
بکرا	بکری	شاہ زادہ	شاہ زادی
بندہ	بندی (بانڈی)	چیونٹا	چیونٹی
مرغا	مرغی	بھانجا	بھانجی
بھتیجا	بھتیجی	بچھا	بچھی
پھوپھا	پھوپھی	لنگڑا	لنگڑی
لولا	لولی	بہرا	بہری

(ب) باضائے معروف۔

برہمن	برہمنی	ہرن	ہرنی
چٹھان	چٹھانی	کبوتر	کبوتری

الف بانڈی کا لفظ صرف غلام عورت کے معنوں میں آتا ہے۔ اور ہندی عورتیں بچے نمبر شکل واحد کے

بولتی ہیں جیسے مرد بندہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

الف بھانجا دراصل بہن جایا اور بھتیجا بھائی جایا ہے۔

تیتیر	تیتیری	لوہار	لوہاری
چمار	چہاری	سُناہ	سُناری
مامون	مانی		

(ج) مذکر کے آخر حرف کو ت سے بدل دینے سے جیسے

مراسی	مراسن	نائی	نائن
کنجرا	کنجہرن	جوگی	جوگن
مالی	مالن	دھوبی	دھوبن
بھنگی	بھنگن	گوالا	گوالن
فرنگی	فرنگن	پاری	پارسن
بھائی	بھن	گھوسی	گھوسن
حاجی	حجن	سپولیا	سپولن
دلہا	دلہن	چودھری	چودھرائن
گویا	گگائُن	ناگ	ناگن
گارد	گارون		

(د) آخر حرف کو حذف کر کے یا بلا حذف فی یا انی کے اضافہ سے

شیر	شیرنی	ملا	ملانی
مستر	مسترانی	استاد	استانی

۱۔ حیدر آباد کن میں مستعمل ہے۔ یعنی وہ عورتیں جو محلوں میں مرد سپاہیوں کا کام دیتی ہیں یعنی فلما قنیاں
۲۔ مذکر کی دال حذف کر دی گئی۔

مغلائی	مغنی	مغنی	مغنی
اونٹ	اونٹنی	سور	سورنی
راسے (راجہ)	راتی	فقیر	فقیرنی
مور	مورنی	جیشہ	جٹھانی
دیور	دیورانی	بنیا	بنینی
ڈاکٹر	ڈاکٹرنی	ڈوم	ڈومنی
بھوت	بھوتنی	جن	جٹھانی
شاعر	شاعرنی	پنڈت	پنڈتانی

ٹھوسے ٹھوانی مونٹ آتا ہے لیکن حقارت کے موقع پر بولتے ہیں۔

(۴) بعض اوقات اخیر حرف میں کچھ تبدیلی کے بعد یا بغیر تبدیلی کے یا اضافہ کرنے

سے مونٹ بنتا ہے۔ جیسے

کتا	کتیا	بندر	بندریا
چوہا	چوہیا	گدھا	گدھیا
چڑا	چڑیا		

۳۔ بعض غیر زبانوں کے مذکورہ مونٹ بعینہ اردو میں سٹعل میں مثلاً بیک مذکر بیگم

۴۔ ہمتی کا الف اور 'ی' دونوں حذف ہو گئے ہیں۔ غالباً یہ لفظ ہاتھ سے نکلا ہے۔ سو نہ بجائے ہاتھ کو بھی گئی ہو
۵۔ اصل میں راجنی تھا ج کثرت استعمال سے اوڑ گیا۔

۶۔ بیان مونٹ واحد مذکر سے نہیں بنایا بلکہ جمع مذکر سے بنا ہے ۷۔ جان صاحب کا شعر ہے

میں وہ شاعر نی ہوں گر کچھ مجھے کوئی میری زبان نہ لاکھ مرزا کو سناؤں سو سناؤں میر کو۔

مونث ترکی میں خان سے خاتم ہے یا عربی کے مثلاً سلطان سے سلطانہ، ملک سے ملکہ۔ خاتون و آتون بھی ترکی لفظ ہیں جو مونث ہیں۔

۴۔ بعض اوقات اسم خانہ کا علم کو مذکر سے مونث بنا لیتے ہیں جیسے

حجیم	رحیم	امیر	امیرن
کریم	کریمین	نور	نورن
محمد	محمدی	امامی	اماسن
مراد	مرادن	نصیب	نصیبین

بعض اوقات اسماء خاص میں حرث و آؤ کے مہمول و معروف ہونے سے مونث و مذکر کا فرق ظاہر ہوتا ہے و آؤ معروف سے مذکر اور مہمول سے مونث۔

مچو مچو رامو رامو رانو رانو بدلو بدلو

بعض اسماء خاص مرد و عورت کے لیے یکساں استعمال ہوتے ہیں جیسے گلاب احمدی وغیرہ ۵۔ عموماً مونث مذکر سے بنتا ہے لیکن بعض مذکر ایسے بھی ہیں جو مونث سے بنتے ہیں جیسے عینسا عینس سے یارنڈ وارانڈ سے بلاؤ بلی سے سسر ساس سے۔

۶۔ بعض الفاظ ایسے ہیں جو صرف مذکر استعمال ہوتے ہیں اور ان کا مونث نہیں آتا اور بعض صرف مونث استعمال ہوتے ہیں اور مذکر ان کا نہیں آتا مثلاً چیل، بطخ، سینا، ببل، فاختہ، لومتری غیر ذوی العقول میں۔ رندی، کسبی، ہردنگی، ڈائن، چڑیل، بیوہ، سوت، سائن، و غیر ذوی العقول میں مونث استعمال ہوتے ہیں۔ طوطا، کوآ، اژدہا، تیندو، باز، الو، چیتا اور غیر ذوی العقول میں بجانڈ، بھرؤ، ہجڑا وغیرہ ہمیشہ مذکر ہوتے ہیں۔

۷۔ چھوٹے چھوٹے جانور دن میں اکثر صرف ایک ہی جنس متعل ہے مثلاً مکھی (مونث)، جگنو (مذکر)، چھپکلی (مونث)، چھو ندر (مونث)، کچھوا (مذکر)، بھر (مونث)۔

۸۔ اکثر اوقات الفاظ کے ساتھ نر اور مادہ کا لفظ لگا کر مذکر و مونث بنا لیتے ہیں مثلاً مادہ خر۔ نر گاؤ۔ یا چلتے کی مادہ۔ مادہ خر گوش وغیرہ۔

۹۔ بعض اوقات مذکر لفظ مونث کے لیے بھی استعمال کر جاتے ہیں مثلاً بیٹی کو مان یا سے کہتی ہے ”نہ بیٹیا ایسا نہیں کرتے“۔

بعض لفظ مشترک ہیں کہ دونوں کے لیے آتے ہیں۔ مثلاً بچہ کا لفظ یا گھوڑی کو دیکھ کے کہہ سکتے ہیں کہ کیا اچھا جانور ہے۔

۱۰۔ جن ہندی الفاظ کے آخر آیہ ہوتی ہے مونث میں یا سے معروف سے بدل جاتے ہیں مثلاً لڑکے سے لڑکی۔ فارسی الفاظ بھی جو اردو میں عام طور پر استعمال ہونے لگے ہیں اسی قاعدے میں آجاتے ہیں۔ مثلاً شاہزادہ سے شاہزادی، بیچارہ سے بیچاری، بندہ سے بندی، حرام زادہ سے حرام زادی وغیرہ مگر شرمندہ اور عمدہ ششٹی ہیں۔

بیجان کی تذکیر و تانیث

۱۱۔ بیجان اسما کی تذکیر و تانیث قیاسی ہوتی ہے۔ اکثر اوقات وہ الفاظ (خصوصاً) ہندی اور تہذیبوا لیے غلط سنسکرت کے، جن کے آخر آیہ ہوتی ہے مذکر ہوتے ہیں مثلاً ڈبا۔ چوہا، جھ۔ پیشہ گزار وغیرہ۔ لیکن ایہیں ششٹی بھی ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) تمام ہندی اسماے تصغیر جن کے آخر یا ہوتی ہے مثلاً پڑیا، ڈبیا وغیرہ۔
(ب) تمام عربی کے سہ حرفی الفاظ جیسے ادا، قضا، حیا، رضا، خطا وغیرہ

(ج) بعض عربی مصادر جن کے آخر آء ہو، خواہ تہز لکھی ہو یا نہ لکھی ہو جیسے ابتدا، انتہا۔ (اسکی تفصیل آگے آئے گی)

(د) عربی کے اسمائے تفضیل جن کے آخر میں الف مقصورہ ہوتا ہے یا بعض دیگر الفاظ جیسے عقبی، صغریٰ، کبریٰ، دنیا، کیمیا۔

(ه) بعض ہندی لفظ جو ث سہ یعنی خالص سنسکرت کے ہیں کیونکہ سنسکرت میں علامت تانیث بھی ہے مثلاً پوجا، بچا، مانا، بروا، بچھوا، بھاکا، سیتلا، گھٹا، گھٹیا، انگیا، مالا، سبھا، جٹا، چھالیا۔ (آقا اور دآ بھی مونث ہیں)

۱۲۔ عربی و ہندی اسمائے کیفیت جن کے آخر میں ت ہو مونث ہوتے ہیں مثلاً مذمت، رفعت، شیکت، قیامت، اشت، کرامت وغیرہ مگر خلعت، رایت، شربت لغت مستثنیٰ ہیں۔

۱۳۔ عربی الفاظ کی جمع جب عربی قواعد کے رو سے آتی ہے تو اسکی تذکیر و تانیث میں صرف یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جو حالت واحد کی ہے وہی جمع کی ہوگی۔ مثلاً شئے مجلس اور مسجد مونث ہیں تو انکی جمع اشیا، مساجد اور مجالس بھی مونث ہوگی۔ چند الفاظ البتہ مستثنیٰ ہیں۔ مثلاً اگرچہ معرفت، حقیقت، قوت، شفقت۔ مونث ہیں مگر انکی جمع معارف، حقائق، قویٰ اور اشفاق مذکر مستقل ہیں۔ بعض متاخرین اہل لکھنؤ کا یہ قول ہے کہ ہر لفظ کی عربی جمع مذکر ہی آتی ہے۔ یہ قاعدہ تو بہت اچھا ہے مگر اس کا کیا علاج کہ اہل زبان یوں نہیں بولتے۔ اہل دہلی بجز بعض مستثنیات کے ہمیشہ مونث کی جمع مونث اور مذکر کی مذکر ہی استعمال کرتے ہیں۔ جن حضرات کا یہ قول ہے کہ ہر عربی لفظ کی عربی جمع مذکر بولتی چاہیے انھیں یہ دھوکا اس وجہ سے ہوا ہے۔

کہ بعض الفاظ جو مونث ہیں انکی جمع بھی اسی وزن پر آئی ہے جو واحد میں مذکر ہیں مثلاً
 حادثہ مذکر اسکی جمع حوادث ہے لہذا یہ بھی مذکر ہے اور مذکر بولا جاتا ہے۔ چونکہ حقائق
 بھی اسی وزن پر ہے و صو کے میں اسے بھی مذکر بولنے لگے لیکن یہ چند الفاظ مستثنیات
 میں سے ہیں اس پر سے یہ قیاس قائم کر لینا کہ ہر لفظ عربی کی (خواہ مؤنث ہو یا مذکر)
 جمع مذکر ہی ہوگی صحیح نہیں ہے، یوں تو عورات (عورت کی جمع) بھی مذکر ہونی چاہیے
 مگر ایسا نہیں ہے، حالانکہ بعض مذکر الفاظ کی جمع بھی اسی وزن پر آئی ہے۔ اس کا یہ
 جواب کہ یہ مونث حقیقی ہے لہذا اس قاعدہ کے تحت میں نہیں آتا صحیح نہیں ہے،
 کیونکہ جب ہم ایک لفظ کو واحد کی حالت میں مونث مان چکے ہیں (گو وہ مونث غیر حقیقی
 ہی کیون نہ ہو) تو کوئی وجہ نہیں کہ اسکی جمع کو مونث نہ تسلیم کریں۔ کیونکہ واحد میں جب ہم ایک
 لفظ کو جو مونث غیر حقیقی ہے مونث تسلیم کرتے ہیں تو افعال اور صفات بھی اسکے لیے مثل
 مونث حقیقی کے استعمال کرتے ہیں اور کوئی فرق اس میں اور مونث حقیقی میں نہیں کرتے
 تو پھر کیا وجہ ہے کہ مونث حقیقی کی عربی جمع کو مونث بولیں اور مونث غیر حقیقی کی جمع کو مذکر
 غرض ان حضرات کا یہ اجتہاد کسی طرح قابل تسلیم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ عجیب منطق ہے کہ ایک
 لفظ جو واحد میں مونث ہے جمع ہوتے ہی مذکر ہو جاتا ہے۔ اور اگر غیر حقیقی مونث کے
 متعلق اٹکا یہ خیال ہے تو حقیقی مونث کے متعلق بھی یہی ہونا چاہیے اور میں ان کے
 اس قاعدہ کا نقض ظاہر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب ایک بار بیجاں شے کا مونث قرار پا چکتا
 ہے تو پھر اس میں اور حقیقی مونث میں کسی قسم کا فرق اور امتیاز باقی نہیں رہتا۔ ہمارے
 خیال میں حتی الامکان اس قسم کے الفاظ کی اُردو جمع استعمال کرنا زیادہ فصیح ہے، اگرچہ
 بعض مواقع پر عربی جموع کا استعمال کرنا ناگزیر ہے۔ ایسی حالت میں بجز چند مستثنیٰ الفاظ

یہی قاعدہ یاد رکھنا چاہیے کہ مونث کی جمع مونث ہوگی اور مذکر کی جمع مذکر۔

۱۴۔ زبانوں کے نام عموماً مونث ہوتے ہیں مثلاً انگریزی، فارسی، اردو، سنسکرت

وغیرہ۔

۱۵۔ ایسے اسماء و اوزار کی نقل ہیں مونث ہوتے ہیں ریاضیں، سائیں، چٹ، چٹ، ڈھڑ، ڈھڑ وغیرہ

۱۶۔ دنوں اور مہینوں کے نام مذکر استعمال ہوتے ہیں، دنوں میں جمعرات، مستثنیٰ ہے۔

۱۷۔ ہاتھوں اور جواہرات کے نام بھی مذکر ہیں، چاندی، البتہ مستثنیٰ ہے۔ ہندی میں

اسے روپا کہتے ہیں جو مذکر ہے۔

۱۸۔ ستاروں اور سیاروں کے نام بھی مذکر ہیں۔

۱۹۔ کتابوں کے نام اگر مفرد ہیں تو مونث ہونگے، لیکن مرکب ہونے کی حالت میں

مضاف یا موصوف کی تذکر و تانیث پر کتاب کی تذکر و تانیث منحصر ہوگی مثلاً بوستان

گلستان مونث ہیں مگر قصہ حاتم طائی یا قصہ حلیمہ دانی مذکر ہیں

۲۰۔ اسی طرح غزلوں کے نام مونث ہونے جاتے ہیں۔

۲۱۔ ہندی حاصل مصدر (یعنی وہ اسماء کیفیت جو مصدر سے بنائے جاتے ہیں)

اور اکثر اسماء کیفیت جو اسی وزن پر ہونے ہوتے ہیں۔ جیسے

پکار، پٹکار، چھنکا، جھنکار وغیرہ

پھسلن، دھڑکن، کھنچن، چھنن وغیرہ۔ البتہ چلن مستثنیٰ ہے

بناوٹ، کچاوٹ، نیلاہٹ وغیرہ

مہک۔ روک، چوک، جھلک، چمک وغیرہ

مٹھاس، کھٹاس، نکاس وغیرہ۔

البتہ برتاؤ، بچاؤ کے وزن پر جو حاصل مصدر آتے ہیں وہ سب مذکر ہوتے ہیں
 بناؤ، لگاؤ، اٹکاؤ، ٹاؤ، لداؤ وغیرہ

اسی طرح وہ اسمائے کیفیت جو اسم یا صفت کے آخر "ہن" لگانے سے
 بنتے ہیں مذکر ہوتے ہیں۔ مثلاً بچہن، لڑکپن، دیوانہ پن وغیرہ

۲۲۔ ہندی کے وہ الفاظ جن کے آخر آویا اوٹن ہوتا ہے اکثر مونث ہوتے ہیں
 جیسے باؤ، چھاؤن، جوکھون، جھون، سون، سرسون، کھڑاؤن وغیرہ

۲۳۔ حروف تہجی میں۔ با پ ت ج چ ح خ و ڈ ڈر ز ر ظ ط ف ہ دی
 مونث ہیں۔ سیم مختلف فیہ ہے

۲۴۔ جو عربی الفاظ افعال۔ افعال۔ انفعال۔ استفعال۔ تفعّل تفاعل
 اور تفعّله کے اوزان پر آتے ہیں وہ مذکر ہوتے ہیں بروزن افعال جیسے اکرام، حسان
 انعام وغیرہ باستثناء انشاء، افراط، ایذا، امداد، الحاح، اصلاح۔

بروزن افعال جیسے اختیار، اعتدال، اضطراب وغیرہ باستثناء ابتداء
 انتہاء، التما، احتیاط، احتیاج، اطلاع، اشتہاء، اصطلاح، اقتدار

بروزن استفعال جیسے استعفاء، استقلال وغیرہ باستثناء استعداد، استعداد
 استثناء، استعداد، استتعار

بروزن انفعال جیسے انکسار، انقلاب، انحراف وغیرہ
 بروزن تفعّل جیسے توکل، تکلف، تقصّب وغیرہ باستثناء توقع، توجہ،
 تمنا، ترشح، تضرع، تہجد۔

بروزن تفاعل جیسے تفاعل، تنافع، تلاطم وغیرہ باستثناء تواضع

بروزن تفعله جیسے تذکرہ، تجربہ، تصفیہ، تخلیہ وغیرہ

۲۵۔ جو عربی الفاظ مفاعله کے وزن پر آتے ہیں وہ مذکر ہیں جیسے مجادلہ،

مشاعرہ، معاملہ، مناظرہ وغیرہ

لیکن یہی الفاظ یا دوسرے الفاظ جب مفاعلت کے وزن پر آتے ہیں تو مونث

ہوتے ہیں جیسے معانت، مصاحبت، مشارکت وغیرہ یہی حال تفعله اور تفعلات کا

ہے جیسے تربیت، تقویت وغیرہ مونث ہیں تفعله کی مثالیں لکھی جا چکی ہیں۔

۲۶۔ تمام عربی الفاظ تفعیل کے وزن پر مونث ہوتے ہیں جیسے تحریر، تقریر

وغیرہ باستثنائے تعویذ۔ لیکن جب تفعیل کے بعد ہائے ہوز آتی ہے تو وہ الفاظ مذکر

ہوتے ہیں۔ جیسے تخبیہ، تعلیفہ وغیرہ۔

۲۷۔ نیز وہ الفاظ عربی و فارسی جن کی آخری ہائے اضافی ہوتی ہے اکثر مذکر ہوتے

ہیں جیسے نسخہ، روضہ، صفحہ، ذرہ، طرہ، شیشہ، آئینہ، پیمانہ وغیرہ باستثنائے دفعہ

فقتہ، توبہ، زوجہ۔

۲۸۔ عربی اسمائے ظرف مذکر ہوتے ہیں جیسے مکتب، مسکن، مقام، مشرق

مغرب وغیرہ باستثنائے مجلس، محفل، منزل، مسجد، مجال، مسند وغیرہ۔

اسمائے الہ بروزن مفعال اکثر مونث ہوتے ہیں۔ جیسے قرآن، میزان وغیرہ

باستثنائے معیار، مقیاس، مصداق۔

لیکن بروزن مفعول اکثر مذکر ہوتے ہیں جیسے منبر، مصقل وغیرہ باستثنائے

مشعل مگر بروزن مفعولہ ہمیشہ مذکر ہوتے ہیں جیسے منطقہ، مصقلہ، مراۃ وغیرہ۔

۲۹۔ تمام فارسی حاصل مصدر جن کے آخرین سش ہے مونث ہوتے ہیں جیسے

دانش، خواہش، بخشش وغیرہ

۳۰۔ مرکب الفاظ جو دو لفظوں سے مل کر بنتے ہیں خواہ بلا حرف عطف یا مع حرف

عطف انکی تذکیر و تانیث میں بھی اختلاف ہے

(۱) جو لفظ دو افعال یا ایک اسم اور ایک فعل سے مل کر بنتے ہیں وہ اکثر مونث

ہوتے ہیں جیسے آمد و رفت، آمد و گزیر، نشست و برخاست، نشست و قطع و برید، تراش و خراش، تنگ و دو، آمد و شد، خرید و فروخت، بود و باش، دار و گیر، شکست و رخت، بود و دہش، کم و کاست، ہاست و ناست، سوز و گداز، بند و بست و ساز و باز۔

(ب) اگر ان میں ایک مونث اور دوسرا مذکر ہے (مع حرف عطف یا بلا حرف

عطف) تو فعل کی تذکیر و تانیث آخری لفظ کے لحاظ سے ہوگی۔ جیسے آب و ہوا، قلم و دوات، آب و غذا، آب و گل، کشت و خون، تاخت و تاراج، عنایت نامہ، سالار منزل، خلوت خانہ وغیرہ مگر جب دو لفظ مل کر ایک خاص معنوں میں آئیں تو یہ لحاظ نہیں رہتا جیسے گلشکر۔ مگر بیچ و تاب مستثنیٰ ہے۔

(ج) جب دو نون جز مذکر ہوں تو مذکر اور دو نون مونث ہوں تو مونث آئیگا جیسے

آب و رنگ، آب و دانہ، آب و نمک، گلشن و مذکر استعمال ہوتے ہیں اور آب و تاب، جستجو، گفتگو، مونث ہیں۔ مگر شیر و برنج مستثنیٰ ہے۔ حالانکہ دو نون جز مذکر ہیں لیکن پھر بھی مونث ہے۔ غالباً اسکی وجہ یہ ہے کہ فرنی اور کھیر دو نون مونث ہیں لہذا شیر و برنج بھی ان کا مترادف ہونے کی وجہ سے مونث ہی استعمال ہونے لگا۔ نیشکر جس کے دو نون جز مونث ہیں مذکر آتا ہے اس لیے کہ گنے کا مترادف ہے۔ چونکہ گنا مذکر متعل ہے اس لیے نیشکر بھی مذکر بولا جانے لگا۔

۳۱۔ جن الفاظ کے آخر میں بند، آب (سوائے متاب کے جس کے معنی ایک قسم کی آتش بازی کے ہیں) بان، وان، استان، سار، زار ہوتا ہے وہ اکثر مذکر ہوتے ہیں جیسے سینہ بند، پاسبان، گلاب، پیچوان، گلستان، بوستان، دباستان، پام کتب معروفہ، کوہ سار، لالہ زار وغیرہ۔

۳۲۔ بعض الفاظ ایسے بھی ہیں جو بعض معنوں میں مونث ہیں اور بعض معنوں میں مذکر جیسے دوپہر جب دن کے خاص وقت کیلئے (جو بارہ بجے ہوتا ہے) آتا ہے تو مونث ہے جیسے دوپہر ٹل گئی۔

” یعنی دو ساعت مذکر ہی جیسے مجھے انتظار کرتے کرتے دوپہر ہو گئی۔

گزرا گزرنے کا حاصل مصدر ہے۔ جیسے میرا گدردہان ہوا۔

” یعنی بسر و قافحت جیسو اس میں میری گزرنہیں ہو سکتی۔

تکرار بخت اور جھگڑے کے معنوں میں مونث۔ جیسے میری اس سے تکرار ہو گئی۔

” کسی لفظ کو تکرار لانے کے معنوں میں مذکر جیسے اس لفظ کا تکرار فصیح نہیں۔

آب پانی کے معنوں میں مذکر۔

” صفائی یا چمک کے معنوں میں مونث جیسے موتی کی آب۔

تد ضد جزر جیسے دریا کا تد۔

” جب اس خط کے معنوں میں ہو جو حساب میں یا عرضی پر کھینچا جاتا ہے

تو مونث ہے۔ بعض نے مذکر بھی لکھا ہے۔

” تذکری یا حساب کے صفیہ کے معنوں میں مونث۔ جیسے روپیہ کون سی

در سے دیا جائے۔

” الف محدودہ کا تذکرہ ہے۔

ترک (عربی) اپنے دست برداری مذکر ہے۔

” اپنے نشان جو یادداشت کے لیے کتاب میں رکھ دیا جاتا ہے مونث ہے۔

” ترک اک اک جزو کی دو دو پر ملتی نہیں، بلا سیر،

عرض ضد طول مذکر۔ جیسے اس مکان کا عرض۔

” بعضی التماس، پوشیدہ سیر یہ عرض ہے۔

کف جھاگ کے معنوں میں مذکر۔

” تلوے یا تھیلی کے معنوں میں مختلف فیہ۔

تاج تاکنا سے اسم۔ مونث ہے۔

” انگوڑی بیل مذکر۔

آہنگ قصد کے معنوں میں مذکر۔

” آواز کے معنوں میں مونث۔

تال تالاب کے معنوں میں مذکر۔

” وزن موسیقی کے معنوں میں مونث۔

نال بندوق کی نلی مونث۔

” نال کے معنوں میں مختلف فیہ

” گھاس وغیرہ کی ڈنڈی مونث۔

” لکڑی یا پتھر کا کندہ اوجہ پلوں اٹھاتے ہیں مذکر۔

بیل ایک خاص پھل کے معنوں میں مذکر۔

بیل باقی سب معنوں میں مونث

مثل بمعنی مانند مذکر

کاغذات مقدمہ مونث

لگن بمعنی ظرف یعنی خاص شمع، مذکر

بہنے لگاؤ مونث

مغرب بمعنی مقام غروب مذکر

معنی وقت شام مونث

۳۳۔ چند الفاظ ایسے ہیں جنہیں اہل زبان مذکر و مونث دونوں طرح بولتے ہیں

یا بعض الفاظ ایسے ہیں کہ وہ ایک جگہ مونث بولے جاتے ہیں۔ اور دوسری جگہ مذکر جیسے

سائٹس قلم نگر غور طرز نقاب

مرقد شکر قند کٹار درود فاتحہ کلک

کیف جھڑک سیل سچہ ہن گزند

نشاط حروف تہجی میں نیم اور جیم

قامت گیند مالاٹھ

۳۴۔ اہل دہلی و گھنڈہ فونہ کر بیان مختلف فیہ ہیں یعنی مذکر و مونث دونوں طرح استعمال ہوا ہے۔

۳۵۔ مختلف فیہ

۳۶۔ مختلف فیہ

۳۷۔ اہل دہلی مونث اور اہل گھنڈہ مذکر بولتے ہیں۔

۳۸۔ اہل گھنڈہ مذکر بھی بولتے ہیں۔ ۳۹۔ ایضاً

الفاظ عام طور پر مذکر ہے مگر اہل لکھنؤ میں مختلف فیہ ہے۔ مالا اہل دہلی مونث بولتے ہیں مگر اہل لکھنؤ میں مختلف فیہ ہے۔

(۲) تعداد

اسم عام یا تو واحد ہوگا یا جمع۔ اسی کو تعداد کہتے ہیں

۱۔ جن واحد ذکر الفاظ کے آخرین آیا ہے وہ جمع میں یا سے محمول سے بدل جاتے ہیں مثلاً

واحد	جمع	واحد	جمع	واحد	جمع
لڑکا	لڑکے	ڈبہ	ڈبے	حصہ	حصے

۲۔ واحد ذکر الفاظ کے آخرین یہ علامت ہو تو ان کی صورت واحد جمع میں یکساں رہتی ہے۔ مثلاً ایک مرد آیا، چار مرد آئے، میرے پاس ایک لیمپ ہے، اسکے پاس کئی لیمپ ہیں، ایک ہاتھی آیا، چار ہاتھی آئے، ایک لڑو کھایا، چار لڑو کھائے، لیکن دھواں اور روان مستثنیٰ ان۔ جمع میں ن کے ماقبل آدے سے بدل جاتا ہے، یعنی جمع دھوین اور روان ہوتی ہے۔

۳۔ جن مونث واحد الفاظ کے آخری ہوا انکی جمع میں ان بڑا دیتے ہیں جیسے لڑکی لڑکیاں، گھوڑی گھوڑیاں، کرسی کرسیاں۔

۴۔ جن مونث واحد الفاظ کے آخرین یا ہوا انکی جمع میں صرف ن بڑا دیتے ہیں جیسے گڑیا سے گڑیاں، چڑیا سے چڑیاں۔

۵۔ جن مونث واحد الفاظ کے آخرین آہوتا ہے جمع میں اُسکے بعد یں دریں بڑا دیتے ہیں۔ جیسے گھٹائیں، مائیں، تنائیں۔

۶۔ جن کے آخرین مذکورہ بالا علامات میں سے کوئی نہیں ہوتی انکی جمع کے لیے صرف تین (دسے ن) بڑا دیتے ہیں جیسے مائنین۔ گاجرین، کتابین، بیگین، باتین، لیکن بھونشتنی ہے اسکی جمع بھون آتی ہے۔

۷۔ بعض اسماء کی جمع نہیں آتی مثلاً

(۱)۔ وہ مذکر الفاظ جن کے آخر آیہ نہو۔ جس کا نمبر ۲ میں ذکر ہو چکا ہے (مگر جب انکے بعد کوئی حرف ربط آجاتا ہے تو جمع میں استعمال ہوتے ہیں) (ب) عموماً اسماء کی کیفیت کی جمع نہیں آتی، جب تک کوئی خاص وجہ نہ ہو یعنی کیفیات مختلفہ جمع نہ ہوں۔ ورود، بخار وغیرہ

(ج) دہاتون کی جمع استعمال نہیں ہوتی۔ جیسے چاندی، سونا، تانبا وغیرہ۔ اگر مختلف ممالک یا مختلف اقسام کی کوئی معدنی شے ہو تو البتہ جمع آئے گی۔ جیسے اس نے مختلف قسم کے سونے جمع کیے ہیں۔

روپیہ پیسہ کی اگرچہ جمع آتی ہے مگر جب اسکے معنی دولت کے ہوتے ہیں تو واحد ہی استعمال ہوتا ہے مگر معنی جمع کے ہوتے ہیں۔ جیسے اس کے پاس بہت روپیہ پیسہ ہے یعنی مال دار ہے۔ صرف روپیہ (واحد میں) بھی ان معنوں میں آتا ہے۔ جیسے اس کے پاس بہت روپیہ ہے۔

یوں بھی روپیہ جمع کے معنوں میں دونوں طرح استعمال ہوتا ہے مثلاً اس نے دو ہزار روپیہ خرچ کیا یا اس نے دو ہزار روپیہ خرچ کیے دونوں طرح صحیح ہے۔

۸۔ اب تک صرف ایک فاعلی صورت کا بیان تھا۔ لیکن جب فاعل یا مفعول یا اضافت کے حروف یا حرف ربط اسماء کے بعد آتے ہیں تو واحد اور جمع کی صورت میں تبدیلی واقع

ہو جاتی ہے۔ لہذا اب اسکا منسل ذکر کیا جاتا ہے۔

جن حروف کے آجانے سے تبدیلی ہوتی ہے وہ یہ ہیں۔ کا، کی، کے، نے، کو، پر، پہ، سے، تمک، مین۔

یہ حروف حروف ربط کہلاتے ہیں۔

ان حروف کے آنے سے یہ تبدیلیاں ہوتی ہیں۔

۱) جن واحد الفاظ کے آخر میں آیا تو ہوتی ہے۔ وہ ان حروف کے آجانے

سے (ے) مچول سے بدل جاتے ہیں۔ جیسے لڑکے نے لگھوڑے کو، حقے مین۔

لیکن ذیل کے الفاظ مستثنیٰ ہیں

(۲) بعض ہندی الفاظ جنہیں سے اکثر ٹٹ سما (خالص سنسکرت کے) اور بعض پنجابی

دیسے بگڑی ہوئی سنسکرت کے ہیں جیسے

راجا، گھٹا، سبھا، پوجا، بھاکا (بھاشا) چٹا، کالا، بیچا، سیٹلا، انگلیا، بچھیا، اما

اما، دوا، داتا وغیرہ۔

دب، اسماء جو عزیزوں اور رشتہ داروں کے معنوں میں آتے ہیں جیسے چچا، بابا

دادا، مانا، خالا، پھوپھا، ماما، پتا وغیرہ

دج، عربی سے عربی لفظ ریا، ربا، دعا، حیا، قبا، عبا، زبا، خلا، غنا، طلا، ہوا،

دوا، بلا، صفا، غذا، ثنا، رجا، سزا، جزا، جلا، جفا، وفا وغیرہ۔

(د) عربی مصادر جنکے آخر آ رہتا ہے وہ بھی مستثنیٰ ہیں جیسے انشا، املا، استنزا،

اختامنا، افترا، افقنا، التجا وغیرہ۔

(۴) ان مصادر سے ایسے عربی مفعول جنکے آخر میں الف ہے مدعا مقفنا

منشا وغیرہ۔

(۱) جن کے آخر میں الف مقصورہ ہے جیسے اعلیٰ، ادنیٰ، عقبیٰ وغیرہ
 (۲) تمام اسمائے خاص جیسے گنگا، ستھرا، خدا وغیرہ
 (۳) فارسی کے اسم فاعل دانا، بنیا، سشنا سا وغیرہ
 (ط) بعض دوسرے فارسی عربی اسماء جیسے دریا، ہما، صحرا، میحا، عفا، کیمیا،
 طوبا، ثریا، مینا۔

(۲) جان یہ علامت لینے (آیۃ) نہیں ہوتی وہاں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی
 جیسے شہرین، مالی نے، لڑکی سے وغیرہ
 لیکن دو ہندی لفظ دھوان اور روان ایسے ہیں جنکی حالت سب سے جدا ہے
 انکے بعد جب حروف ربط آتے ہیں تو و کے قبل کا الف یا ے مہول سے بدل جاتا
 ہے جیسے دھوین میں۔ روئین سے۔

(۳) وہ عربی الفاظ جنکے آخرین ع یا ح ہوا انکے اقبل حرف کی حرکت زیر ہو
 تو پڑھنے میں زیر سے بدل جاتا ہے۔ جیسے جمع میں، مطیع میں، مصرع میں۔
 جمع کی حالت میں بھی جبکہ (صورت فاعلی ہو) زیر سے بدل جاتا ہے۔ جیسے
 بہت سے مرقع رکھے ہیں، بیان مطیع کثرت سے ہیں۔

نیز وہ عربی الفاظ جنکے آخر ۃ زاید اور ما قبل ع مفتوح ہو تو وہ ۃ سے
 نہیں بدلتی مگر تلفظ میں حرت ما قبل ع کا زیر زیر ہو جاتا ہے۔ جیسے جمع کے روز قلعہ
 میں آؤ بعض لوگ ے سے لکھتے ہیں جیسے قلعہ، جمع

(۴) جمع مذکر کے بعد حرف ربط کے آنے سے جمع میں و ن بڑھاتے ہیں جیسے

شہروں میں مردوں کے ساتھ۔

جمع مونث کا الف ت بھی و ت سے بدل جاتا ہے۔ لڑکیوں نے دھونیوں کو
لیکن جن الفاظ کے آخر میں و ہوتی ہے انکی جمع میں و پر تہزہ بڑا کرن زیادہ کر دیتے
ہیں جیسے جو روئے نے گاؤں میں کھڑا کوئے میں۔

(۵) بعض الفاظ ایسے ہیں جو ہمیشہ جمع میں استعمال ہوتے ہیں مثلاً دستخط بہت
اچھے ہیں، ختنے اس لفظ کے کیا معنی ہیں یا یہ کن معنوں میں آتا ہے۔
پت میں فعل جمع کے ساتھ آتا ہے جیسے تھے میں پت نکلے۔

ختنہ کا لفظ واحد اور جمع دونوں میں ہوتا ہے جیسے اسکے ختنے ہو گئے یا
اسکا ختنہ ہو گیا۔ ایسے ہی اور بعض الفاظ ہیں جن کا ذکر نحویں ہو گا۔
(۶) اقسام غلہ کی واحد جمع میں بہت اختلاف ہے۔

بعض صرف واحد میں استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے باجرا۔ کی۔ جوار۔
بعض صرف جمع میں استعمال ہوتے ہیں جیسے یہ گیہوں بُرے ہیں، یہ تل بہت اچھے
ہیں، ان تلون میں تیل نہیں، آج کل جو بہت سستے ہیں۔

بعض واحد جمع دونوں میں آتے ہیں جیسے چائو لگا نہیں چھتا، چنے کھایا کرو۔
(۷) بعض الفاظ ایسے ہیں کہ ان کی جمع کی جمع استعمال ہوتی ہے جیسے اولیاء کو یا
انبیاء کو سے دعا، مانگنا، تمہیں شاید کبھی اشرفوں کی صحبت نصیب نہیں ہوئی۔ آج کل
برجیاں اس طرف ہے کہ جہاں تک ممکن ہو جمع الجمع نہ بنائی جائے اس قسم کے لفظ عموماً
غربی ہفاظ ہوتے ہیں اردو میں انکی دوبارہ جمع بنالی جاتی ہے۔

لے ہماری رائے میں واحد میں جمع اٹکا لٹو ہے (گالوں، گاؤں، ٹھیک نہیں ہوتا اگر تینوں طرح لکھا جاتا ہے۔

اشتراف کا لفظ اردو میں واحد متشکل ہو جیسے اخبار کا لفظ۔ اصول واحد اور جمع دونوں میں استعمال ہوتا ہے مثلاً میرا یہ اصول ہے، سب مذاہب کے اصول قریب قریب یکساں ہیں۔

اسی طرح کائنات، اور اوت (حادثہ کے مضمون میں) کرامات، انحراف، صلوات، حاضرات، قبیح (یعنی آمدنی بالائی)، اوزار، (واحد و جمع)، اخلاق (واحد و جمع دونوں)، القاب (واحد و جمع دونوں)، آفاق (یعنی جہان)، احوال، املاک، اسرار (واحد و جمع)، مواد، علم، ارواح (واحد و جمع)، رعایا، (واحد و جمع دونوں طرح) اوقات (یعنی حیثیت جیسے تیری کیا اوقات ہے) تحقیقات، صلوات، سکرات، حوالات، تعینات، اولاد (واحد و جمع) ترانچ، تسلیات، آداب (یعنی سلام) خواص، احوال (واحد و جمع دونوں طرح)، اسباب (یعنی سامان) معلومات (واحد و جمع) افواہ، معقولات (یعنی علم) موجودات (گنتی اور شمار کے مضمون میں جیسے موجودات لینا) اگرچہ جمع ہیں مگر اردو میں واحد کے مضمون میں متشکل ہیں۔

(۳) حالت

اسم کی چند حالتیں ہوتی ہیں، اور ہر اسم کے لیے ضرور ہے کہ وہ ذیل کی کسی نہ کسی حالت میں ہو۔

۱۔ حالت فاعلی یعنی کام کرنے والے کی حالت۔ جیسے احمد نے روٹی کھائی۔ یہاں کام کرنے والا یعنی روٹی کھانے والا احمد ہے لہذا احمد کی حالت فاعلی ہوگی۔

متعدی افعال کے ساتھ فاعل کی علامت تے ہوتی ہے، نے کے آنے سے اس کا عام کے واحد اور جمع کی صورت بدل جاتی ہے۔ لڑکے نے روٹی کھائی، لڑکوں نے روٹی کھائی۔ مگر جان کوئی خاص علامت تذکر و تانیث کی نہیں ہوتی وہاں تبدیلی نہیں ہوتی

۲۔ جمع میں یعنی خدنگار و یعنی زن پرستار واحد آتا ہے مگر یعنی خاصہ شے واحد اور جمع دونوں طرح متشکل ہے۔

جیسے گھر جل گیا۔ گھر جل گئے۔

(۲) حالت مفعولی اسے کہتے ہیں جس پر کام کا اثر پڑے جیسے اوپر کی مثال احمد نے روٹی کھائی مین کھانے کا اثر روٹی پر پڑتا ہے اسلئے روٹی حالت مفعولی مین ہے مفعول کے ساتھ اکثر اوقات کو یا سے آتا ہے جیسے مین نے حامد کو خط لکھا، کلیم حامد سے لڑا، سکی کئی قسمین ہیں ان کا ذکر نحو میں کیا جائے گا۔

کو سے کے آنے سے جو تبدیلی ہوتی ہے اسکا ذکر تعداد میں ہو چکا ہے۔
(۳) حالت ظرفی یعنی جب کہ کسی اسم کا تعلق زمان و مکان سے پایا جائے جیسے وہ گھر میں ہے، وہ شام سے غائب ہے، یہاں گھر اور شام حالت ظرفی مین ہیں۔
حالت ظرفی مین جب اسماء کے ساتھ مین سے تک پہ آتے ہیں تو ان حروف کے آنے سے جو تبدیلیاں اسماء ماقبل میں ہوتی ہیں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

(۴) حالت اضافی جس میں کسی ایک اسم کو دوسرے سے نسبت دی جائے یعنی کسی اسم کا علاقہ یا تعلق کسی دوسرے اسم سے ظاہر کیا جائے۔ جیسے احمد کا گھوڑا، یہاں گھوڑے کا تعلق احمد سے ظاہر کیا گیا، اس لیے یہ مضاف کہلاتا ہے اور جس سے نسبت یا علاقہ ظاہر کیا جاتا ہے اسے مضاف الیہ کہتے ہیں۔ یہاں احمد مضاف الیہ ہے۔

حروف اضافت واحد مذکر مین کا جمع مذکر مین کے اور واحد اور جمع مونث مین کی آتے ہیں۔ انکی تبدیلیاں پہلے بیان ہو چکی ہیں۔

ف۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ان تمام حروف کے آنے سے جو تبدیلیاں ہوتی ہیں وہ صرف اسماء عام میں ہوتی ہیں اسماء خاص میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوتی جیسے جہنا کے کنارے، مہرا کے پاس۔

۵۔ حالت منادی وہ جسے بلایا جائے جیسے اے لڑکے اے آدمی یا اللہ۔

واحد مذکر میں اگر آخر الف ہے تو کے مہول سے بدل جائے گا جیسے اے لڑکے اور جمع میں بجائے لڑکوں کے صرف لڑکوں کو رہ جائے گا 'ن' گر جاتا ہے جیسے اے لڑکو!

واحد مؤنث میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی جیسے اے لڑکی جمع میں مذکر کی طرح نون گر جاتا ہے جیسے اے لڑکیوں۔

جہاں کوئی علامت مذکر نہیں ہوتی وہاں واحد میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ جیسے اے جانور البتہ جمع کی حالت یکسان ہے جیسے اے جانوروں۔

اسما کی تصغیر و تکبیر

تصغیر کے معنی ہیں چھوٹا کرنے کے بعض اوقات الفاظ میں کسی قدر تغیر کر کے یا بعض حروف کے اضافہ سے اسما کی تصغیر بنالیتے ہیں۔

(۱) کبھی تصغیر محبت کے لیے بنائی جاتی ہے۔ مثلاً بھائی سے بھیا، بہن سے بہنا۔

(۲) کبھی حقارت کے لیے جیسے مرد سے مردوا، جوڑو سے جوڑوا۔

(۳) کبھی چھوٹائی کے لیے جیسے شیشہ سے شیشی۔

اردو میں اسما کی تصغیر کئی طرح آتی ہے۔

(۱) الفاظ کے آخر میں آیا و ا بڑھادینے سے جیسے جوڑو سے جوڑوا۔ مرد سے

مردوا، بھائی سے بھیا، لونڈی سے لونڈیا،

(۲) بعض اوقات مذکر کو مونث بنانے سے مثلاً شیشہ سے شیشی، ٹوکرا سے ٹوکری

(۳) بعض اوقات مختلف علامات ظاہری، لفظی، یا وغیرہ بڑھانے سے اور

الفاظ میں کسی قدر تبدیلی کرنے سے جیسے

آنکھ سے آنکھڑی، گھٹے سے گھڑی، آنکھ سے کھڑا، پنگ سے پنگڑی، جی سے

جیوڑا، کوندے سے کوندالی، ناند سے نندولا، کھٹ سے کھٹولا، سانپ سے سنپولا

یا سپولیا، کاگ (کو) سے گگیا، چور سے چوڑا، آم (آنب) سے انبیا۔

بعض اوقات محض حقارت کے لیے روپیہ کو روپلی بولتے ہیں۔ سودا نے ایک

جگہ شاعر کو حقارت سے شاعر لکھا ہے۔

بعض اوقات اسم خاص کو تصغیر (تخفیر کے لیے) بنا لیتے ہیں جیسے کھنوی سے

کھنوا کا پنوری سے کانپوریا۔

فارسی میں ہج کہ وغیرہ علامات تصغیر ہیں مثلاً باغچہ، مروک، مشکیزہ۔

تصغیر کی ضد تکبیر ہے جسکے معنی ہیں بڑا کرنا یا بڑھانا۔ بعض اسموں کو غلطی سے کسی قدر تغیر

سے بڑایا بھاری بھر کم کر کے دکھاتے ہیں جیسے مخدوم سے مخادیم اگرچہ مخادیم جمع ہے

لیکن بعض اوقات کسی شخص کو تحقیر سے (جو بڑا بتاتا ہے) مخادیم کہتے ہیں جیسے بڑا مخادیم

بنا بیٹھا ہے۔ اسی طرح موٹے سے موٹلا، پگڑی سے پگڑ، گھڑی سے گھڑبات سے

بتنگڑ۔

کبھی شہ (شاہ) کا لفظ شروع میں لگا کر بناتے ہیں۔ جیسے شہتیر، شہباد،

شاہ بلوت، شاہراہ، شہپر دیہ فارسی ترکیب ہے۔



۲۔ صفت

الفاظ صفت وہ ہیں جو کسی اسم کی حالت یا کیفیت و کمیت ظاہر کریں۔
صفت ہمیشہ اسم کی حالت کو محدود کرتی ہے۔ مثلاً 'بیکار لوگ'، 'جاہل آدمی'،
شریر لڑکا۔

اس کی کئی قسمیں ہیں۔

۱۔ صفت ذاتی

۲۔ صفت نسبتی

۳۔ صفت عددی

۴۔ صفت مقداری

۵۔ صفت ضمیری

۱۔ صفت ذاتی

وہ ہے جس سے کسی چیز کی حالت اندرونی یا بیرونی ظاہر ہو جیسے ہلکا،

فہم، سبز،

۱۔ بعض اوقات یہ صفات دوسرے اسماء یا افعال سے بھی بنائی جاتی ہیں

مثلاً لڑاکا (لڑنے سے)، ڈبلوان (ڈہال سے)، کھلاڑی (کھیل سے)، بلی (دل سے)،
جیوٹ (لاج و منت، ہنسوڑ، بھاگوان، جی، لاج، ہنسی اور بھاگ سے)۔

۲۔ بعض اوقات بلکہ اکثر وہ الفاظ سے مرکب آتی ہے مثلاً ہنس مکھ، من چلا،

منہ پھٹ وغیرہ۔

(۳) بعض فارسی علامتیں عربی منہدی الفاظ کے ساتھ آکر صفت کا کام دیتی ہیں جیسے
سادت مند، ناشکرا، بے فکر، سمجھ دار، بے چین، بے بس وغیرہ

(۴) فارسی عربی صفات ذاتی بھی اردو میں کثرت سے استعمال ہیں جیسے دانا، احسن،
بینا، شریف، نفیس، خوب وغیرہ

(۵) صفات ذاتی کے تین درجے ہیں۔

درجہ اول جس میں صرف کسی شے یا شخص کی صفت محض مقصود ہوتی ہے جیسے
اچھا یا بُرا۔

درجہ دوم جس میں ایک شے کو دوسری پر ترجیح دی جاتی ہے۔ یہ حرف سے سے ظاہر
ہوتی ہے جیسے یہ کپڑا اُس سے اچھا ہے۔

درجہ سوم جس میں کسی شے کو اس قسم کے سب انشاء سے ترجیح دی جاتی ہے۔ جیسے
ان کپڑوں میں یہ سب سے اچھا ہے۔ جماعت میں یہ لڑکا سب سے ہوشیار ہے۔ بعض
اوقات صفات میں زور یا مبالغہ پیدا کرنے کے لیے بعض الفاظ بڑھا دیے جاتے ہیں
وہ الفاظ یہ ہیں۔

بہت۔ جیسے بہت اچھا، بہت ہی اچھا۔ تمھارا بھائی اُس لڑکے سے بہت بڑا ہے
کین۔ یہ بھی درجہ دوم میں صفت کے بڑھانے کے لیے آتا ہے جیسے یہ اس سے
کین بہتر ہے۔ یہ اس سے بدتر ہے۔

زیادہ۔ صرف درجہ دوم میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے یہ زیادہ اچھا ہے۔

بڑا۔ بڑا لمبا سانپ، بڑا گہرا تالاب۔

نہایت۔ یہ حرف فارسی عربی الفاظ کے ساتھ آتا ہے۔ جیسے نہایت عمدہ، نہایت نفیس۔

بعض اوقات ایک کا لفظ بھی مبالغہ پیدا کرتا ہے جیسے ایک چھٹا ہوا، ایک بذات ہے۔

یہ جو چشم پر آب ہیں دونوں

ایک خانہ خراب ہیں دونوں

لیکن اس کا استعمال ہمیشہ ذم کے موقع پر ہوتا ہے۔ زور کے واسطے بھی بڑا دیتے ہیں۔

اسی طرح اعلیٰ، اعلیٰ درجہ، اول نمبر، اول درجہ، پرلے درجہ کے الفاظ بھی

یہی کام دیتے ہیں۔ جیسے اُسین یہ اعلیٰ صفت ہے، اعلیٰ درجہ کی جنس، اول نمبر کا احمق،

پرلے درجہ کا بیوقوف۔ اُسین اعلیٰ اور اعلیٰ درجہ کا لفظ اسم کے ساتھ آتا ہے باقی

صفات کے ساتھ۔

۶۔ سا کا لفظ بھی صفات کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے، اس سے مشابہت

پائی جاتی ہے، مگر ساتھ ہی صفت میں کمی کا اظہار ہوتا ہے جیسے لال سا کپڑا، کالا سا

رنگ، وہ تو مجھے بیوقوف سا معلوم ہوتا ہے۔

بعض اوقات سا اُڑا کر نہایت پاکیزہ مبالغہ ظاہر کیا جاتا ہے جیسے ہلکا پھول

میٹھا شہد۔ اگرچہ اسکی ترکیب یہ ہوگی کہ پھول سا ہلکا یا شہد سا میٹھا لیکن اسکے معنی زیادہ

بست ہلکے اور بہت میٹھے کے لیے جاتے ہیں چنانچہ اس قسم کی ترکیبی صفات ذیل میں دی جاتی

ہیں۔ ہلکا پھول، میٹھا شہد، لال انکارہ، لال بھوکا، کالا بھنگ، کھٹا چوک، کھٹا چونا،

کڑوا زہر کڑوا نیم، کڑوا کرنا، سوکھا کھڑنگ، پھیکا پانی، موٹا پھیس، لتبا اونٹ، سوکھا

کانٹا، دُبلاتاق، سید ہاتک، سید ہاتیر، سفید جھک، گرم آگ، ٹھنڈا برف، ٹھنڈا دولا،

اندھیرا گھپ، نیلا کانچ، بھرا تھیر، اندھا ٹیم، میلا چکیٹ، بڑھا چوس۔

سا کا استعمال صفت کی زیادتی کے لیے اس طرح بھی آتا ہے جیسے بہت سا آٹا، بڑا سا گھر۔

ساکن معنوں میں سنسکرت کی علامت شش سے نکلا ہے جبکہ معنی گنا کے ہیں اور جان سا کے معنی مشابہت کے ہیں وہ سنسکرت کے لفظ سما سے ہے برج میں یہ ساکن ہوا اور ہندی اور اردو میں سا ہو گیا۔

منفی صفات ذاتی | اردو میں چند حروف یا الفاظ ہندی کے ایسے ہیں جنکے لگانے سے صفات ذاتی میں نفی کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔ جیسے

ا	جیسے	اٹل	امر	دہ مرنے والا
آن	جیسے	انجان	آن مل	
نر	جیسے	نرمل	نراس	
بے	جیسے	بے ڈھرک	بے سرا	بے جوڑ
ک	جیسے	کراہ	کدھب	
بن	جیسے	بن سرا	بن جٹی	(زمین)
ن	جیسے	نڈر		

فارسی عربی الفاظ کے ساتھ فارسی عربی کی علامات استعمال ہوتی ہیں مثلاً
مالائق، مابینا (فارسی علامت) غیر ممکن (عربی علامت) بے وقوف (فارسی علامت)

(۴) صفات نسبتی

صفات نسبتی وہ ہیں جن میں کسی دوسری شے سے لگاؤ یا نسبت ظاہر ہو،

مثلاً ہندی عربی وغیرہ

۱۔ عموماً یہ لگاؤ اسم کے آخرین یا بے معروف کے بڑھانے سے ظاہر ہوتا ہے

جیسے فارسی، ترکی، ہندوستانی، آبی، پیازی وغیرہ۔

۲۔ جب کسی اسم کے آخرین ی یا ہ یا آ ہوتا ہے تو ی یا ہ یا آ کو واؤ سے بدل کر ی بڑا دیتے ہیں جیسے دہلی سے دہلوی، سندیلہ سے سندیلوی، موسیٰ سے موسوی، عیسیٰ سے عیسوی۔

۳۔ بعض اوقات ہ کو حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے مکہ سے مکی، مدینہ شہر مدنی۔
نقطہ (صفات نسبتی جب بغیر اسم کے آتی ہیں تو بجائے خود اسم ہو گئی جیسے بنگالی بڑے ذہین ہوتے ہیں)

۴۔ بعض اوقات آنہ بڑھانے سے نسبت ظاہر کرتے ہیں جیسے غلامانہ، عاقلانہ، جاہلانہ، مردانہ (یہ فارسی ترکیب ہے)۔

۵۔ ہندی میں بھی چند علامتیں ہیں جنکے اسم کے آخرین آنے سے صفت نسبتی بن جاتی ہے۔

را یا لا رندی میں ر اور ل کا بدل عام طور پر ہوتا ہے جیسے سنہرا روپیلا، پیچیرا۔

وان جیسے گیدوان،

ار جیسے گنوار (گاؤن سے)۔

لا یا آلا جیسے سانولا، رنگیلا، ٹیالا، اکیلا، منجھلا، پچھلا، اگلا،

والا جیسے گلکٹہ والانا جسہ

کا جیسے قیامت کا، غضب کا۔

سا جیسے چاند سا۔

(۳) صفت عددی

جس سے تعداد کسی اسم کی معلوم ہو۔

۱۔ تعداد دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک جب ٹھیک عدد کسی شے کا معلوم ہو جیسو پانچ آدمی اچھ گھوڑے اسے تعداد معین کہتے ہیں۔

دوسرے جب ٹھیک ٹھیک تعداد کسی شے کی نہ معلوم ہو جیسے چند لوگ، بعض شخص اسے تعداد غیر معین کہتے ہیں۔

۲۔ تعداد غیر معین کے لیے اکثر یہ الفاظ مستعمل ہوتے ہیں۔

کئی، چند، بعض، سب، کل، بہت، بہت سے، تھوڑا، تھوڑے، کم، کچھ۔

۳۔ تعداد معین کی تین قسمیں ہیں۔

ایک، تعداد معمولی جیسے دو، تین، چار وغیرہ کل اعداد۔

ف پراکرت سے ہندی الفاظ بنانے میں آخری حرف علت عموماً گر جاتا ہے۔ حروف ربط

خارج کر کے درمیانی حرف علت پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ یہاں سنسکرت اور پراکرت کے اصل ہندوؤں کا

لکھنا اور یہ بتانا کہ موجودہ ہندی ہند سے کیسے بنے ہیں دیکھنی سے خالی نہ ہوگا۔

۱	سنسکرت	ایکا	پراکرت	ایکا	ہندی	ایک
۲	"	دوی	"	دو	"	دو
۳	"	تری	"	ترتی	"	تین
۴	"	چار	"	چٹاری	"	چار
۵	"	پانچن	"	پانچا	"	پانچ

۶	سش	چھا	چھ (ش چ سے بدل گیا)
۷	سپتن	سنتا	سات
۸	اشٹن	اٹھا	آٹھ
۹	کون	کا	نوا
۱۰	دسان	دسا	دس

دس کے آگے کے ہند سے اکائیوں اور دہائیوں کے ملنے سے بنے ہیں اور انہیں جو تبدیلی ہوئی ہے وہ ظاہر کی جاتی ہے۔ اول پر اکرت دسا بدل کر دہا ہوا اسکے بعد دہا سے رہا ہو گیا

۱۱۔ سنکرت اکا دشان (یعنی ایک اور دس) پر اکرت ایا رہا ہندی اگیارہ سے گیارہ۔

دہندی میں سنکرت کا ک گ سے بدل گیا اور اولیٰ کا حرف حلت گر گیا،

۱۲	سنکرت	دوا دشان	پر اکرت	ولدا	ہندی	بارہ
۱۳	"	تریو دشان	"	ترہ	"	تیرہ
۱۴	"	چاترو دشان	"	چارو دا	"	چودہ
۱۵	"	پانچا دشان	"	پانچا دا	"	پندرہ
۱۶	"	شٹو دشان	"	سٹو دا	"	سولہ
۱۷	"	سپتا دشان	"	سٹرا	"	سترہ
۱۸	"	اشٹا دسان	"	اٹھا دا	"	اٹھارہ
۲۰	"	دیم شتی	"	وی سی	"	بیس

ان ہندو میں یہ امر قابلِ لحاظ ہے کہ خلاف معمول تو کا ہندسہ ہر دہائی کے ساتھ اگلی دہائی سے ایک کم کر کے ظاہر کیا جاتا ہے مثلاً انیس اصل میں اون اسیں ہے اونا کے معنی کم اور اسیں پر اکرت وی سی

بڑا ہوا ہے۔ یعنی ایک کم ہیں۔ اسی طرح اکتیس اونے تیس، یعنی ایک کم تیس ہے۔ علی ہذا اکتیس اُنٹا ہے
اچاس اُنٹہ۔ اُنتر۔ اُناسی بن مگر نو اسی (نو اور اسی) خانوے (دو اور نوے) باقاعدہ ہیں۔

۲۰	سنگرت	رزمین ست	پرکرت	تری سا	نہدی	تیس
۴۰	"	چت دین ست	"	چتاری سا	"	چالیس
۵۰	"	پانچاست	"	پاننا سا	"	پچاس
۶۰	"	شش تی	"	"	"	ساتھ
۷۰	"	سپنتی	"	"	"	ستر

دب سے مل گئی اور آخری ت سے بدل گئی اور مرکب ہونے کی حالت میں س سے بدل گیا ہے۔

۸۰ سنگرت اس تی، امین ت مگر گئی اور س ڈبل ہو کر اسی ہو گیا۔

۹۰ " کے لفظ نو سے تی سے بنا ہے۔

۱۰۰ " شتم پرکرت ساؤ سے سویا سے بنا۔

تعداد معین کی دوسری قسم تعداد ترتیبی ہے جس سے ترتیب کسی شے کی معلوم ہوتی ہے۔ جیسے ساتواں پانچواں وغیرہ۔ اسکے بنانے کا قاعدہ یہ ہے کہ تعداد معین کے آگے وان لگا دیتے ہیں۔ لیکن پہلے چار عدد اور چھ کا ہندسہ اس قاعدے سے استثنائے ہے۔ انکی تعداد ترتیبی یہ ہے۔

پہلا، دوسرا، تیسرا، چوتھا، چھٹا۔

بعض اوقات اعداد کے آگے ون اظہار کلیت کے لیے بڑھادیا جاتا ہے۔

جیسے پانچون، تینون، چھکون جاتے رہے، چارون موجود ہیں، دونون اسطے
دونونین لفظ ون بجائے دو کے استعمال ہوا ہے اور اسکے آگے ون بڑھایا گیا ہے

بعض اوقات مزید تاکید کے لیے اُسے دہرا دیتے ہیں۔ جیسے دونوں کے دونوں چلے گئے
ساتوں کے ساتوں موجود ہیں۔

فارسی میں عدد کے آخر میں ہم بڑا دیتے ہیں جیسے یکم دوم سوم چارم وغیرہ۔
تیسری قسم تعداد معین کی تعداد ادا معنائی ہے، جس میں کسی عدد کا ایک یا ایک سے
زائد بار دہرانا پایا جائے۔ اردو میں کئی طرح سنگلی ہے۔

- ۱۔ عدد کے آگے گنا بڑھانے سے جیسے دُگنا، گُنا، چوگنا وغیرہ۔ گنا یا گونا
(فارسی) اور اصل سنسکرت کے لفظ گون آسے ہے، جس کے معنی قسم کے ہیں۔
- ۲۔ چند (فارسی) کے بڑھانے سے جیسے دوچرا، سہچرا، دہچرا وغیرہ۔
- ۳۔ ہر آ بڑھانے سے جیسے اکہرا، دوہرا، تہرا، چوہرا۔
- ہر آ در حقیقت بار کا مخفف ہے جو سنسکرت کے لفظ وارا سے بنا ہے۔

بعض اوقات تعداد معین کے آگے ایک کا لفظ بڑا دینے سے تعداد غیر معین ہو جاتی
ہے جیسے پچاس ایک آدمی بیٹھے تھے جس کے معنی ہر گئے تھیں کم و بیش پچاس۔ اسی
طرح بیس ایک دو ایک وغیرہ وغیرہ دس بیس پچاس، سیکڑہ، ہزار، لاکھ، کروڑ جمع کی
حالت میں تعداد غیر معین کے معنوں میں آتے ہیں۔ اور اس سے کثرت کا اظہار ہوتا ہے
مجھے دسوں کام ہیں، اس مکان میں بیسوں دیامیسیوں، کمرے ہیں، ہر روز سیکڑوں
آدمیوں سے ملنا پڑتا ہے، ہزاروں آدمی جمع تھے، لاکھوں روپیہ صرف
ہوگا۔

اسی طرح ان کی فارسی جمع صد، ہزار، لاکھ، کروڑ، ہا بھی اسی طور اور

(۴) صفت مقداری

جس سے مقدار یا جسامت کسی شے کی معلوم ہوتی ہے۔

مقدار دو قسم کی ہے۔ ایک معین و دوسری غیر معین۔

غیر معین جیسے بہت ٹھوڑا، کچھ زیادہ۔

یہ الفاظ تعداد اور مقدار دونوں کے لیے آتے ہیں۔ مومن استعمال سے امتیاز

ہو سکتا ہے کہ صفات تعدادی ہیں یا مقداری۔ مثلاً بہت سے آدمی بیٹھے ہیں (تعدادی) بہت سا گڑ رکھا تھا (مقداری)۔

انکے علاوہ کتنا رگس قدر، جتنا، اتنا بھی صفات مقداری کے لیے آتے ہیں۔

جیسے دیکھو کتنا پانی چڑھ آیا، جتنا کھا کھا سکے کھاؤ، اتنا پانی مست پیو، فاد اتنا بڑا کھڑا کبھی (یہ، اور وہ)، ان معنوں میں استعمال ہوتے ہیں جیسے یہ بڑا چھوٹکے کے نسبت سے نکلا، اب کی برسات کا وہ زور ہے کہ خدا کی پناہ یہ ڈھیر کتا بون کا پڑا ہے۔

نوٹ 'یہ' کا لفظ اکثر کسی دوسری صفت کے ساتھ آتا ہے مگر وہ 'تہما' ۱۲

(۵) صفات ضمیری

وہ ضمائر جو صفت کا کام دیتی ہیں مثلاً وہ یہ، کون، کونسا، جو، کیا۔

وہ عورت آئی تھی۔ یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ کون شخص ایسا کہتا ہے۔

جو کام تم سے نہیں ہو سکتا اسے ہاتھ کیوں لگاتے ہو۔ کیا چیز گر پڑی۔

یہ الفاظ جیب تہما آتے ہیں تو ضمیر ہیں اور جب کسی اسم کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں تو صفات ہیں۔

ف۔ صفات ذاتی و نسبتی جب اسم کے ساتھ آتے ہیں تو اسم کی صفت ہوتے ہیں اور جب نہ آتے ہیں تو اسم کا کام دیتے ہیں۔ مثلاً اچھا آدمی یہاں اچھا صفت ہے۔ چاہیے اچھون کو جتنا چاہیے، یہاں وہی لفظ اسم کا کام دیتا ہے۔ یہ بنگالی لڑکا بڑا ذہین ہے (صفت) بنگالی بڑے ذہین ہوتے ہیں (اسم)

صفت کی تذکیر و تانیث | اردو میں صفات کی تذکیر و تانیث اکثر منہدی الفاظ میں ہوتی ہے اور وہ بھی بعض بعض حالتوں میں۔ جب

ذکر کے آخر میں الف ہوتا ہے تو یہ الف یا ئے معروف سے بدل جاتا ہے اسی طرح جمع میں الف یا ئے مجہول سے بدل جاتا ہے مگر جمع مونث میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی

واحد مذکر جمع مذکر واحد مؤنث جمع مؤنث

اچھا مرد اچھے اچھی عورت اچھی عورتیں

بعض اوقات فارسی و رات میں ہی جو اردو میں بکثرت متعل ہیں اور جنکے آخرے یا آہوتا ہے یہی تبدیلی واقع ہوتی ہے جیسے دیوانہ مرد، دیوانے مرد، دیوانی عورت، دیوانی عورتیں، اسی طرح جدا اور جدی

صفات عددی یا ترتیب میں ذکر کا آن مونث میں سے معروف اور ل سے بدل جاتا ہے جیسے پانچواں مرد، پانچویں عورت۔ لیکن جب ذکر کے بعد حرف ربط آ جاتا ہے تو آیائی مجہول سے بدل جاتا ہے جیسے پانچویں مرد نے کہا مگر مونث کی حالت یکساں رہتی ہے۔

صفت کی تصغیر | بعض اوقات صفات کی تصغیر بھی آتی ہے لہجے سے لہجہ لہجہ کی تصغیر لہجہ ترا، چھوٹے سے چھٹکا، موٹے سے ٹھٹکا۔

۳۔ ضمیر

وہ الفاظ جو بجائے اسم کے استعمال کیے جاتے ہیں ضمیر کہلاتے ہیں جیسے وہ نہیں آیا۔ میں آج نہیں جاؤنگا۔ ضمیر سے فائدہ یہ ہے کہ بار بار انہیں اسماء کو جو گر چکے ہیں دہرائنا نہیں پڑتا، اور زبان میں الفاظ کے دہرانے سے جو بدنامی پیدا ہو جاتی ہے وہ نہیں ہونے پاتی۔

ضمائر کی قسمیں

(۱) شخصی (۲) موصولہ (۳) استفہاسیہ (۴) اشارہ (۵) منکیر۔

(۱) ضمیر شخصی وہ ہیں جو اشخاص کے لیے استعمال کی جاتی ہیں۔ اسکی تین صورتیں ہیں

ایک وہ جو بات کرتا ہے اسے متکلم کہتے ہیں

دوسرا وہ جس سے بات کی جاتی ہے اسے مخاطب کہتے ہیں

تیسرا وہ جس کی نسبت ذکر کیا جاتا ہے اسے غائب کہتے ہیں

ضمائر کی تو یہ حالتیں ہوتی ہیں ایک فاعلی دوسری مفعولی تیسری اضافی۔

ہر ایک کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے

ضمائر متکلم

واحد	جمع
حالت فاعلی	میں
حالت مفعولی	مجھے یا مجھ کو
حالت اضافی	میرا
	ہم
	ہمیں یا ہم کو
	یا ہمارا

ضمائر مخاطب

جمع	واحد	
تم	تو	حالت فاعلی
تھیں یا تم کو	تجھے یا تجھ کو	حالت مفعولی
تجھارا	تیرا	حالت اضافی

ضمائر غائب

جمع	واحد	
وہ	وہ	حالت فاعلی
انگو یا انھیں	اسے یا اسکو	حالت مفعولی
انکا	اسکا	حالت اضافی

اُردو ضمائر میں تذکرہ و تانیث کا کوئی فرق نہیں ہوتا۔

ضمائر غائب میں واحد و جمع دونوں کے لیے وہ آتا ہے (وہ پُرانی اُردو

ہے) اور اس میں اشخاص اور سشیپ کا امتیاز نہیں ہوتا۔

وہ کے بعد جب ضرورت مبطہ آتے ہیں تو۔

جمع	واحد	
انھوں نے	اُس نے	حالت فاعلی میں
انکو	اُسکو یا اُسے	حالت مفعولی میں
انکا ہو جاتا ہے	اُس کا	حالت اضافی میں

تو یا تو نے بے مکلفی اور محبت کے لیے آتا ہے جیسے ان بچے سے، اگر وہ چلے

باتین کرتا ہے یا مخاطب کی کم چستی کو ظاہر کرتا ہے جیسے آقا نوکر سے باتین کرتے وقت استعمال کرتا ہے۔ بعض اوقات بہت بے تکلف دوست بھی تو کہہ کر باتین کرتے ہیں۔
نظم میں اکثر تو لکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے لوگوں اور بادشاہوں کو بھی اس طرح خطاب کیا جاتا ہے۔

بعد شاہان سلف کے تجھے یوں ہے تفضیل
جیسے قرآن پس توریت و زبور و انجیل (ذوق)

دعا پر کروں ختم اب یہ نصیہ کہان تک کہوں تو چین ہے چنان ہے (میر)
وعدہ نگیتے وقت خدا سے بھی تو سے خطاب کیا جاتا ہے۔ یہ مسلمانوں کی توحید کا اثر ہے جو اردو سے نہ، ہی زبانوں میں پہنچا ہے۔ دوسرے مواقع پر واحد مخاطب کے لیے تم ہی استعمال کرتے ہیں۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ تم بھی اکثر لوگوں اور چھوٹے لوگوں سے خطاب کرتے وقت بولا جاتا ہے۔ ورنہ اکثر اور عموماً واحد مخاطب اور جمع مخاطب دونوں کے لیے آپ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

آپ تعظیماً واحد غائب کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے اگرچہ لوگ طرح طرح کی ایذا پہنچاتے تھے مگر آپ کو کبھی ملال نہ ہوتا یا جب کوئی شخص کسی کو دوسرے سے ملاتا ہے تو تعظیماً کہتا ہے کہ آپ فلان شہر کے رئیس ہیں۔ آپ شاعر بھی ہیں وغیرہ وغیرہ۔
ہم ضمیر تکلم جمع میں استعمال ہوتا ہے لیکن بڑے لوگ بجاے واحد متکلم کے بھی استعمال کرتے ہیں جیسے ہم نے جو حکم دیا تھا اُسکی تعمیل کیوں نہیں کی گئی۔ نظم میں تنصیر نہیں وہاں اکثر واحد تکلم کے لیے آتا ہے جیسے

ہم بھی تسلیم کی خود ایں گے بے نیازی تری عادت ہی سہی

ایک ہم جن کہ دیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ ایک وہ جن جنین تصور بنا آتی ہے کبھی شکم عورت کے خیال سے ہم استعمال کرتا ہے جیسے ایک روز ہم یہ سب کچھ چھوڑنا پڑے گا۔ ترقی کیسی ہماری حالت ہی اس قابل نہیں۔

کبھی شکم اپنے لیے ہم کا استعمال کرتا ہے۔ جیسے یہ چند روزہ صحبت غنیمت ہے ورنہ پھر ہم کمان تم کمان۔ ہماری قسمت ہی بُری ہے جو کام کیا بگڑ گیا۔ وہ بڑے ضدی ہیں کسی کی کیوں ماننے لگے آخر ہمیں کو دینا پڑا۔

بعض اوقات یار اور یاروں کا لفظ واحد شکم کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے یار تو گوشہ تنہائی میں رہتے ہیں کہیں آئین نہ جائیں، یاروں سے بچ کر کمان جائیگا۔ یاروں کا لفظ واحد شکم اور جمع شکم دونوں کے لیے آتا ہے۔ مگر عموماً بے تکلفی کے موقع پر استعمال ہوتا ہے کیا مد نظر تم کو ہے یاروں سے تو کیسے گر منہ سے نہیں کہتے اشارہ سے تو کیسے (ذوق) جب کسی جملہ میں کوئی اسم یا ضمیر حالت فاعل میں ہو اور وہی مفعول بھی واقع ہو تو بجا ضمیر مفعولی کے آپ کو، اپنے تئیں، اپنے آپ کو میں سے کوئی ایک استعمال کرتے ہیں جیسے احمد آپ کو دور کھینچتا ہے۔ یا اپنے تئیں بڑا آدمی سمجھتا ہے۔ یا اپنے کو فاضل خیال کرتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی اسم یا ضمیر کسی فقرہ میں فاعل ہو اور اسکی حالت اضافی لانی منظور ہو تو بجا اصل ضمیر اضافی کے اپنا، اپنی یا اپنے حسب موقع استعمال ہونگے۔ جیسے احمد اپنی حرکت سے باز نہیں آتا۔ تم اپنا کام کرو، مجھے اپنے کام سے فرصت نہیں۔ وہ خود تو چلے گئے مگر اپنا کام مجھ پر چھوڑ گئے۔ یہ اُسی حالت میں ہے جب کہ فاعل ایک ہو اگر فاعل الگ الگ ہیں یا مضاف مضاف الیہ مل کر خود کسی فعل کا فاعل ہیں تو اپنے کی ضمیر نہیں آئے گی، بلکہ جس ضمیر کا موقع ہو گا اُسی کی اضافی ضمیر لکھی جائے گی۔ جیسے وہ تو چلے گئے۔

مگر انکا کام مجھ پر آ پڑا۔ یہاں چلے گئے کے فاعل وہ ہیں اور آ پڑا کا فاعل انکا کام ہے۔
یا جیسے تم تو چلے گئے مگر تمہارا کام انہوں نے مجھے سونپ دیا یہاں چلے گئے کا فاعل تم ہے۔
اور سونپ دیا کا فاعل انہوں نے اپنے کی ضمیر صرت فاعل کی نسبت مفعولی اور اضافی
حالت میں استعمال ہوتی ہے۔

اپنا اپنی اور اپنے مضاف کے لحاظ سے حسب ترتیب واحد مذکر واحد مؤنث اور
جمع مذکر کے لیے آتے ہیں۔ اگر حروف ربط میں سے کوئی مضاف کے بعد آ جاتا ہے تو اپنا
بدل کر اپنے ہو جاتا ہے۔ جیسے وہ اپنے کام سے غافل ہے۔ وہ اپنے ہوش میں نہیں۔
در اصل ایسے فقرہ میں اصل ضمیر میں اپنا، اپنے، اپنی سے بدل گئی ہیں۔ مثلاً مجھے
اپنے کاموں سے فرصت نہیں۔ اصل میں تھا۔ مجھے میرے کاموں سے فرصت نہیں آپ
اور اپنا دوسرے ضمائر کے ساتھ تاکید کے لیے بھی آتا ہے۔ مثلاً حالت فاعلی میں میں آپ
گیا تھا۔ وہ آپ آئے تھے۔ ہم آپ آئے تھے۔ تم آپ گئے تھے حالت اضافی میں میرا اپنا
کام تھا۔ یہ انکا باغ ہے۔

میرا اپنا جدا معالہ ہے
(غالب)
اور کے لین دین سے کیا کام

فارسی کا لفظ خود بھی دس کے معنی آپ یا اپنے کے ہیں انھیں معنوں میں آتا ہے
جیسے انہوں نے خود فرمایا۔ خود بعض حالتوں میں زیادہ فصیح ہے اور خصوصاً حالت مفعولی
میں خود استعمال کیا جاتا ہے آپ نہیں آ سکتا جیسے میں نے خود اسے دیا یہاں خود کا
تعلق اسے سے ہے۔ اگرچہ ابہام پایا جاتا ہے کہ خود کا تعلق میں نے سے بھی ہے۔ لہذا
اسکے دفع کے لیے ایسے موقعوں پر استعمال کی یہ صورت ہونی چاہیے کہ جس لفظ سے اسکا

تعلق ہوا اسکے اول استعمال کیا جائے۔ مثلاً اگر بیان خود کا تعلق میں نے سے ظاہر کرنا مقصود ہو تو یوں کہا جائے خود میں نے اُسے دیا۔ مگر حالت اضافی میں خود کا کتنا فصیح نہیں ہے ایسے موقع پر اپنا زیادہ فصیح ہے۔

۲۔ ضمیر موصولہ | وہ ہے جو کسی اسم کا پتہ یا حالت بیان کرے اور ساتھ ہی دو جملوں کو ملانے کا کام دے جیسے وہ کتاب جو کل چوری ہو گئی تھی مل گئی۔ آپ کے دوست جو چچک روہن مجھے ملے تھے۔ پہلے جملہ میں جو کتاب کا اور دوسرے میں جو دوست کا پتہ دیتا ہے۔ ضمیر موصولہ صرف جو ہے جن کی مختلف حالتیں یہ ہیں۔

واحد

جمع

حالت فاعلی	جو درخت نے کے ساتھ جس نے	جو اور (نے کے ساتھ) جنہوں نے
حالت مفعولی	جس کو یا جسے	جن کو یا جنہیں
حالت اضافی	دہکر، جسکا	جن کا
	دھونٹا، جسکی	جن کی

جن کو، جنہیں، جنہوں نے، جن کا۔ اگرچہ جمع میں مگر تعظیماً واحد کے لیے بھی آتے ہیں جس اسم کے لیے یہ ضمیر آتی ہے اُسے مرجع کہتے ہیں۔

ضمیر موصولہ ہمیشہ ایک جملہ کے ساتھ آتی ہے اور دوسرا جملہ اسکے جواب میں ہوتا ہے مثلاً وہ کتاب جو کل خریدی تھی جاتی رہی۔ اس میں دو جملہ ہیں ایک جو کل خریدی تھی دوسرا وہ کتاب جاتی رہی۔ اس میں جو ضمیر موصولہ ہے، کل خریدی تھی صللہ ضمیر ہو اسی طرح وہ لوگ جو کل آئے تھے آج چلے گئے۔

جو حالت فاعلی میں واحد اور جمع دونوں میں یکسان استعمال ہوتا ہے، مگر جب

فاعل کے ساتھ نے ہو تو واحد میں جو بدل کر جس ہو جاتا ہے مثلاً جس نے ایسا کیا بُرا کیا وہ لوگ جنہوں نے قصور کیا تھا معاف کر دیے گئے۔

کبھی کبھی جو کے جواب میں فقرہ ثانی میں سو آتا ہے جو ہو سو ہو۔ جو چڑھے گا سو گرے گا۔ جو نہ بھی بند ہی ضمیر موصولہ ہے مگر اردو میں سا کے ساتھ مل کر آتا ہے جیسے ان میں سے جو نسا چاہو لے لو۔ جمع میں جو ن سے اور واحد جمع مونث میں جو ن سی استعمال ہوتا ہے۔ بعض اوقات صفت بھی ہوتا ہے جیسے جو ن سی کتاب چاہو لے لو۔

کبھی کہ بطور ضمیر موصولہ کے استعمال ہوتا ہے جیسے

میں کہ آشوبِ جہان ہی تھا ستم دیدہ بہت

(آزاد)

امن کو سمجھا غنیمتِ دل غم دیدہ بہت

جو اور جن بہ مکرار بھی آتے ہیں جس سے اگرچہ حالت جمع ظاہر ہوتی ہے مگر اطلاق اسکا فرداً فرداً ہوتا ہے۔ مثلاً جو جو پسند ہو لے۔ جن جن کے پاس گیا انہوں نے یہی جواب دیا۔

ضمائر استفہامیہ

جو سوال پوچھنے کے لیے آتی ہیں، دو ہیں۔

کون اور کیا۔ کون اکثر جان داروں کے لیے آتا ہے، کیا اکثر بیجان کے لیے جیسے کون کہتا ہے، کیا چاہیے۔

کون کی مختلف حالتیں یہ ہیں۔

جمع

واحد

حالت فاعلی۔ کون اور (نے کے ساتھ) کس نے کون (نے کے ساتھ) کھون نے

حالت مفعولی	کسے یا کس کو	کن کو یا کنہیں
حالت اضافی	کس کا	کن کا

جیسے کون کتنا ہے، کس نے کہا، کس کے پاس ہے، کس کو دیا؟
 کبھی صفت کا کام بھی دیتی ہے، جیسے کس استاد سے پڑھتے ہو؟
 کن۔ اب صورت فاعلیٰ میں کبھی ضمیر کے بجائے نہیں آتا ہے بلکہ اسم کے ساتھ
 آتا ہے جیسے کن لوگوں نے کہا؟
 کس کس، کن کن اور کیا کیا بھی استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے کس کس کو روئے
 کن کن سے کمون، کیا کیا کروں؟

کون کون بھی بولتے ہیں۔ جیسے وہاں کون کون تھے؟
 ان فکروں میں فعل کئی اشخاص یا اشیاء پر فرداً فرداً واقع ہوتا ہے اور جمع کا
 ہونا بتاتا ہے۔

کون سا کون سی، کون سے، یہی بجائے ضمیر متعل ہے۔ کون اور کون سا میں فرق
 اتنا ہے کہ کون سا میں نور خصوصیت پائی جاتی ہے، اور یہ اس وقت استعمال کیا جاتا ہے
 جبکہ کئی چیزوں میں سے کسی ایک کا انتخاب مقصود ہو۔ مثلاً انہیں سے کون سی چاہیے؟
 یہاں کون نہیں کہیں گے کون اشخاص اور اشیاء دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے،
 کون سا بطور صفت بھی استعمال ہوتا ہے جیسے کون سے آدمی نے کہا؟ کون آدمی
 ہے، اور کون سا آدمی ہے؟ یہاں دونوں بطور صفت مستعمل ہوئے ہیں مگر کون سا میں
 وہی خصوصیت پائی جاتی ہے۔

کون سا کبھی بطور صفت اور کبھی بطور متعلق صفت استعمال ہوتا ہے جیسے

اس میں آپ کا کون سا خسچ ہو گا۔ وہ کون سا بڑا عالم ہے یا ان متعلق صفت ہے۔
اسی طرح میرا یا کون سا کام ہے جو وہ ان جاؤں (صفت)

میکدہ کون سا ہے دور ایسا تجھ میں بہت بھی ہے خضر کچھ ہے (سارن)

ایمان متعلق صفت ہے۔ پھر تم کون سے مرض کی دوا بدہ بیان صفت ہے۔

گر کس تم گلے سے مل جاؤ مل گیا نہ ہو کون سا اس میں (دراغ)

کا ہے دکو، بھی کیا گی ایک صورت ہے جس کے مننے کیوں اور کس لیے کے ہیں

اور عموماً متعلق فعل واقع ہوتا ہے۔

ضمیر اشارہ جو بطور اشارہ کے استعمال ہوتی ہے۔ وہ بعید کے لیے اور یہ قریب کے لیے

ضمائر اشارہ اور ضمائر غائب شخصی ایک ہی ہیں لیکن جب بطور اشارہ استعمال ہوتی ہیں تو
انہیں ضمائر اشارہ کہتے ہیں۔ جیسے وہ لوگے یا یہ حروف ربط کے آنے سے وہ

اُس سے اور یہ اس سے بدل جاتا ہے، اور جمع میں اُن اور ان ہو جاتا ہے۔

دین اور فقر تھے کبھی کچھ حسین اب دہرا کیا ہے اُسین اور اسین

ضمائر تنکیر وہ ہیں جو غیر میں اشخاص یا اشیاء کے لیے آئیں

ضمائر تنکیر دو ہیں۔ کوئی اور کچھ

کوئی اشخاص کے لیے اور کچھ اشیاء کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کوئی ہے؟

کوئی نہیں بولتا۔ کچھ ہے یا نہیں؟ کچھ تو کہو۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری؟

حروف ربط کے آنے سے کوئی کی صورت کسی ہو جاتی ہے جیسے کسی کے پاس

نہیں۔ کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھہری۔

کبھی ضمائر موصولہ سے مل کر مرکب بھی آتی ہیں۔ جیسے جس کسی سے کتا ہوں وہ

اُلٹا بھی کو نام کرتا ہے۔ جو کچھ کو۔ بجا ہے۔

جب ضمائر تکرار کے ساتھ کوئی کوئی اور کچھ استعمال ہوتی ہیں تو اس میں خاص زور پایا جاتا ہے مگر معنی قلت کے آتے ہیں جیسے اب بھی کوئی کوئی نظر پڑ جاتا ہے۔ اگرچہ نایاب ہے مگر کسی کسی کے پاس اب بھی مل جاتی ہے ابھی کچھ کچھ در دباتی ہے۔ نفی کے ساتھ بھی یہ تکرار آتا ہے۔ جیسے ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبراہٹ کیا۔ کوئی نہ کوئی مل ہی رہے گا۔

عربی کے الفاظ بعض اور بعض بھی ضمیر تنکیر کا کام دیتے ہیں۔ بعض کا یہ خیال ہے بعض یہ کہتے ہیں۔ بعض تکرار کے ساتھ بھی آتا ہے جیسے بعض بعض ایسے بھی ہیں اس طرح فلان کل اور چند بھی بطور ضمیر تنکیر کے استعمال ہوتے ہیں۔

ضمائر تنکیر دوسرے ضمائر کے ساتھ مل کر مرکب بھی آتی ہیں جیسے جو کوئی اس کسی کوئی اور ہر کوئی، جو کچھ، اور کچھ، سب کچھ۔

صفات ضمیری | یہ وہ صفات ہیں جن میں کم و بیش ضمیر کی خاصیت بھی پائی جاتی ہے۔ یہ الفاظ جو اس صفت میں داخل ہیں یا تو صفات ہوتے ہیں یا ضمیر۔ اسم کے ساتھ آنے سے صفات ہو جاتے ہیں اور بغیر اسم کے ضمیر۔

ان میں سے ایک تو وہ ہیں جو ضمیری مادوں کے آگے ما، تنا اور سا بڑھ کر بنائے گئے ہیں۔ اور باقی دوسرے الفاظ ہیں ضمیری مادے ہندی میں پانچ ہیں (۱) یا اور ای کے (۲) وا اور او (۳) جا اور ہی جو (۴) سا اور نی (۵) کا اور کی (۶) اور کی (۷)۔

ان صفات کی دو قسمیں ہیں ایک صفات ذاتی دوسرے صفات مقداری۔

صفات ذاتی

ایسا

ویسا

جیسا

کیسا

صفات مقداری

اتنا (اِتنا)

اُتنا (اُتنا)

جتنا (جتنا)

کتنا (کتنا)

انکے علاوہ دوسرے الفاظ یہ ہیں

ایک، دوسرا، دونوں، اور، بہت، بعض، بعضے، غیر، سب، ہر، فلاں (فلاتا)، کئی، کے، چند، کل۔

ایک دراصل صفت عددی ہے۔ جب ضمیر ہوتا ہے تو اسکے جواب میں دوسرا آتا ہے۔ جیسے ایک یہ کہتا ہے، دوسرا یہ کہتا ہے۔ کبھی جواب میں دوسرے کے بجائے ایک ہی استعمال ہوتا ہے جیسے ایک آتا ہے ایک جاتا ہے کبھی ایک اور دوسرا مل کر آتے ہیں اور تعلق باہمی ظاہر کرتے ہیں جیسے ایک دوسرے سے محبت کرو۔ ہر کبھی اکیلا اور بطور اسم کے استعمال نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ ایک یا کوئی کے ساتھ مل کر آتا ہے۔ جیسے ہر ایک، ہر کوئی۔

اور۔ جیسے مجھے اور دو۔ بطور صفت جیسے یہ اور بات ہے۔

بہت کی ایک اور صورت بہتر ہے، جس سے کثرت ظاہر ہوتی ہے اور اکثر تیز فعل واقع ہوتا ہے۔ اسکے علاوہ بہت سا بھی استعمال ہے۔

کئی اور کے ضمیر اور صفت دونوں طرح استعمال ہیں۔ کئی کے ساتھ ایک بھی مل کر آتا ہے جیسے کئی ایک اور اسی طرح کتنے ایک بھی استعمال ہے۔ کے چاہئیں؟

(ضمیر کے آدمی بن ۹ صفت)

ضمائر کے ماحذ اور دو کی تمام ضمیریں ہندی بن جو سنسکرت اور پراکرت سے
ماخوذ ہیں۔ انکی اصل کا پتہ لگانا دلچسپی سے خالی نہوگا لہذا مختصر طور پر بیان بحث
کی جاتی ہے۔

تین۔ سنسکرت میں ضمیر واحد مکمل میا پراکرت سے ہے اور دو افعال متعدی
میں جو بن کے ساتھ استعمال ہوتا ہے وہ زائد ہے، کیونکہ بن میں جو بن ہے
وہ درحقیقت بنے کا ہے۔ مرور زمانہ کی وجہ سے یہ بات فراموش ہو گئی اور ڈبل
بنے کا استعمال ہونے لگا۔ چنانچہ مارواڑی، قدیم بسواڑی اور دیگر پرانی ہندی
اور دکنی میں بن بغیر بنے کے استعمال ہوتا ہے، اور پنجابی میں بھی یہی ہے، مرہٹی میں
می آتا ہے۔ تو سنسکرت کے واحد صورت فاعلی تو م سے ہے۔ ہندی کی بعض
زبانوں (مثلاً مارواڑی اور قدیم بسواڑی) نیز پرانی اردو میں تو بن اور تین استعمال
ہوتا ہے۔

مجھ اور تجھ پراکرت کی اضافی حالت تجھا اور تجھا سے پیدا ہوئے ہیں جو بجا
مہ اور توہ کے ہیں۔ مہا اور توہا عوام کی پراکرت میں استعمال ہوتا تھا۔ پراکرت
صورت مجھا اور تجھا کے آگے ہی کے اضافہ کرنے سے مجھا ہی تجھا ہی ہوا اور اس
مجھے تجھے بنے۔ میرا تیرا اس طرح بنے کہ قدیم اضافی صورت مہا کے آگے کیرا
کیرو بجاے کیرا کو (سنسکرت کرتا) بڑا دیا گیا بعض مذہبی قواعد نویسوں نے
عوام کی پراکرت کی صورت اضافی مہا کیرو بتائی ہے جس سے میرا بننا ہے۔ چنانچہ
مارواڑی اور بسواڑی میں مہا نرو مہا نلو مستعمل ہے۔ پراکرت کا کاف اڑ گیا ہے

اس کے بعد میر و یا میرا اور تیرا بن گیا

ہم پر اکرت کی جمع تکلم صورت فاعلیٰ منے سے بنا ہے یہ صورت مارواری
 زبان میں اب تک قائم ہے۔ بنگالی آمی گجراتی اے مرہٹی امی۔ ہندی میں آخر کی
 ہ شروع میں جا لگی ہے اور ہم ہو گیا۔ مفعولی صورت ہمیں بھی اسی سے بنی ہے۔
 کیونکہ اسکی پر اکرت صورت امہائیں ہے اور اسی طرح تمھیں تمھائیں سے بن گیا۔ ہمارا
 تمھارا کی اصل یہ ہے کہ امہا اور تمھاکے آگے پر اکرت علامت کرا کا ہڑ یاد گئی ہے
 اس سے امہا کرا کو اور تمھاکرا کو بنا۔ اس سے برج کا ہمارا اور تمھارا ہوا اور اس سے
 ہندی ہمارا تمھارا۔

ضمائر اشارہ قریب یہ سنسکرت کے لفظ آتہ سے نکلا ہے ہندی کی مختلف
 شاخوں میں یہ لفظ ذرا ذرا سے فرق سے موجود ہے۔ مثلاً یاہ، یہ، پیو، آہ، ایہ،
 ہے۔ لیکن یہ سب صورتیں آتہ سے نکلی ہیں اور ان سب میں ہ موجود ہے۔ لیکن
 ایک دوسری صورت یو اور یا ہے جو پورب میں مستعمل ہے۔ یہ غالباً پر اکرت امہا یا او
 سے نکلی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ جس طرح اشارہ قریب کی صورتیں آتہ اور امہ
 نکلی ہیں اسی طرح اشارہ بعید وہ آتہ اور امہ سے نکلا ہو گا۔

جو، سو اور کون سنسکرت کے ضمائر یاہ، ساہ اور کاہ سے نکلے ہیں کون
 کی اصل یہ معلوم ہوتی ہے کہ استفہامیہ کو کے آگے اونا (سنسکرت پونا) بڑھایا گیا کہ
 اس سے کو اونا پھر کو ان اور کون بنا۔ اسی طرح جون پر قیاس کر لینا چاہیے۔
 سنسکرت کی واحد اضافی حالت یسیا تھی پر اکرت جستا یا جیتا ہوئی۔ آخری
 حرف علت گر گیا اور جس کی صورت قائم ہو گئی۔

سنسکرت کا کوئی پراکرت میں گوبی ہوا اور اسی سے ہندی کوئی نکلا۔ کایا کی تمام ضمائر تشکیل اور ضمائر استفہامیہ کا اصل مادہ ہے۔ اسی سے کسی بنا ہے۔ سنسکرت میں اضافی حالت کیسی پائی تھی اس سے کسی بنا۔

کیا کہتا ہے نکلا ہے پراکرت میں علامت کا اضافہ کی گئی تو اسکی صورت کا ہیکا ہوئی۔ کا گر گیا۔

سنسکرت کے کثمت سے کچھک اور اس سے کچھ نیا۔

آپ (یعنی خود) کی اصل سنسکرت کا لفظ آتمن ہے

آپ نے اور اپنا پراکرت کی صورت آتنکا سے ماخوذ ہے

آپس کی نسبت یہ خیال ہے کہ وہ پراکرت کی صورت اضافی آپسا سے

بنا ہے۔

آپ (تعلیمی) بھی آتمن سے ماخوذ ہے جو بعض ہندی بولیوں میں آپن

اور آپو ہوا اور وہان سے آپ بنا۔

۴۔ فعل

فعل وہ ہے کہ جس سے کسی شے کا ہونا یا کرنا ظاہر ہوتا ہے جیسے تماشا شروع

ہوا، اُس نے خط لکھا، ریل چلی۔

فعل کی بلحاظ معنوں کے تین قسمیں ہیں۔

۱۔ لازم

۲۔ متعدی

۳ - ناقص

۴ - معدولہ

فعل لازم وہ ہے جس میں کسی کام کا کرنا پایا جائے، مگر اسکا اثر صرف کام کو کرنا
یعنی فاعل تک رہتا ہے اور بس۔ جیسے احمد آیا۔ پیچھا ہوا۔
فعل متعدی وہ ہے جس کا اثر فاعل سے گزر کر مفعول تک پہنچے (مفعول
جس پر فعل واقع ہو) جیسے احمد نے خط لکھا۔ یہاں لکھا فعل ہے، احمد اسکا فاعل
اور خط (جس پر لکھنے کا فعل واقع ہوا ہے) مفعول ہے۔

فعل ناقص وہ ہے جو کسی پر اثر نہ ڈالے بلکہ کسی اثر کو ثابت کرے جیسے احمد
بیمار ہے۔ اس جملے میں نہ کوئی فاعل ہے اور نہ مفعول کیونکہ نہ تو کوئی کام کرنے
والا ہے اور نہ کسی پر کام واقع ہوتا ہے، بلکہ فعل (ہے) بیماری کے اثر کو احمد پر
ثابت کرتا ہے۔ لہذا اس جملے میں احمد اسم ہے اور بیمار اسکی خبر ہے۔ افعال
ناقص اکثر یہ آتے ہیں۔ ہونا، بننا، ٹکنا، رہنا، پڑنا، لگنا، نظر آنا، دکھائی دینا
انہیں ہونا تو ہمیشہ فعل ناقص کے طور پر استعمال ہوتا ہے، لیکن باقی افعال کبھی لازم
ہوتے ہیں اور کبھی ناقص، مگر نظر آنا اور دکھائی دینا ہمیشہ ناقص ہوتے ہیں۔ علاوہ
انکے ہو جانا، بن جانا، معلوم ہونا بھی افعال ناقص کا کام دیتے ہیں جیسے وہ مکان
معلوم ہوتا ہے، وہ پاگل ہو گیا۔

مثالیں

وہ چالاک ہے ، احمد بے خبر تھا (ہونا فعل ناقص)

وہ جاہل ہی رہا (ناقص) وہ شرمین رہتا ہے (لازم)

وہ بڑا بیوقوف نکلا (ناقص) وہ دروازے سے نکلا (لازم)

وہ امیر بن گیا " مکان بن گیا "

وہ بیمار نظر آتا ہے "

وہ ہوشیار دکھائی دیتا ہے "

وہ بھلا لگتا ہے " مجھے پھر لگا "

وہ بیمار پڑا " مین وہاں پڑا رہا "

فعل معدولہ نہ تو لازم ہے اور نہ متعدی وہ صرف ہونا ظاہر کرتا ہے نہ کہ کرنا، اور اس کا میلان مجہول کی طرف ہوتا ہے۔ فعل کی یہ سب سے سادہ اور ابتدائی قسم ہے جیسے پٹنا، کھلنا، بجنا، بکنا، گھٹنا، کٹنا، وغیرہ وغیرہ۔ افعال معدولہ ہیں۔ مثلاً دروازہ کھلا، مال بکا، احمد پٹا۔ اس میں کسی قدر مجہول کی شناخت پائی جاتی ہے جس کا ذکر آگے آئے گا۔ یہ افعال درحقیقت نہ تو متعدی ہیں اور نہ لازم کیونکہ فاعل کا فعل ثابت نہیں۔ اردو قواعد نویسوں نے فعل کی اس قسم کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے، حالانکہ اردو میں کثرت سے اس قسم کے افعال پائے جاتے ہیں

لوازم فعل

۱۔ طور

۲۔ صورت

۳۔ زمانہ

۱۔ طور

طور فعل وہ حالت ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کام خود فاعل سے صادر ہوا یا کام کا اثر کسی پر واقع ہوا۔

جب فاعل کے کام کا اثر کسی دوسری شے یا شخص پر واقع ہو تو اسے طور محذوف کہتے ہیں، جیسے احمد نے نوکر کو مارا۔ یہاں فاعل کے کام کا اثر نوکر پر واقع ہوتا ہے، مگر جب صرف وہ شے یا شخص معلوم ہو جس پر اثر واقع ہوا ہے اور فاعل معلوم نہ ہو تو اسے طور مجہول کہتے ہیں جیسے اُسے خط سنا یا گیا۔ یہاں سنانے کا فعل (کام) مجہول واقع ہوا، چونکہ فاعل نامعلوم ہوتا ہے اس لیے اسے مجہول کہتے ہیں۔ مجہول کے معنی نامعلوم کے ہیں۔ فعل مجہول کا مفعول قائم مقام فاعل کہلاتا ہے۔ وہ شے سے نکلا اور یا گیا، اسے سمجھا دیا گیا۔ یہاں وہ اور اسے مفعول قائم مقام فاعل ہیں۔

۲۔ صورت

ہر فعل کی کوئی نہ کوئی صورت ہوتی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فعل (کام) کس ڈھنگ سے ہوا۔

فعل کی پانچ صورتیں ہیں۔

- ۱۔ خبریہ
- ۲۔ شرطیہ
- ۳۔ احتمالی
- ۴۔ امریہ
- ۵۔ مصدریہ

۱۔ صورت خبریہ وہ ہے جو کسی فعل کے وقوع کی خبر دے یا کسی امر کے متعلق استفسار کرے جیسے حامد گر پڑا۔ آپ پانی پئیں گے؟

۲۔ شرطیہ صورت فعل کی وہ ہے جس میں شرط یا تمنا پائی جائے، خواہ حرف شرط ہو یا نہ ہو، جیسے اگر شام کو آپ آجائیں تو میں بھی آپ کے ہمراہ چلوں۔ وہ آئے تو میں بھی چلتا۔ اس میں بعض اوقات تو فیع اور خواہش کا بھی اظہار ہوتا ہے جیسے وہ آتا تو خوب ہوتا، یہ مکان مجھے مل جاتا تو اچھا ہوتا۔

۳۔ صورت احتمالی جس میں احتمال یا شک پایا جائے جیسے اُسی نے لکھا ہوگا۔ ممکن ہے کہ وہ نہ گیا ہو۔ شاید وہ آجائے۔

۴۔ صورت امریہ جس میں حکم یا التجا پائی جائے جیسے پانی لاؤ۔ تشریف لائے

۵۔ صورت مصدریہ جس میں کام کا ہونا بلا تعین وقت کے ہو اس کے آخر میں ہمیشہ نا ہوتا ہے جیسے ہونا۔ کرنا۔ کھانا۔

مصدر کی آخری علامت نا گرا دینے سے اصل مادہ فعل باقی رہ جاتا ہے اسی سے مختلف افعال بنتے ہیں مثلاً ہو۔ کر۔ کہا وغیرہ

۳۔ زمانہ

فعل کے لیے زمانے کا ہونا ضرور ہے۔ زمانے تین ہیں۔ گزشتہ، جسے ماضی کہتے ہیں۔ موجودہ، جسے حال کہتے ہیں۔ اور آئندہ جس کا نام مستقبل ہے، فعل یا کام کا تعلق بہ لحاظ زمانے کے ان تینوں میں سے کسی کے ساتھ ضرور ہوگا۔ ماوہ مصدر کی علامت نا گرا دینے سے فعل کا مادہ رہ جاتا ہے اور اسی سے

تمام باقاعده افعال بنتے ہیں۔ مثلاً یَمْنَا کا مادہ مَلَّ ہے، اور چلنا کا چل۔ ہندی فعل کا مادہ صورت میں امر مخاطب کے مشابہ ہوتا ہے۔

حالیہ ناتمام و تمام۔ فعل کے مادے سے حالیہ ناتمام و تمام بنتے ہیں۔

۱۔ حالیہ ناتمام۔ مادے کے آخری میں تا بڑھانے سے بنتا ہے۔

۲۔ حالیہ تمام۔ مادے کے آخرین آ بڑھانے سے بنتا ہے۔
ذیل کی مثالوں سے پوری کیفیت معلوم ہوگی۔

مصدر	مادہ	حالیہ ناتمام	حالیہ تمام
ٹمکنا	ٹکل	ٹمکتا	ٹمکلا
ڈرنا	ڈر	ڈرتا	ڈرا
گھٹنا	گھل	گھلتا	گھلا

لیکن جہاں مادے کے آخرین آ، امی، اور ہو گا، و بان یا بڑھانا پڑے گا۔
جیسے کھاسے کھایا، پی سے پیا، کھو سے کھو یا۔

یہ بھی خیال رہے کہ جب آخرین ی معدوف ہے، تو حالیہ تمام کے اول اُس کی صورت حرف زیر کی رہ جاتی ہے، جیسے پی سے پیا

مونث اور جمع کی صورت میں تبدیلی عام قاعدے کے مطابق ہوتی ہے۔ جیسے

مذکر واحد	مذکر جمع	مونث واحد	مونث جمع
لاتا ہے	لاتے	لاتی	لاتیں
لا	لائے	لائی	لائیں

سہ حرفی اول میں دوسرے حرف کی حرکت ساکن ہو جاتی ہے۔ جیسے نکل سے

نکلا، پھسل سے پھسلا وغیرہ

البتہ چہ منسلک ذیل مصادر میں حالیہ خلاف مادہ افعال آتا ہے۔

ہونا، مرنا، کرنا، دینا، لینا، جانا

تیسری صورت حالیہ معطوفہ کی ہے جو مادے کے آخر کے یا کر گانے سے

بنتا ہے۔ جیسے کھا کر، چاکر، مل کے، سن کے۔

جب حالیہ کے ساتھ ہوا آتا ہے تو مفعول کے معنی دیتا ہے۔ جیسے کھوایا

ہوا، روتا ہوا وغیرہ

اب لحاظ زمانہ افعال کی مختلف اقسام کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ماضی

افعال ماضی کے اقسام یہ ہیں۔ ماضی مطلق، نا تمام، تمام، شرطیہ،

دلتانی، احتمالی۔

ماضی مطلق وہ ہے جس سے محض ایک فعل کہے گزشتہ زمانے میں واقع ہونے

کی خبر ملے اور بس۔ جیسے احمد گیا، موہن بھاگا۔

ماضی مطلق اس طرح بنتی ہے کہ مادہ فعل کے آخر ا بڑا دیا جاتا ہے جیسے

بھاگ سے بھاگا۔ لیکن اگر مادہ فعل کے آخر میں الف یا واو ہو تو بجائے آ کے یا

بڑا دیتے ہیں مثلاً روسے رویا، کھانے سے کھایا۔ ہوا سٹٹے ہے۔ سے اور

وسے کا زیر جمول لیا اور دیا میں معروف ہو جاتا ہے۔

جائے گیا، کر سے کیا اور مر سے مورا، ہے قاعدہ ہیں۔ لیکن مورا اب

نہیں بولتے اسکے بجائے مرا آتا ہے مورا صرف صفت کے لیے استعمال ہوتا ہے

اودھ مواء، موئی مٹی۔

ماضی ناتمام یہ ظاہر کرتی ہے کہ گزشتہ زمانے میں کام جاری تھا جیسے وہ کھا رہا تھا، یا کھاتا تھا۔ آخری حالت سے عادت ظاہر ہوتی ہے، جس کے ظاہر کرنے کی دو اور صورتیں بھی ہیں جیسے کھایا کرتا تھا، کھاتا رہتا تھا۔ اسکے علاوہ ماضی ناتمام ایک اور طرح بھی ظاہر کی جاتی ہے مثلاً کھتا رہا، کھاتا رہا ہکتا رہا۔ اکثر یہ صورت فعل کے متواتر جاری رہنے کو ظاہر کرتی ہے یا کسی ایسی حالت کو بتاتی ہے جسکے دو کام برابر ہو رہے ہوں مثلاً میں ہر چند منع کرتا تھا مگر وہ بکتا رہا، بارش ہوتی رہی اور وہ نہ مٹا رہا۔ سوا سے ان صورتوں کے ماضی ناتمام کے ظاہر کرنے کی ایک اور صورت بھی ہے۔ جیسے پکارا کیا، بکا کیا، سنا کیا، معنائ اس کی حالت بھی گزشتہ صورت کی سی ہے۔

بعض اوقات آخری علامت حذف بھی ہو جاتی ہے جیسے اسمین لڑائی کی گیا بات تھی، وہ اپنا کام کرتا تم اپنا کام کرتے (یعنی کرتے رہتے)۔ میری عادت تھی کہ پہلے کھانا کھانا پھر پڑھنے جاتا دینے کھاتا تھا اور جاتا تھا، جب کبھی وہ آتے نہزاردن باتیں سنا جاتے (آتے تھے اور سنا جاتے تھے)۔

ماضی تمام جس سے فعل کا زمانہ گزشتہ میں ختم ہو جانا پایا جاتا ہے حالیہ تمام کے بعد تھا بڑھانے سے بنتی ہے۔ جیسے میں دینی گیا تھا۔ اسکی دوسری صورت چکا تھا بڑھانے سے بھی پیدا ہوتی ہے اسمین زیادہ زور ہوتا ہے اور اکثر اس وقت استعمال ہوتی ہے جبکہ اس سے پیشتر ایک اور کام ہو چکا ہو جیسے وہ میرے پاس آنے سے پہلے نکل چکا تھا، میں جا کر کیا کرتا، اسکا کام پہلے ہی ہو چکا تھا۔

ماضی احتمالی (یا شکلیہ) جس میں احتمال یا شک پایا جائے۔

حالیہ تمام کے بعد ہوگا بڑھانے سے بنتی ہے جیسے آیا ہوگا، لایا ہوگا۔ کبھی گاہ حذف ہو جاتا ہے جیسے وہ آیا ہو اور تم نہ ملے ہو۔

پہلی صورت میں احتمال قوی ہوتا ہے اور دوسری صورت میں ضعیف جیسے وہ ضرور آیا ہوگا۔ ممکن ہے وہ آیا ہو۔

ماضی شرطیہ (یا تمنائی) جس میں شرط یا تمنا پائی جائے۔

ماذہ فعل کے بعد تا بڑھانے سے بنتی ہے جیسے آتا آجائے، کرتا۔ بعض اوقات ماضی شرطیہ سے بھی احتمال کے معنی پیدا ہوتے ہیں جیسے کیا آپ سمجھتے ہیں کہ وہ بن بلائے آجائے۔ میرا خیال ہے کہ وہ آجائے۔

کبھی یہ زمانہ گزشتہ میں محض وقوع فعل کو ظاہر کرتی ہے جیسے تمہیں کیا وہ اپنا کام کرتا یا نہ کرتا۔ اول میں تمہارے پاس آتا پھر وہاں جاتا یہ کیونکر ممکن تھا۔

فعل حال

فعل حال سے زمانہ موجودہ کا اظہار ہوتا ہے۔

اسکی چہرہ تھین ہیں۔

۱۔ سب سے اول وہ سادہ اور قدیم حال مطلق ہے جسکی صورت سے اب تک

اسکی اہل ظاہر ہے، مگر موجودہ حالت میں وہ صاف صاف زمانہ حال کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ زمانہ حال کے ساتھ اُس میں کئی قسم کے معانی کی جھلک پائی جاتی ہے۔ اردو قواعد نویسوں

نے مضارع کے نام سے اُسے ایک الگ فعل قرار دیا ہے اور ماضی حال اور مستقبل تینوں زمانوں سے باہر کر دیا ہے حالانکہ ہر فعل کے لیے ضرور ہے کہ وہ ان تینوں میں سے

کسی ایک زمانے کے اندر ہو۔ بعض اگر غیر قواعد نویسوں نے اسے مستقبل کے تحت میں لکھا ہے لیکن یہ بھی صحیح نہیں ہے۔ درحقیقت یہ حال ہے اور اب بھی اس میں حال کے ضمنی پاسے جاتے ہیں اور اس لیے میں اسے حال ہی کے تحت میں رکھنا پسند کرتا ہوں اگرچہ نام اسکا مضارع ہی مناسب ہوگا۔

یادہ فعل کے آخری بے مجہول بڑبانے سے مضارع بنتا ہے جیسے کھائے کھا لے لاسے لائے۔ جمع میں کھائیں مخاطب میں لاؤ اور لائیں متکلم میں لاؤں اور لائیں۔

منسکرت میں چلت تھا، پر اکرت میں چڑھوا، اس سے چلی اور چلی سے چلنے بنا جو مضارع کی موجودہ صورت ہے۔ یہی قدیم حال مطلق تھا اور اس سے چلے ہے ہوا جو کچھ عرصہ پہلے حال مطلق تھا اور اب بھی کہیں کہیں بول چال میں استعمال ہوتا ہے۔ اسی سے موجودہ حال مطلق چلتا ہے بنا ہے یعنی اسکے تغیرات کی صورت یہ ہوئی۔ جاوے، جاوے ہے، جاے ہے، جادے ہے، اور جاتے ہیں، اور جاتا ہے۔ جاتا ہے موجودہ فصیح حال مطلق ہے۔ باقی صورتیں مختلف حصص مالک میں متعل ہیں مگر فصیح نہیں سمجھی جائیں مگر موجودہ حال مطلق انہیں سے ترش ترشا کرین گیا ہے۔ زبان میں افعال اور دیگر اخذائے کلام کے متعلق اول اول تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں لیکن مرور زمانے کے بعد بعض صورتیں باقی رہ جاتی ہیں اور وہ خاص خاص حالتوں میں استعمال ہونے لگتی ہیں۔ اصل مہیت پر غور نہ کرنے سے دھوکا ہو جاتا ہے۔

حال شرطیہ عموماً مضارع سے ظاہر کیا جاتا ہے جیسے وہ قبول کر لے توڑ ہے عزت منہجہ بر سے تو کمیت پنپے۔ بعض حالتوں میں شرط و طرح سے ظاہر ہو سکتی ہے، ایک حال مطلق سے۔ دوسرے مضارع سے جیسے

۱۔ منہ برتا ہے تو کھیت پیتا ہے

۲۔ منہ بر سے تو کھیت پیپے

درحقیقت پہلی صورت ایک واقعہ ہے جو شرطیہ صورت میں ظاہر کیا گیا ہے دوسری صورت اصلی شرطیہ حالت ہے جس میں امید اور توقع یا متنا پائی جاتی ہے۔

مضارع کبھی حیرت و استعجاب اور افسوس کے اظہار کے لیے بھی آتا ہے جیسے

وہ آئین گھر میں ہمارے خدا کی قدر ہے

کبھی ہم انکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

افسوس وہ اتنی دور آئے اور بے مراد چلا جائے۔ یوں پھرین اہل کمال آشفہ حال افسوس ہے

بعض اوقات اجازت اور طلب شوریٰ کے لیے بھی آتا ہے جیسے اجازت ہو تو اندر آؤں آپ فرمائیں تو وہ جائے۔

بعض اوقات انسان اپنے دل میں مشورہ کرتا ہے اور حکم کا صیغہ استعمال کرتا ہے

جیسے کیا کروں کیا نہ کروں، کیا کیجیے کچھ بن نہیں پڑتی۔

۲۔ افسوس۔ یہ دوسری سادہ صورت حال کی ہے۔ امر کے معنی حکم کے ہیں یہ عموماً

حکم اور التجا کے لیے آتا ہے جیسے جاؤ، چلو، دور ہو تشریف رکھیے۔ اسکا فاعل اکثر محذوف

ہوتا ہے اس لیے کہ مخاطب سامنے موجود ہے۔ علامت مصدر گرا دینے کے بعد باقی امر

رہ جاتا ہے جیسے کھانے سے کھا، آنے سے آ۔ لیکن بنظر ادب و اخلاق واحد کے لیے جمع

بولتے ہیں جیسے دوسرے افعال میں بھی ہوتا ہے۔ جمع مخاطب امر میں واحد کے بعد وادو یا

آسی بڑھا دیتے ہیں۔ کرو، بیٹھو، بیٹھیے۔ واحد سوائے بے تکلفی، بچوں یا نوکروں کو خطاب

کرنے یا نظم یا خدا کو خطاب کرنے کے دوسرے مواقع پر استعمال نہیں ہوتا۔

امرتین منون میں آتا ہے

- ۱۔ حکم جیسے فوراً جاؤ
- ۲۔ التجا یا تمنا " براہ کرم تشریف رکھیے۔
- ۳۔ دعا " بڑی عمر ہو، جیتے رہو۔

علاوہ مخاطب کے غائب کو بھی حکم دیا جاتا ہے، یہ صورت مضارع غائب اور امر غائب کی یکساں ہوتی ہے جیسے اُسے کہو کہ وہاں جائے یا بلا واسطہ جیسے بہتر ہے کہ وہ ایسا کرے، مناسب ہے کہ اس وقت چلا جائے۔ متکلم کا صیغہ امر میں بہت کم استعمال ہوتا ہے، کیونکہ کوئی شخص نہ اپنے کو حکم دے سکتا ہے نہ اپنے سے التجا کرتا ہے۔ لیکن خاص خاص حالتوں میں مثلاً جب آپس میں یا اپنے آپ سے کچھ کہیں یا مشورہ کریں تو البتہ آتما کر جیسے مجھے چاہیے کہ میں آج چلا جاؤں، چاہیے کہ ہم ایسا کریں، میں وہاں جاؤں یا نہ جاؤں، کروں یا نہ کروں۔ لیکن درحقیقت یہ امر نہیں مضارع ہے۔

بعض اوقات مصدر بھی امر کا کام دیتا ہے۔ اس سے مزید تاکید مقصود ہوتی ہے جیسے جلدی آنا کہیں رستے میں نہ رہ جانا۔ زیادہ تعظیم کے لیے امر غائب جمع کا صیغہ استعمال کرتے ہیں جیسے آپ تشریف رکھیں، آپ وہاں نہ جائیں۔ کبھی اور زیادہ تعظیم کے لیے امر کے بعد ہی اور ہمزہ بڑھا دیتے ہیں جیسے آئیے، کھائیے وغیرہ۔ جس سادہ امر کے آخر میں سی ہوتی ہے تو وہاں تعظیمی کے لیے قبل سی اور ہمزہ کے ج بڑھا دیتے ہیں کیونکہ دو یا اور ہمزہ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے اس لیے کہ تلفظ میں بہت قوت واقع ہوتی ہے مثلاً کیجئے، لیجئے، دیجئے، پیجئے، چونکہ یا اور جا کا اکثر بدل ہوتا ہے اس لیے سہولت کے خیال سے ج کا استعمال ہوا ہے۔ اس صورت میں امر کے آخر کی

یاسے مہول بھی معروف ہو جاتی ہے جیسے دینا اور لینا کی سے دیکھئے اور لیجئے مین۔ کبھئے کر سے نہیں بنایا گیا بلکہ کیا سے یا گیا ہے، یہ صورت جمع مخاطب مین دعا کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے۔ مثلاً خدام کو زندہ رکھیو۔ مشرکون پر لعنت ہو جیو۔ امر کی تعظیمی علامت سے دراصل پراکرت کی علامت آجایا جاسے ماخوذ ہے پراکرت مین یہ علامت مادہ اور مثال و امر مستقبل کی آخری حروف کے ساتھ اضافہ کی جاتی تھی۔ پراکرت مین یہ سنسکرت سے آئی ہے جہاں التماس والتجا کے لیے استعمال کی جاتی ہے، لیجئے دیکھئے وغیرہ مین یہ پھر عود کر آئی ہے۔

کبھی اس صورت تعظیمی کے آخرین مزید تعظیم کے لیے کچھ بھی بڑھا دیتے ہیں جیسے آئیے گا، فرمائیے گا، کیجئے گا۔ یہ درحقیقت مستقبل کی صورت ہے،

کبھی امر مخاطب جمع کی علامت آخر و سے پہلے ایک سی بڑھا دیتے ہیں جیسے رہو سے رہیو، بچو سے بچیو۔ یہ صورت ضما کر تو اور تم کے ساتھ استعمال ہوتی ہے، آپ کے ساتھ نہیں آتی۔ عموماً یہ دعا کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے۔ خدام کو زندہ رکھا رکھیو، صد ولبت سال کی عمر ہو جیو، مشرکون پر لعنت ہو جیو، دیکھیو، دیکھیو، کیجیو کی وہی صورت ہے جو لیجئے دیکھئے۔ کیجئے کی ہے،

کبھی لیجئے اور دیکھئے (بغیر عمر) بھی مخاطب کے لیے استعمال ہوتے ہیں جیسے

آتا ہو تو ہاتھ سے نہ دیکھئے

جاتا ہو تو اسکا غم نہ کیجئے

مگر بعض اوقات لیجئے بجائے مین (جمع غائب) کے استعمال ہوتا ہے جیسے جو کام ہونہ سکے اس کا نام کیوں لیجئے۔

مراسلام وہ لیتا نہیں مگر سمجھا

کہ یہ غریب ہے اسکا سلام کیوں بھیجے

لیکن ایسے موقع پر اسے مضامین سمجھنا زیادہ مناسب ہوگا۔

امر میں بعض اوقات حکم کا آئندہ تک قائم رہنا پایا جاتا ہے۔ مثلاً خدا کا حکم ہے کہ چوری نہ کرو۔ قتل نہ کرو وغیرہ۔

بعض اوقات کام کا جاری رہنا پایا جاتا ہے۔ جسے امر دائمی کہتے ہیں جیسے جیتنا رہ، کرتا رہ، جلتا رہ۔ یہ ہمیشہ امر مطلق کے بعد تارہ بڑھانے سے بنتا ہے۔

بعض اوقات حکم میں تشدد اور سختی ظاہر کرنے کے لیے مصدر کے بعد تہ کا بڑھا دیتے ہیں جیسے تھیں کرنا ہوگا؟ دیان جانا ہوگا۔ یہ اکثر ایسے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے جب کسی شخص کو حکم ماننے میں تاامل یا انکار ہو۔

مصدر کے بعد پڑھنا زیادہ کرنے سے بھی سہی معنی پیدا ہوتے ہیں جیسے تھیں کرنا پڑے گا، لکھنا پڑے گا، جانا پڑے گا۔ اگرچہ یہ صورتیں بظاہر مستقبل کی معلوم ہوتی ہیں لیکن درحقیقت امر ہیں۔

۳۔ حال مطلق جس سے زمانہ حال عام طور پر بلا کسی تخصیص کے ظاہر ہوتا ہے جیسے آتا ہے، کھاتا ہے۔ یہ مادہ فعل کے آگے واحد غائب میں آتا ہے واحد مخاطب میں

آتا ہے جمع مخاطب میں آتے ہو اور واحد متکلم میں آتا ہوں بڑھانے سے بنتا ہے۔ جمع غائب اور جمع متکلم کی ایک صورت ہے وہ آتے ہیں، ہم آتے ہیں، آتے ہیں۔ جاتے ہیں۔ جاتے آتا ہے، جاتا ہے اب متروک سمجھا جاتا ہے، اگرچہ بول چال میں اب بھی مستعمل ہے۔

۴۔ حال ناقص۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کام جاری ہے اور ابھی ختم نہیں ہوا۔

جیسے وہ آرہا ہے، وہ کھا رہا ہے، مین پڑ رہا ہوں۔

مادہ فعل کے آگے رہا ہے، رہے ہیں، رہا ہوں بڑھانے سے بنتا ہے۔
حال نام تمام ایک دوسری طرح سے بھی ظاہر کیا جاتا ہے۔ جیسے مٹاے جاتا ہوں
ایک کو ایک کھائے جاتا ہے۔ امین کسی قدر زیادہ زور اور فعل کا پے درپے یا متواتر ہونا
پایا جاتا ہے۔

۵۔ حال تمام جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کام ابھی ابھی ختم ہوا ہے۔ جیسے وہ
آیا ہے، پیغام لایا ہے۔ حالیہ تمام کے بعد ہے، مین، ہوں، بڑھانے سے بنتا ہے۔
کبھی مادہ فعل چکا ہے، چکا ہوں، چکے ہیں بھی بڑھانے سے حال تمام ظاہر ہوتا
ہے جیسے وہ کھا چکا ہے، مین کھا چکا ہوں۔ اس صورت میں مزید تاکید اختتام فعل کی
پائی جاتی ہے۔

۶۔ حال احتمالی جس سے زمانہ حال کے کسی فعل میں احتمال پایا جائے۔
جیسے وہ آتا ہوگا یا وہ آرہا ہوگا، آتا ہوگا سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قریب زمانہ میں واقع
ہوگا اگرچہ احتمال ہے اور آرہا ہوگا سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آنے کا فعل جاری ہے
یعنی ظن غالب ہے کہ وہ چل دیا ہے، حالت رفتار میں ہے اور آنے کی امید ہے۔
کبھی گاہ حذف ہو جاتا ہے، اس حالت میں احتمال ضعیف ہوتا ہے۔ جیسے
ممکن ہے کہ وہ آرہا ہو، کیا تعجب ہے کہ وہ آرہا ہو۔

بعض اوقات صورت اول سے ماضی احتمالی کے معنی بھی ظاہر ہوتے ہیں مثلاً
کرتا ہوگا۔ کیا ہوگا اور کرتا ہوگا میں فرق ہے، کرتا ہوگا سے عادت پائی جاتی ہے مثلاً
ہم کسی سے سوال کریں کہ تم نے کبھی اُسے ایسا کرتے دیکھا، وہ جواب میں کہے میں نہیں جانتا

کرتا ہوگا۔ تو بیان صاف ماضی احتمالی کے معنی ہیں۔

کبھی حال ماضی کے معنی دیتا ہے۔ مثلاً اب بابر منہ پر حملہ کرتا اور راجپوتوں کو شکست دیتا ہے۔ یہ حال حکائی کہلاتا ہے۔ یعنی گزشتہ حالات و واقعات کے بیان کرنے میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کہین مولانا روم فرماتے ہیں۔ یا خدا فرماتا ہے۔ وہ امور یا مسائل جو کبھی باطل نہونگے یا جنگی نسبت ایسا خیال ہے، انکے ساتھ ہمیشہ فعل حال آتا ہے۔ جیسے دو اور دو چار ہوتے ہیں۔ زمین سورج کے گرد گردش کرتی ہے۔

فعل مستقبل

مستقبل مطلق (۱) جس سے محض زمانہ آئندہ پایا جائے۔

مضارع کے بعد گا (یا گے یا گی) بڑبازینے سے بنتا ہے جیسے کھائے گا، آئے گا مگر مصدر ہونا سے ہوگا مشتق ہے۔ پرانی اردو میں ہوے گا استعمال ہوتا تھا مگر اب متروک ہے۔ ہے گا اب بھی بول چال میں مستعمل ہے اور حال یعنی ہے کے معنوں میں آتا ہے، مگر غیر فصیح ہے۔ اسی طرح ہوگا بھی بعض اوقات حال کے معنی دیتا ہے۔ جیسے تجھ سے بڑھ کر بھی کوئی بے وقوف ہوگا (یعنی ہے)

مستقبل مداہی (۲) جس میں آئندہ زمانہ میں کام کا جاری رہنا پایا جائے

جیسے کرتار ہے گا، چلتا رہے گا۔

جو اس شور سے تیر روتا رہے گا

تو ہمسایہ کا ہے کو سوتا رہے گا

حالیہ ناتمام کے بعد رہے گا بڑھانے سے بن جاتا ہے۔

مگر جاتا رہے گا مستقبل مطلق ہے۔ جیسے اسکا کام جاتا رہے گا، یعنی باتھ سے نکل جائے گا یا بگڑ جائے گا۔ اسکا مصدر جاتا رہنا (ضائع ہونا) مصدر مرکب ہے۔
 رہے گا سے ایک قسم کا استغناء ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے آپ جائے وہ آتا رہے گا
 آپ چپ رہے وہ خود بخود پڑھتا رہے گا۔

کبھی ماضی بھی مستقبل کے معنی دیتی ہے، اگر وہ آگیا تو ضرور جاوے گا، وہ آیا اور مین چلا دیہان دونوں ماضیان مستقبل کے معنی دیتی ہیں۔

کبھی حال بھی مستقبل کے معنی دیتا ہے جیسے تین کل صبح جاتا ہوں (اگرچہ یہ زیادہ فصیح نہیں ہے) مصدر کے بعد والا کالفظ بھی استقبال کے معنی دیتا ہے اور مصدر ہونا کے حال کے ساتھ اکثر استعمال ہوتا ہے جیسے مین کتاب لکھنے والا ہوں، وہ اب جانے والا
 اس سے قریب کا آئندہ زمانہ ظاہر ہوتا ہے۔

بعض اوقات علامات مستقبل گرجاتی ہے جیسے ایسا کبھی ہوا اور نہو دینے نہ ہوگا،

علامت مستقبل جدید تراش ہے، پراکرت اور قدیم ہندی مین اسکا کہیں پتہ نہیں۔ قدیم ہندی مین زمانہ مستقبل کو مضارع کے ذریعہ سے ظاہر کرتے تھے بلکہ رفتہ رفتہ یہ طریقہ ناکافی سمجھا گیا اور اس لیے زیادہ تر امتیاز کے لیے مستقبل کے لیے ایک الگ علامت قائم کی گئی۔

گاور اصل سنسکرت کے مصدر گام کی ماضی مچول گتا ہے، اور پراکرت کی گاؤ سے ماخوذ ہے۔ ہندی مین بھی مصدر جانا کی ماضی گیا ہے۔ زمانہ وسط کے شعرا نے گیا کا اختصار کر دیا۔ جو نہ کرین استعمال ہوا اور گا کی اسکی تائید ہوئی جو بھین گی رہ گئی

مصدر کے بعد گائے کی لائے سے بھی مستقبل مطلق کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔
لیکن یہ ہمیشہ نفی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور تاکید ہی معنی دیتا ہے جیسے وہ نہیں
آئے گا، میں نہیں آئے گا۔

فعل کی گردان

فعل کی گردان میں تین باتوں کا لحاظ ہوتا ہے۔ جنس۔ تعداد اور حالت۔
جنس و تعداد

جنس کے معنی تذکیر و تانیث، تعداد کے معنی واحد و جمع کے ہیں۔

اُردو میں فعل مذکر و مؤنث کی صورت میں فرق ہوتا ہے۔ واحد مذکر غائب میں آ اور
مؤنث میں ی معروف جیسے آیا اور آئی، اٹھا اور اٹھی۔ آتما اور آتی، ہو گا اور ہو گی۔ جمع مذکر
غائب میں سے مچول، مؤنث میں اسکے آگے صرف ت بڑھا دیتے ہیں۔ جیسے آئے اور
آئیں۔ جن افعال میں اصل فعل کے بعد کوئی دوسرا فعل یا علامت لگائی جاتی ہے، انکی
گردان میں ذرا اختلاف ہے مثلاً ماضی بعید و فعل حال مطلق و تمام میں بحالت مذکر اصل
فعل اور علامت دونوں کو بدلنا پڑے گا۔ جیسے آئے تھے، آیا ہے، آئے ہیں، آتا ہے،
آتے ہیں، تو آتا ہے، تم آتے ہو، مگر بحالت مؤنث امدادی فعل کو بدلنا پڑے گا۔ جیسے
آتی تھی، آئی تھیں، آئی ہے، آئی ہیں، آتی ہے، آتی ہیں، تو آتی ہے، تم آتی ہو۔

مگر فعل مستقبل میں بحالت مذکر تو یہی صورت قائم رہے گی یعنی اصل فعل اور علامت دونوں
بدل جائیں گے، لیکن مؤنث کی صورت میں اصل فعل تو بدل جائے گا مگر علامت نہیں بدلتی
جیسے آئے گی، آئیں گی، آئے گی، آؤ گی، آئے گا وغیرہ

حال آخر یہ میں مؤنث اور مذکر کی کوئی تمیز نہیں۔ جیسے چل اور چلو، مذکر و مؤنث دونوں کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ تمام افعال کے جمع متکلم میں تذکرہ تانیث کے صفحے یکساں آتے ہیں غالباً اسکی وجہ یہ ہے کہ بالمشانہ باتیں کرنے میں تذکرہ تانیث کا اختیار فضول ہے لیکن جہاں عورتوں وغیرہ کا لفظ یا کوئی اور قرینہ موجود ہو تو فرق کر دیا جاتا ہے۔ جیسے ہم سب عورتیں جائیں گی ہم سب سیلیان یا بہنیں جائیں گی۔

حالت

فعل کی تین حالتیں ہیں۔ غائب، واحد اور متکلم اور ان میں سے ہر ایک کی بہ لحاظ تعداد دو دو حالتیں ہیں، اس لیے کل چھ ہوئیں، اور پھر بہ لحاظ جنس کے ان چھ کی دو دو حالتیں ہیں۔ اس لیے ہر فعل کی بارہ حالتیں ہوئیں، انہیں سے ہر ایک کو صیغہ کہتے ہیں۔

گردان افعال

ماضی

۱۔ ماضی مطلق

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ لایا	وہ لائے	تو لایا	تم لائے	میں لایا
مؤنث	وہ لائی	وہ لائیں	تو لائی	تم لائیں	میں لائی

۲۔ ماضی مستم

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ لایا تھا	وہ لائے تھے	تو لایا تھا	تم لائے تھے	میں لایا تھا
مؤنث	وہ لائی تھی	وہ لائیں تھیں	تو لائی تھی	تم لائیں تھیں	میں لائی تھی

۳۔ ماضی ناتمام

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ لائے تھے یا لایا کرتے تھے	وہ لائے تھے یا لایا کرتے تھے	وہ لائے تھے یا لایا کرتے تھے	وہ لائے تھے یا لایا کرتے تھے	وہ لائے تھے یا لایا کرتے تھے
مونث	وہ لاتی تھی یا لایا کرتی تھی	وہ لاتی تھیں یا لایا کرتی تھیں	وہ لاتی تھیں یا لایا کرتی تھیں	وہ لاتی تھیں یا لایا کرتی تھیں	وہ لاتی تھیں یا لایا کرتی تھیں

۴۔ ماضی استمالی

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ لایا ہوگا	وہ لائے ہوئے	وہ لایا ہوگا	وہ لائے ہوئے	وہ لائے ہوئے
مونث	وہ لائی ہوگی	وہ لائیں ہوگی	وہ لائی ہوگی	وہ لائیں ہوگی	وہ لائیں ہوگی

۵۔ ماضی شرطیہ

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ کرتا	وہ کرتے	وہ کرتا	وہ کرتے	وہ کرتے
مونث	وہ کرتی	وہ کرتیں	وہ کرتی	وہ کرتیں	وہ کرتیں

فعل حال

۱۔ حال قدیم یا مضارع

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ لائے	وہ لائے	وہ لائے	وہ لائے	وہ لائے
مونث	وہ لائی	وہ لائی	وہ لائی	وہ لائی	وہ لائی

اس ماضی مطلق جمع غائب اور مضارع واحد غائب کی صورت یکساں ہے ان میں تمیز کرنا ضروری ہے خصوصاً جبکہ ضمیر غائب واحد اور جمع میں ایک ہی ہے۔

۲۔ حال مطلق

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ لاتا ہے	وہ لاتے ہیں	تو لاتا ہے	تم لاتے ہو	میں لاتا ہوں
مونث	وہ لاتی ہے	وہ لاتی ہیں	تو لاتی ہے	تم لاتی ہو	میں لاتی ہوں

۳۔ حال ناتمام

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ لارہا ہے	وہ لارہے ہیں	تو لارہا ہے	تم لارہے ہو	میں لارہا ہوں
مونث	وہ لارہی ہے	وہ لارہی ہیں	تو لارہی ہے	تم لارہی ہو	میں لارہی ہوں

۴۔ حال متام

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ لایا ہے	وہ لائے ہیں	تو لایا ہے	تم لائے ہو	میں لایا ہوں
مونث	وہ لائی ہے	وہ لائی ہیں	تو لائی ہے	تم لائی ہو	میں لائی ہوں

۵۔ حال اضافی

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ آتا ہوگا یا	وہ آتے ہونگے	وہ آتا ہوگا یا	تم آتے ہوگے	میں آتا ہوگا یا
مونث	وہ آئی ہوگی یا	وہ آتی ہوں گی	وہ آتی ہوگی یا	تم آتی ہوگی	میں آتی ہوگی یا

۶-۱ امر

	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ لائے گا	وہ لائیں گے	تو لا	تم لاؤ گے	میں لاؤں گا	ہم لائیں گے
مونث	وہ لائے گی	وہ لائیں گی	تو لا	تم لاؤ گی	میں لاؤں گی	ہم لائیں گی

فعل مستقبل

۱- مستقبل مطلق

	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ لائے گا	وہ لائیں گے	تو لائے گا	تم لاؤ گے	میں لاؤں گا	ہم لائیں گے
مونث	وہ لائے گی	وہ لائیں گی	تو لائے گی	تم لاؤ گی	میں لاؤں گی	ہم لائیں گی

۲- مستقبل مدامی

	واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
مذکر	وہ لاتا رہے گا	وہ لاتے رہیں گے	تو لاتا رہے گا	تم لاتے رہو گے	میں لاتا رہوں گا	ہم لاتے رہیں گے
مونث	وہ لاتی رہے گی	وہ لاتی رہیں گی	تو لاتی رہے گی	تم لاتی رہو گی	میں لاتی رہوں گی	ہم لاتی رہیں گی

طور مجہول

اسے مجہول اس لیے کہتے ہیں کہ فعل کا فاعل معلوم نہیں ہوتا۔

طور مجہول عموماً اور اکثر افعال متعدی کا ہوتا ہے۔

جس فعل متعدی کا مجہول بنانا ہو اس فعل کے ماضی مطلق کے آگے مصدر جاناس

جو زمانہ بنانا منظور ہو وہی زمانہ بنا کر لگا دیا جائے۔ مثلاً کھانے سے حال مطلق مجہول بنانا منظور ہے، تو کھانے کے ماضی مطلق کے آگے جانا کا حال مطلق لگا دیا جائے تو وہ ہوگا کھانا جاتا ہے۔ اسی طرح کھا یا جائے گا، مستقبل، کھا یا گیا (ماضی مطلق)، کھا یا جاتا تھا (ماضی نام)، کھلا دیا جائے گا (امر غائب یا مضارع)۔

افعال معدولہ طبعی طور پر مجہول واقع ہوئے ہیں۔ پٹنا، ٹٹنا، پکٹنا، پلٹنا، کھٹنا، کبٹنا، تقسیم ہونا، چھدنا، سبٹنا، کٹنا، سلٹنا۔ مثلاً وہ پٹا، اب بیان بظاہر وہ فاعل معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت یہ نہیں ہے پٹنے والا کوئی اور ہی ہے، وہ صرف قائم مقام فاعل ہے۔ اصل میں یون تھا وہ پٹا گیا۔

نہ لٹنا دن کو تو کب رات کو یون بے خبر سوتا

رہا کھٹکا نہ چوری کا د عادتیا ہون رہزن کو

اس شعر میں نہ لٹنا کے معنی ہیں نہ لوٹنا جاتا۔ اسی طرح آٹا مثلاً۔ ظاہر ہے کہ آٹا خود بخود تو لٹتا نہیں تو لٹنے والا کوئی اور ہے۔ اس لیے آٹا فاعل کیسے ہو سکتا ہے دراصل آٹا آٹا تو لا گیا۔ اسی طرح کپڑے سلے، روپے بٹے، گھوڑا لدا، کان چھدا، دروازہ کھلا، لکڑی کٹی وغیرہ وغیرہ۔

بعض اوقات فعل لازم کے ساتھ بھی طور مجہول استعمال ہوتا ہے جیسے مجھ سے وہاں جا کر آیا نہ گیا مجھ سے اتنی دور نہیں چلا جاتا مجھ سے آیا نہیں جاتا۔ لیکن یہ صورت ہمیشہ نفی کے ساتھ آتی ہے اور اس کے معنی بھی خاص ہیں یعنی یہ ہمیشہ اس وقت استعمال ہوتا ہے جبکہ فاعل یا قائل کو کسی فعل کا کرنا منظور نہیں یا وہ اسکے کرنے سے معذور ہے انہیں ہون میں یہ طور مجہول افعال متعدی کے ساتھ بھی آتا ہے جیسے مجھ کو کھانا کھایا گیا

گل میں اسکی سی جوبو آئی تو آیا نہ گیا
 ہم کو بن دوش ہوا باغ میں لایا نہ گیا (دقیر)
 یہاں گیا کے معنی "سکے" کے ہیں، اگرچہ صورت مجہول کی ہے۔

لیکن بعض اوقات جانا بطور فعل امدادی کے دوسرے افعال کے ساتھ آتا ہے مثلاً
 کھا جانا، اڑ جانا، اُٹھ جانا۔ لہذا ان افعال میں اور طور مجہول میں فرق کرنا چاہیے۔ اس کا
 امتیاز آسانی اسی طرح ہو سکتا ہے کہ اگر فعل کے ساتھ صورت فاعلی استعمال ہو سکتی ہے تو
 وہ طور معروف ہے اور اگر نہیں ہو سکتی تو وہ طور مجہول ہے۔

طور مجہول میں جو جانا استعمال ہوتا ہے وہ درحقیقت پراکرت کے طور مجہول سے
 ماخوذ ہے پراکرت میں طور مجہول کے بنانے کے لیے اِجَّآ ماوہ فعل کے آگے بڑھادی ہیں
 (سنسکرت میں علامت مجہول یا ہے) ماڑ واڑی اور غالباً سندھی میں اب تک پراکرت
 کی اصل کا پتہ لگتا ہے۔ ماڑ واڑی میں طور مجہول کے لیے اجنوبڑ ہاتے ہیں۔ جیسے کرجنوب
 یعنی کیا جانا۔ مرور زمانہ اور نیز اصل پر نظر نہ رہنے سے غالباً اِجَّآ کا جانا کا جا
 سمجھا گیا۔ اور رفتہ رفتہ طور مجہول کے لیے جانا استعمال ہونے لگا۔

افعال کی نفی

۱۔ افعال کے شروع میں نہ یا نہیں لگانے سے فعل منفی ہو جاتا ہے۔ مثلاً وہ
 اب تک نہیں آیا، تم کل کیوں نہیں آئے، اُسے کچھ نہ ملا۔

بعض اوقات نہیں بعد میں آتا ہے جیسے میں تمام دن انتظار کرتا رہا مگر وہ آیا ہی
 نہیں، صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں، وہ بیٹھا تو نہیں۔ یہ اکثر تفصیل کے
 موقع پر ہوتا ہے، لیکن نظم میں پابندی نہیں۔

۲۔ نہ اور نہیں کے استعمال میں فرق ہے۔ ماضی شرطیہ اور مضارع کے ساتھ نہیں استعمال نہیں کرتے بلکہ نہ استعمال ہوتا ہے۔ اگر وہ نہ آتا تو خوب ہوتا۔ اگر وہ نہ آئے تو میں کیا کروں، تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا۔

نہ سنا کچھ تو خدا تھا اور نہ ہوتا تو خدا ہوتا ڈبویا جھکو ہونے نے نہ تو میں تو کیا ہوتا جہاں شرطیہ کے دوسرے حصہ میں بھی جیسے جزا کہتے ہیں نہیں نہیں آتا۔ جیسے اگر وہ آتا تو اچھا نہ ہوتا۔ بعض اوقات اسکے استعمال میں غلطی ہو جاتی ہے۔ مثلاً ”ہم خدا جھکو سمجھتے اگر خودی ہوتی نہیں“ میں اگر بجائے نہیں کے نہ ہوتا تو بہتر اور فصیح تر ہوتا۔ ماضی مطلق میں شرط کے ساتھ بھی اکثر نہیں استعمال نہیں کرتے جیسے اگر اس نے نہ مانا تو کیا ہوگا۔ وہ نہ آیا تو تو ہی چل رہی تھیں اس میں کیا تیری شان گھٹتی ہے

۳۔ حال امر یہ کی نفی نہ اور مت دونوں سے آتی ہے جیسے۔ نہ کر، مت کر۔ مت میں مزید تاکید پائی جاتی ہے۔

۴۔ ماضی مطلق کے ساتھ اکثر اور عموماً نہیں آتا ہے، لیکن بعض اوقات نہ ہی استعمال ہوتا ہے جیسے۔

نہوا پر نہوا میر کا انداز نصیب ذوق یاروں نے بہت در غل میں مارا

اسی طرح ماضی تمام و نا تمام و احتمالی کے ساتھ بھی نہیں آتا ہے۔ لیکن جب ماضی احتمالی کی آخری علامت تھا محدود ہو تو ہمیشہ نہ استعمال ہوگا جیسے ممکن ہے کہ وہ نہ سمجھا اور بونہی چلا گیا۔

۵۔ فعل مستقبل کی نفی مثل دوسرے افعال کے آتی ہے لیکن کبھی مصدر کے بعد کا دکی رکے، لگا دینے سے مستقبل کے معنی پیدا ہوتے ہیں مگر یہ صورت ہمیشہ

نفی کے ساتھ آتی ہے اور اس سے تاکید مخصوص ہوتی ہے جیسے میں نہیں آنے کا، ہم نہیں آنے کے، وہ نہیں آنے کی۔ ایسی صورت میں نفی کے لیے ہمیشہ نہیں آتا ہے۔
۶۔ نفی حال مطلق میں آخری علامت ہے یا ہن حذف ہو جاتی ہے۔ جیسے میں نہیں آتا، وہ نہیں آتا، اس سے نہیں کہا جاتا۔

کوئی صورت نظر نہیں آتی کوئی اسید بر نہیں آتی

لیکن جب کسی جملہ کے دونوں حصوں میں حرف نفی لا با مقصود ہو تو نہ لکھنا چاہیے۔
اس وقت آخر کا فعل امدادی دینے سے یا نہیں، نہیں گزرا۔ جیسے نہ خود آتا ہے نہ دوسرے
آنے دیتا ہے۔ و حقیقت یہاں فعل حال کی نفی نہیں بلکہ حملے کی صورت ہی نفی واقع
ہوئی ہے۔ حال تمام کے ساتھ بھی نہیں استعمال ہوتا ہے اور آخر سے فعل امدادی
ہے یا ہن گر جاتا ہے۔ جیسے وہ اب تک نہیں آیا دیا ہے،

۷۔ ایسے افعال کو جو کسی اسم یا صفت اور فعل سے مرکب ہوں انکی نفی دو طرح
ہوتی ہے یا تو صرف نفی اسم یا صفت کے اول ہوتی ہے یا فعل کے اول۔ جیسے میں
یہ کتاب نہیں پسند کرتا، اور میں یہ کتاب پسند نہیں کرتا۔ میں ان باتوں سے نہیں خوش
ہوتا اور میں ان باتوں سے خوش نہیں ہوتا۔ ہماری رائے میں فعل کے ساتھ حرف نفی لا نا بہتر ہے۔

۸۔ بعض افعال کے آخرین حرف نفی کبھی زائد بھی آتا ہے، مگر اس میں ایک
قسم کی تاکید اثباتی پائی جاتی ہے۔ جیسے آؤ نہ وہاں چلیں، آخر نہیں آیا نہ۔

کیا فرض ہے کہ سب کو لے ایک سا جواب آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

۹۔ اس فعل امدادی (ہے) کے گرجانیکی وجہ یہ ہے کہ ہمیں میں خود یہ فعل (ہے) موجود ہے
کیونکہ ہمیں مرکب ہے نہ اور ہن۔ قدیم حال سے اور بطور ہے کی ضرورت نہیں۔

افعال کا تقسیم یہ

سوائے ایک آدھ کے باقی تمام افعال معدولہ و افعال لازم متعدی بن سکتے ہیں اور متعدی متعدی متعدی جیسے ڈرنا سے ڈرانا، چلنا سے چلانا، یہ لازم سے متعدی ہوئے۔ دنیا سے دلانا، کھانا سے کھلانا، متعدی سے متعدی متعدی۔

اسکے علاوہ ایک قسم متعدی بالواسطہ کی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ فعل کے وقوع کے لیے کسی دوسرے شخص کے واسطہ کی ضرورت ہے۔ جیسے کھانا متعدی کھلانا متعدی متعدی، کھلوانا متعدی بالواسطہ۔

۱۔ اول افعال معدولہ و لازم سے متعدی اور متعدی سے متعدی متعدی بنانے کے قاعدے لکھے جاتے ہیں۔

۲۔ عام قاعدہ فعل معدولہ یا لازم کو متعدی اور متعدی کو متعدی متعدی بنانے کا یہ ہے کہ فعل کے مادے کے آگے ابڑا دیا جائے، جیسے چلنا سے چلانا، ملنا سے ملانا، اٹھنا سے اٹھانا، پکڑنا سے پکڑانا۔

لیکن اگر ایسے افعال کا دوسرا حرف متحرک ہو تو متعدی بنانے کی حالت میں ساکن ہو جائے گا۔ جیسے گھلنا سے گھلانا، پکڑنا سے پکڑانا، سمجھنا سے سمجھانا۔

ب کبھی مادہ فعل کے آخر حرف سے قبل آ بڑا دیا جاتا ہے۔ جیسے نکھنا سے نکھانا، اترنا سے اترانا، ابھرنا سے ابھارنا، بگڑنا سے بگاڑنا،

ج۔ کبھی پہلے حرف کی حرکت کو اسکے موافق حرف علت سے بدلنے سے یعنی زبر کو الف سے جیسے مرنا سے مارنا، تپنا سے تاپنا، ٹلنا سے ٹالنا، تھمنا سے تھامنا،

کٹنا سے کاٹنا، زیر کو تھی سے جیسے چرنا سے چیرنا، پھرنا سے پھیرنا، گھرنا سے گھیرنا، پنا سے پسنا، گھسنا سے گھسیٹنا، کھینچنا سے کھینچنا، بڑنا سے بیڑنا، پیش کو واؤ سے جیسے مڑنا سے موڑنا، جڑنا سے جوڑنا، کھلنا سے کھولنا، لٹنا سے لوٹنا، گھلنا سے گھولنا۔ ان مصادر میں بعض اوقات ٹ سے بدل جاتی ہے جیسے ٹوٹنا توڑنا، بھوٹنا سے بھوڑنا، پھٹنا سے پھاڑنا۔

د۔ کبھی مصادر چار حرفی میں جبکہ حرف دوم حرف علت ہو تو اس حرف علت کو ساٹھ کر کے حرف اول کو اسکے موافق حرکت دیتے ہیں اور اسکے آگے آیا بجا سے آ کے لا بڑھا دیتے ہیں۔ جیسے رونا سے رُلانا، پینا سے پِلانا، سونا سے سلانا، دھونا سے دھلانا، جینا سے جلانا، جیتنا سے جٹانا، کھانا سے کھلانا، اس میں خلاف قاعدہ پہلے حرف کو زیر دیا گیا ہے، جاگنا سے جگانا، بیٹھنا سے بٹھانا، دیا بھلانا جو نصیح نہیں، ڈرنا سے پہلے ڈبانا آتا تھا، لیکن اب وہ غیر نصیح سمجھا جاتا ہے، آج کل ڈبونا کہتے ہیں۔ اسی طرح بھیگنا سے بھگونا آتا ہے۔

اگر مصدر پانچ حرفی ہے اور دوسرا حرف حرف علت ہے تو حرف علت حذف کر کے پہلے حرف کو اسکے موافق حرکت دیتے اور اسکے آگے آ بڑھا دیتے ہیں جیسے توڑنا سے ترانا، تیرنا سے ترانا، جاگنا سے جگانا، بھاگنا سے بھگانا۔

۲۔ متعدی بالواسطہ کے بنانے کے یہ قاعدے ہیں۔

ا۔ کبھی علامت مصدر کے اول الف بڑھا دینے سے جیسے کرنا سے کرانا۔

ب۔ کبھی وا بڑھانے سے۔ دوسرا حرف حرف علت ہو تو گر جاتا ہے اور اسکے بجائے اسکے موافق حرکت آ جاتی ہے۔ جیسے تولنا سے تلوانا، اٹھنا سے اٹھانا۔

اُٹوانا، دہنا سے دہوانا، جھاڑنا سے جھڑوانا۔ تیسرا اور چوتھا حرف علت بھی گرجاتا ہے جیسے نچڑنا سے نچڑوانا بیچنا سے بکوانا آتا ہے، کیونکہ مصدر مصدر و لہ اسکا بکنا ہوتا اس سے متعدی بیچنا ہوا، اور متعدی بالواسطہ بکوانا۔ متعدی بالواسطہ اکثر صورت اول کی طرف عود کرتا ہے۔

۳۔ بیٹھنا سے بٹھانا اور ٹھلانا، دیکھنا سے دکھانا اور دکھلانا، سیکھنا سے سکھانا اور سکھلانا، سوکھنا سے سُکھوانا اور سکھلانا دو دو آتے ہیں لیکن بٹھلانا، سکھلانا، دکھلانا، سکھلانا، زیادہ فصیح نہیں سمجھے جاتے۔ یہی حال تہلانا کا ہے۔

۴۔ بعض مصادر کے متعدی دو طرح آتے ہیں جیسے دہنا کا متعدی دہنا بھی ہے اور دہانا بھی لیکن ان کے معنوں میں فرق ہے، دہنا کے معنی چٹی کرنے کے ہیں، اور دہانا کے معمولی معنی ہیں۔

ٹوٹنا لازم ہے، توڑنا اور تڑنا دونوں اسکے متعدی ہیں، توڑنا عام طور پر ہر ایک چیز کے توڑنے کو کہیں گے، لیکن تڑنا صرف اُسی وقت استعمال کریں گے جب کوئی جانور رسی توڑ کر بھاگ جائے۔ جیسے بیل رسی تڑا کر بھاگ گیا۔

اسی طرح گھلنا کے دو متعدی ہیں، ایک گھولنا دوسرا گھلانا۔ گھولنا جیسے دوا یا نمک اور اسی قسم کی اشیا کے متعلق کہیں گے جو پانی وغیرہ میں گھل سکیں لیکن گھلانا ایسے موقع پر بولیں گے جیسے غم نے اُسے گھلادیا۔ طور لازم گھلنے میں بھی یہ معنی پائے جاتے ہیں، لیکن گھولنا جو متعدی ہے اس میں یہ معنی نہیں ہیں، البتہ دوسرے متعدی گھلانا میں یہ معنی ہیں۔

اسی طرح بھولنا اور بھلانا دونوں متعدی بیک مفعول ہیں مگر معنوں میں فرق ہے

جیسے وہ مجھے بھول گیا، یعنی درازی مدت یا کسی اور وجہ سے اُس نے مجھے بھلا دیا یعنی جان بوجھ کر۔ وہ لکھا پڑھا سب بھول گیا، اُس نے لکھا پڑھا سب بھلا دیا، پہلے فقرے میں ایسی وجہ ہیں جو اختیاری نہیں ہیں، دوسرے میں ارادہ یا ایسی وجہ پائی جاتی ہیں جو ایک حد تک اختیاری تھیں۔

۵۔ کبھی امدادی افعال کے لانے سے متعدی بنتا ہے۔ جیسے وہ اُسے لے ڈوبا، وہ اُسے لے بھاگا، وہ مجھے آپڑا (ڈوبنا، بھاگنا اور پڑنا افعال لازم ہیں مگر افعال امدادی کے آنے سے متعدی ہو گئے)

۶۔ سنسکرت میں علامت تعدیہ آیا تھی، پراکرت میں آئے ہی۔ یہ آئے بعض اوقات مادہ فعل کے آگے بڑھادی جاتی تھی، لیکن زیادہ تر پراکرت میں (جو سنسکرت میں بعض مادوں کے ساتھ آتی تھی) آ کے اضافہ سے آپے ہو کر استعمال ہوتی تھی۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد پ کا بدل پ اور و سے ہو گیا یعنی آپے سے آپے اور آپے سے اوے ہوا اور یہ ہندی میں وا اور آ رہ گیا۔ مثلاً سنسکرت میں کری سے کار یا پراکرت میں کار سے اور بعد ازان کر اوے (جسے کراپے) ہندی کرا۔ بعض ہندی مصادر مثلاً بھگوانا اور ڈوبنا اور گڑونا میں جو واؤ آ گیا ہے وہ درحقیقت او کا بگاڑ ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ بعض افعال کے تعدیہ میں ل کہاں سے آیا۔ بعض کا خیال ہے کہ صرف کا لون کو اچھا معلوم ہونے کی وجہ سے ل بڑھادیا گیا، مگر یہ ٹھیک معلوم نہیں ہوتا زیادہ تر قرین قیاس سری توجیہ ہے جو یہ ہے کہ سنسکرت کا اسے بدل کر آل یا آر ہوا۔ اسکی مثالیں موجود ہیں کہ سی سنسکرت میں ل سے بدل جاتی ہے اور آل اور رکا بدل ہوتا ہے، اسکے بعد سی لا رہا ہو گیا چنانچہ ہندی اور پنجابی میں لا اور ہندی میں لا زیادہ تر استعمال ہوتا ہے۔

مرکب افعال

افعال مرکب دو طرح سے بنتے ہیں

- ۱۔ ایک دوسرے افعال کی مدد سے جنجین افعال امدادی کہتے ہیں۔
- ۲۔ دوسرے افعال کو اسایا صفات کے ساتھ ترکیب دینے سے۔

امدادی افعال

ہندی افعال موجودہ حالت میں اُن ترکیبی پید کیوں سے آزاد ہو گئے ہیں جو سنسکرت میں پائی جاتی ہیں بلکہ اب ہندی فعل نے ترکیبی طرز چھوڑ کر تفصیلی طریقہ اختیار کیا ہے، یعنی بجائے خود فعل کے تغیر سے نئے معنی پیدا کرنے کے دوسرے افعال کی مدد وہ معنی پیدا کیے جاتے ہیں۔ یہ طریقہ زیادہ آسان اور ترقی یافتہ ہے اور اس سے اُسے کچھ نقصان نہیں پہنچا بلکہ امدادی افعال کی مدد سے بیشمار لطیف اور نازک معنی پیدا ہو جاتے ہیں، اور اردو زبان میں امدادی افعال نے بڑی وسعت اور نزاکت پیدا کر دی ہے۔ اکثر اوقات امدادی افعال سے معافی میں جو فرق پیدا ہو جاتا ہے وہ ایسا نازک اور پر لطف ہوتا ہے کہ بیان میں نہیں آ سکتا۔ یہ ذکر زیادہ تر نحو سے متعلق ہے لیکن چونکہ فصل کا بیان یہاں مفصل آپکا ہے لہذا موقع کے لحاظ سے یہ بھی یہیں لکھا جاتا ہے۔

۱۔ سب سے زیادہ کارآمد اور کثیر الاستعمال امدادی فعل تہو و سنسکرت تہو ہے اس سے اکثر افعال بنتے ہیں۔ مثلاً ماضی نا تمام، تمام، احتمال، فعل حال کے مختلف اقسام اور مستقبل اسی کی امداد سے بنتے ہیں۔



ناکی گردان یہ ہے۔

ماضی	حال	ستقبل
ہوا یا تھا	ہے یا ہوتا ہے	ہو گا

ہونا کی مدد سے جو فعل بنتے ہیں اگرچہ انکا ذکر فعل کے بیان میں ہو چکا ہے لیکن بعض خاص صورتیں ایسی ہیں جو وہاں مذکور نہیں ہوئیں۔ ان کا ذکر بیان کیا جاتا ہے (۲) مثلاً آیا ہوتا یا سنا ہوتا وغیرہ۔ اگر وہ آیا ہوتا تو مجھے ضرور اطلاع ہوتی یہ شرطیہ صورت کے ساتھ زمانہ ماضی کے لیے آتا ہے۔

ماضی شرطیہ یہ ہے اگر وہ آتا تو مجھے ضرور اطلاع ہوتی۔ اسمین اور اسمین کچھ یوں ہی سا فرق ہے۔ البتہ پہلی صورت میں زیادہ زور پایا جاتا ہے۔

(ب) کیا چوڑا سنا ہو۔ جیسے کہ میں نے کبھی اُسکا نام سنا ہے۔ دوسرا شخص اسکے جواب میں کہے ممکن ہے سنا ہو مگر اس وقت یاد نہیں، یا کہ میں سنا ہو گا۔ پہلی صورت میں احتمال خفیف ہے دوسری میں قوی۔ یا مثلاً ممکن ہے اُس نے ایسا کیا ہو۔ اور غالباً اس نے ایسا کیا ہو گا۔

(ج) آتا ہوتا کرتا ہوتا وغیرہ جیسے اگر وہ ایسا کرتا ہوتا تو اب تک نہ بچتا رہنے وہ ایسا نہیں کرتا تھا۔ اگر پڑھتا ہوتا تو آج بڑے عمدے پر ہوتا۔ یہ بھی صورت شرطیہ ہے اور نفی عادت کو ظاہر کرتا ہے۔

۲۔ بعض امدادی افعال تکمیل فعل میں تقید ظاہر کرتے ہیں مثلاً دینا، لینا، جاننا، پوچھنا۔

(۲) دینا سوا سے چل دینا کے اکثر طور متعدی اور متعدی متعدی کے ساتھ آتا ہے جیسے سمجھا دینا، بتا دینا، نکال دینا، ہٹا دینا۔ بعض صورتوں میں اس میں جبر کی جھلک بھی پائی جاتی ہے جیسے من نے اُسے گھر سے نکال دیا، اٹھا کے پھینک دیا، پٹک دیا وغیرہ۔ (ب) لینا اس میں تکمیل فعل کے ساتھ فاعل کی نسبت، فائدہ یا جانب داری ظاہر ہوتی ہے جیسے بلا لینا (یعنی اپنے پاس بلانا) رکھ لینا (اپنے واسطے یا پاس رکھ لینا) اسی طرح سُن لینا، لے لینا، بچا لینا، دکھا لینا (دوسرے کو اپنے فائدہ کے لیے) وغیرہ وغیرہ یہ طور لازم و متعدی دونوں کے ساتھ آتا ہے۔ امدادی افعال دینا اور لینا میں فرق یہ ہے کہ لینا میں اپنا فائدہ یا قرب ظاہر ہوتا ہے اور دینا میں بخلاف اسکے دوسرے کا فائدہ یا قربت نکلتی ہے، گو یا ایک دوسرے کے برعکس ہیں۔ معافی کا یہ فرق مثال ذیل سے بخوبی عیاں ہے۔

۱۔ میں نے اُسے سمجھا لیا ہے

۲۔ میں نے اُسے سمجھا دیا ہے

پہلے چلے سے ظاہر ہے کہ میں نے معاملہ اُسے اس طرح سمجھا یا ہے جس میں میرا فائدہ ہے، دوسرے چلے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُسے جو کچھ سمجھا یا گیا ہے وہ اُسے کے فائدے کے لیے ہے، یا عام الفاظ میں یوں کہنا چاہیے کہ لینا میں فعل فاعل کی جانب جاتا ہے اور اُسی کی غرض ملحوظ ہوتی ہے مگر دینا میں فاعل سے نکل کر مفعول کی جانب پہنچتا ہے جیسے میں نے کتاب میز پر رکھ دی اور میں نے کتاب جیب میں رکھ لی۔ اسی طرح بٹھا دینا اور بٹھا لینا یعنی اپنے پاس، مگر ایسے افعال جیسے پی لینا کھا لینا میں صرف فعل کی تکمیل ظاہر ہوتی ہے۔

(ج) جانا بکثرت افعال کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اور زیادہ تر طور لازم کے ساتھ جیسے ٹوٹ جانا، بکھر جانا، بگڑ جانا، چلے جانا وغیرہ وغیرہ۔ اس سے صرف تکمیل فعل ظاہر ہوتی ہے، اور بعض وقت یہ بھی نہیں بلکہ سادہ فعل کے بجائے عموماً جانا مرکب کر کے بولتے اور لکھتے ہیں جیسے مل جانا، ہو جانا، لوٹ جانا۔ جانا سے بعض بہت ہی لطیف محاورے بن گئے ہیں مثلاً پانا سادہ فعل ہے لیکن پانا جانا کے معنی ہی دوسرے ہیں یعنی تارنا۔ اسی طرح کھونا سے کھوئے جانا وغیرہ

(د) آنا اور جانا میں وہی نسبت ہے جو لینا اور دینا میں ہے۔ آنا بطور آمدنی فعل کے بہت کم استعمال ہوتا ہے اور وہ بھی زیادہ افعال ابتدائی یا معدولہ کے ساتھ جیسے بن آنا اور بننا آنا۔ اکثر یہ افعال کے ساتھ آکر تکمیل فعل کے معنی دیتا ہے اور ساتھ ہی ظاہر کرتا ہے کہ فاعل کسی کام کو انجام دے کر واپس آگیا جیسے میں اسی دیکھ آیا ہوں، جو آیا ہوں، ان معنوں میں وہ لازم اور مستعدی دونوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔

(ک) ڈالنا اس میں تکمیل فعل کسی قدر زیادہ زور کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے نیز اس میں جبر کی شان بھی پائی جاتی ہے جیسے مار ڈالنا، مسل ڈالنا، کاٹ ڈالنا بگاڑ ڈالنا وغیرہ۔

(و) رہنا جیسے بیٹھ رہنا، سو رہنا۔ وہاں جا کے بیٹھ رہا، اس سے فعل کا ایک حالت پر قائم رہنا پایا جاتا ہے جیسے وہ سُنتا ہے اور وہ سُن رہا ہے، وہ کھیلتا ہے اور کھیل رہا ہے، آخری صورتوں میں مصروف ہونا اور فعل کا جاری ہونا ظاہر ہوتا ہے، مگر جاتے رہنا کے معنی ہیں تلف ہو جانے اور ضائع ہو جانے کو

(ز) پڑنا جیسے دکھائی پڑنا۔ دوسرے معنی اسکے دوسری جگہ بیان کیے جائیں گے
 (ح) بیٹھنا، اس میں بھی جبر اور زور پایا جاتا ہے جیسے سینے پر چڑھ بیٹھا، لڑ بیٹھا
 ۳۔ چکنا اختتام فعل کو کامل طور پر ظاہر کرتا ہے جیسے کام ہو چکا۔ کام کر چکا۔
 میں خط لکھ چکا۔ وہ کھا چکا۔ ان تمام جملوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کام ختم ہو گیا ہے۔
 ۴۔ بعض افعال سے امکانی حالت اور قابلیت یا اجازت ظاہر ہوتی ہے
 (ا) سکنا۔ جیسے میں کر سکتا ہوں۔ وہ نہیں دیکھ سکتا اس سے قابلیت
 فعل کی ظاہر ہوتی ہے۔

وہ نہیں بول سکتا، وہ نہیں جاسکتا، میں نہیں جاسکوں گا (امکانی صورت ہے)
 اجازت کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے وہ نہیں آسکتا، کیا میں آسکتا ہوں۔
 سکنا کبھی تنہا استعمال نہیں ہوتا، ہمیشہ کسی دوسرے فعل کے ساتھ بطور فعل لازمی
 کے آتا ہے۔

(ب) دنیا سے بعض اوقات اجازت کے معنی نکلتے ہیں، جیسے اُسے آنے دو
 اُسے کس نے آنے دیا۔

(ج) کبھی کبھی پانا بھی سکنے اور اجازت کے معنوں میں آتا ہے مگر ہمیشہ مصدر
 کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ جیسے وہ ان کوئی نہیں جانے پاتا۔ (یعنی کسی کو جانے
 کی اجازت نہیں ہے) کیا مجال کہ آدمی ٹھہرنے پائے دھڑکے،
 اڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے آج اُس سے کوئی ملنے نہ پایا (نہ مل سکا)
 کسی کو اُس شہ خوبان تلک جانا نہیں ملتا
 مگر خلوت میں اُسکے ایک میں ہی جانے پاتا ہوں

میان ملنے کے معنی بھی سکھنے کے آئے ہیں۔ یہ ہمیشہ مصدر کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔
(د) جانا بھی کبھی سکھنے کے معنی دیتا ہے، جیسے مجھ سے چلا نہیں جاتا۔ اُس سے
کھانا کھایا نہیں جاتا۔

۵۔ بعض امدادی افعال سے فعل کے جاری ہونے یا فاعل کی عادت کا اظہار
ہوتا ہے جیسے

(ا) کرنا وہ آیا کرتا تھا، کیا کرتا تھا، آیا کرو۔ اسی طرح رویا کیا، سوار کیا۔
(ب) رہنا جیسے وہ بولتا رہا، کھتا رہا، سوتا رہا، وہ کھلتا رہتا ہے، سوتا رہتا ہے
(ج) جانا بھی کبھی کبھی ان معنوں میں آتا ہے، ہزار منع کرو مگر وہ اپنی سی کئے جاتا ہے
کئے جاتا ہے، ایک کو ایک کھائے جاتا ہے۔

ناامیدی مٹائے جاتی ہے شوق نقشہ جاس جاتا ہے
خاص یہ صورت عموماً فعل حال ہی کے ساتھ استعمال ہوتی ہے، ماضی میں اسکا
استعمال دوسری طرح ہوتا ہے جیسے وہ پڑھتا جاتا تھا اور میں لکھتا جاتا تھا۔ حال جیسے
پانی بتا جاتا ہے۔ (یعنی فعل آہستہ آہستہ جاری ہے)

۶۔ بعض امدادی افعال دوسرے افعال کے ساتھ مل کر کسی کام کے دفعہ
ہو جانے یا کرنے کے معنوں کا اظہار کرتے ہیں۔

(ا) بیٹھنا جیسے کہ بیٹھا، کر بیٹھا، وہ ایسے کام اکثر بے سوچے سمجھے کر بیٹھتا ہے۔
اس میں فعل کے یکایک ہو جانے یا بے سوچے سمجھے کرنے کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔

(ب) اٹھنا بھی انہیں معنوں میں آتا ہے جیسے بول اٹھا۔

(ج) پڑنا جیسے لڑ پڑا، آپڑا، جا پڑا۔

(د) نکلنا جیسے بہ نکلنا چل نکلنا یعنی حالت سکون سے دفعۃً حرکت میں آجانے کے معنی میں ہاں ان معنوں میں نکلنا بہ کم استعمال ہوتا اور شاید زیادہ تر نکلنے کے مصدر کے ساتھ آتا ہے۔ آ نکلا اور جا نکلا دفعۃً نمودار ہو جانے کے معنوں میں ہے۔

۷۔ لگنا کام کے آغاز کو بتاتا ہے، جیسے کہنے لگا، کھانے لگا، منہ سے پھول جھڑنے لگے۔ مگر یہ صورت صرف ماضی مطلق ہی میں استعمال ہوتی ہے کبھی کبھی حال میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے جب وہ بیان کرنے لگتا ہے تو دودھ گھٹے دم نہیں لیتا مگر عام طور پر صرف لگا (ماضی مطلق)، مصدر کے بعد آنے سے ان معنوں میں آتا ہے۔

۸۔ پڑا (ماضی مطلق)، کسی دوسرے فعل کے شروع میں آنے سے فعل میں زور اور کثرت کے معنی پیدا کرتا ہے اور عموماً ایسے افعال کے ساتھ آتا ہے جس میں کام جاری رہنا پایا جائے۔ جیسے منہ سے پڑے پھول جھڑ رہے ہیں، پڑا مارا پھرتا ہے، پڑا روتا پھرتا ہے، باغون کے نیچے نہرین پڑی بہ رہی ہیں۔

۹۔ چاہتا ایک تو فاعل کی خواہش ظاہر کرتا ہے، دوسرے یہ بتاتا ہے کہ کام قریب زمانہ آئندہ میں ہونے والا ہے، مگر اصل فعل ہمیشہ ماضی کی صورت میں رہتا ہے جیسے وہ بولا چاہتا ہے، دیکھیے کیا ہوا چاہتا ہے۔ یہ حالت صرف فعل حال میں استعمال ہوتی ہے۔

دل اس بت پر شید ہوا چاہتا ہے یہ کہہ کھسا ہوا چاہتا ہے

خواہش ظاہر کرنے کے لیے اصل فعل صورت مصدریہ کے ساتھ ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ جیسے اس نے بولنا چاہا، وہ بولنا چاہتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

یہی معنی مصدر کے الف کو یائے جھول سے بدلنے اور اس کے بعد گو اور ہونا کے افعال ماضی و حال بڑھانے سے پیدا ہوتے ہیں جیسے کہنے کو ہے، جانے کو ہے وغیرہ۔

۱۰۔ چاہنا سے چاہئے بطور امدادی فعل کے مستعمل ہے۔ یہ اخلاقی امر یا فرض منصبی کے

جنانے کے لیے آتا ہے، اور ہمیشہ مصدر کے بعد استعمال ہوتا ہے جیسے اُنھیں اُن جان جانا چاہیے، تم کو وقت پر حاضر ہونا چاہیے، انسان کو سب کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہیے۔
۱۱۔ کے فعل کے شروع میں آنے سے اپنے ساتھ کسی دوسرے شخص یا شے کو

لے جانے یا متبلا کرنے کے معنوں میں آتا ہے جیسے لے بھاگنا، لے اوڑنا، لے ڈوبنا، لے مرنے وغیرہ۔

۱۲۔ رہا اور چھوڑا جب حالیہ کے بعد آتے ہیں تو اس کے معنی ہوتے ہیں کہ باوجود مشکلات

کے پوری سعی کے ساتھ کام کو انجام دیا جیسے کر کے رہا، مکان بنانے کے چھوڑا۔

۱۳۔ کبھی فعل میں تکرار ہوتا ہے، یعنی دوسرا فعل اسی کا مترادف یا اس کا ہم آواز ساتھ آتا ہے

اور معنوں میں زور پیدا کر دیتا ہے۔ جیسے دیکھ بھال کر، سچ سلج کر، بین تمام کو ہار اٹھکا گھر بچھا، دھو دھو کے گاڑنے، اپنے میں مصروف رہے، پس پاس کے سالہ تیار کر دیا، دہل دہلا کر خاصہ سفید ہو گیا، گرتے پڑتے گھر پہنچ گیا۔ اسی طرح چلنا پھرنا، سینا پرونا، کھانا پینا، رونا دھونا وغیرہ۔

۲۔ اسماء و صفات کی ترکیب سے

۱۔ ہندی اسم یا صفت کے ساتھ سادہ مصادر کا آنا جیسے پو جا کرنا، نام دہنا، بڑا کرنا، اچھا کرنا، دم لینا، دم دینا، دم مارنا، دم توڑنا، رکھوالی کرنا، اُدھار دینا، ڈینگ مارنا، چھلانگ مارنا، مار کھانا، غوطہ کھانا، جاڑا لگنا، تاک لگانا، پتہ لگانا، ہل چلانا، رستہ دیکھنا وغیرہ وغیرہ بکثرت اور بیشمار استعمال ہیں۔

۲۔ فارسی اسم کے ساتھ ہندی مصدر کا آنا جیسے دل دینا، باز آنا، باز رکھنا، دلاسا دینا، پیش آنا، برآنا، برلانا وغیرہ۔

۳۔ عربی اسم کے ساتھ جیسے شروع کرنا، یقین کرنا، یقین لانا، علاج کرنا،

جمع ہونا وغیرہ۔

۴۔ فارسی یا عربی صفت کے ساتھ جیسے قوی کرنا، روشن کرنا، مشہور کرنا فیض ہونا وغیرہ۔

۵۔ بعض اوقات ہندی اسماء یا صفات میں کسی قدر تغیر کر کے نا علامت لگاتے ہیں اور مصدر بناتے ہیں۔ جیسے پانی سے پینا نا، جوتی سے جوتیا نا ساٹھ سے سٹھیا نا، کٹی سے کھینا نا، پتھر سے پتھرا نا، ٹھوکر سے ٹھکرا نا، چکر سے چکرا نا، لالچ سے للچا نا، کچے سے کھینا نا، لنگڑے سے لنگڑا نا، بھن بھن سے جوکھین کی آواز ہے، بھنبھنا نا، ٹھن ٹھن سے ٹھنٹھنا نا، بڑ بڑ سے بڑبڑا نا، بن بن سے بنبنا نا وغیرہ۔

۶۔ بعض مصدر اردو میں ایسے ہیں کہ عربی یا فارسی افعال یا اسماء کے آگے ہندی مصدر کی علامت نا لگا کر اردو بنا لیا گیا ہے۔

مثلاً فارسی کے فرما سے فرمانا، بخش سے بخشنا، آزما سے آزمانا، نواز سے نوازنا، گرم سے گرانا، نرم سے نرمنا، داغ سے داغنا، خرید سے خریدنا۔ اسی طرح عربی کے بدل سے بدلنا، بحث سے بحثنا، قبول سے قبولنا، دفن سے دفننا، کفن سے کفننا۔

افسوس ہے کہ اس طرح سے مصدر بنانے کا رواج جاتا رہا ہے حالانکہ اس سے زبان میں بڑی وسعت ہو سکتی ہے۔

۷۔ بعض اوقات علامت مصدر حذف ہو جاتی ہے، مگر یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ دوسرا مصدر ساتھ ہو۔ جیسے بنا جانا، بنا آنا، بن آنا، لٹا آنا وغیرہ۔

ایک ہم ہیں کہ دیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے

۸۔ بعض مصدر بالکل اسم کے طور پر مستعمل ہیں۔ جیسے کھانا اور تہانا اور بتانا۔
چوڑیوں کے پیمانے کو کہتے ہیں۔

۵۔ تمیز فعل

تمیز فعل یا متعلق فعل۔ فعل کی کیفیت بیان کرنا اور اُس کے آنے سے فعل کے معنوں میں تبدیلی
بہت کمی بیشی واقع ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات یہ صفت کے ساتھ آکر بھی یہی کام دیتا ہے
چند متعلقات فعل ایسے ہیں جو ہندی ضمائر سے بنے ہیں اور چونکہ وہ سب سے
سادہ ہیں لہذا انکا ذکر اول کیا جائے گا اور اُنکے ساتھ اسی قسم کے دوسرے
الفاظ بیان کیے جائیں گے جو اسما سے بنے ہیں۔

۱۔ زمان۔ اب، جب، تب، کب۔

یہ سب الفاظ سنسکرت سے ماخوذ ہیں۔ مثلاً جب اور تب سنسکرت کے الفاظ
یادوت اور تادوت سے بنے ہیں، جو پر اکرت میں جا کر جاوا اور تاوا ہوئے
اور ان سے ہندی کے جب اور تب بنے۔ یہی حال اب اور کب کا ہے۔
انکے علاوہ دوسرے ہندی الفاظ جو تمیز فعل زمان کا کام دیتے ہیں ہیں
آگے، پیچھے، پہلے، آج، کل، پرسوں، اترسوں، تڑکے، تڑت، منت
سدا، سویرے، پھر۔

فارسی الفاظ ان معنوں میں یہ مستعمل ہیں۔

ہمیشہ، جلد، جلدی، یکایک، اچانک، ناگاہ، ناگمان، بعد از ان، شب و روز

۲۔ مکان۔ یہاں، وہاں، جہاں، تہاں، کہاں۔ یہ الفاظ بھی سنسکرت سے ماخوذ ہیں۔ ہاں یا اَن جو سنسکرت کے لفظ استہان کا مخفف ہیں جس کے معنی جگہ کے ہیں۔ ضمیری ماڈے کے سیل سے یہاں اور وہاں بن گئے۔ کہاں کا کان سنسکرت کے لفظ کت سے ہے جس کا بگاڑ کد ہے جو اب بھی قصبات و دیہات میں مستعمل ہے اور اسی سے مرہٹی میں اکادے بنا ہے۔

اس کے علاوہ ہندی میں تیسرے فعل مکان کے لیے یہ الفاظ آتے ہیں آگے، پیچھے، پرے، ورے، پاس، اوپر، نیچے، بھیترا، باہر، اندر، سمت۔ ادھر، اُدھر، جدھر، تدر، (ہندی) کدھر۔

۳۔ ان الفاظ کی اصل ٹھیک طور پر معلوم نہیں ہوئی۔ بعض کا خیال ہے کہ پراکرت ضمیر انڈیرہا (سنسکرت ادیرشا) سے ماخوذ ہیں۔

۴۔ طور و طریقہ، یون، جون، کیون، کیونکر، کیسے (مجھے کیون) یہ الفاظ سنسکرت کے لفظ ایوم پراکرت ایوام سے نکلتے ہیں جنکی صورت بعد میں امی اور آم ہوئی اور ہندی میں یون۔

علاوہ انکے دوسرے الفاظ یہ ہیں ٹھیک، اچانک، دھیرے، ہولے، لگاتار، برابر، تابڑ توڑ، سچ، مچ، جھوٹ، موٹ، کسی قدر، تھوڑا، بہت، جھٹ، جھٹ پٹ۔

فارسی عربی کے الفاظ ذرا، تنہیناً، تقریباً خصوصاً، زیادہ، بالکل، مطلق، بعینہ، بجیسہ، ہر چند، سوا، حسب، یعنی، عن، باہم، فوراً، دفعۃً، ناگہان، ناگاہ، یکایک، فی الفور، القصہ، الفرض، فی الجملہ وغیرہ۔

۵۔ برائے تعداد اکیبار، دوہار، زغیرہ اکثر، ایک ایک، دو دو وغیرہ
استنا، جتنا، کتنا۔

۶۔ ایجاب و انکار۔ ہاں، جی، جی ہاں، نہیں، تو۔

شاید، غالباً، یقیناً، بیشک، بلاشبہ، ہرگز، زہار، بارے، المبتدأ
فی الحقیقت۔

۷۔ سبب و علت۔ اس لیے، اس طرح، چنانچہ، کیونکہ، لہذا۔

۸۔ مرکب متینہ فعل۔ کبھی وقتیں فعل مل کر آتے ہیں جیسے کیتک جب
کبھی، جہاں کہیں، جہاں جہاں، کہیں نہ کہیں، کبھی نہ کبھی، ادھر ادھر، اندر باہر،
۹۔ بعض اوقات ایک ایک دو دو لفظ مل کر بطور جملہ کے حال کا کام
دیتے ہیں جیسے رفتہ رفتہ، خوشی خوشی، ایک ایک کر کے، روز روز، آگے آگے دن
گھڑی گھڑی، ہونو، دھوم دھام، دونوں وقت ملتے، آس پاس، اطراف و
جوانب، جم جم، نت نت، کیون نہیں، الگ الگ، صبح و شام، چوری چھپے، آہستہ
آہستہ، چون تون، چون کا تون۔

عربی کے جملے کما حقہ، حتی الامکان، کمائینی، من وعن، حتی المقدور
حاصل کلام، طوعاً کرہاً آخر الامر وغیرہ۔

۱۰۔ بعض اسماء کے بعد سے تک، مین وغیرہ آنے سے تمیز فعل بن جاتے
ہیں جیسے کیتک۔ خوشی سے، زور سے، عقلمندی سے، بھولے سے، پھرتی سے
آرام مین، عشم مین بیٹھا۔ فارسی کی ب فارسی الفاظ کے ساتھ آنے سے کام دیتی ہے
جیسے خوشی، بخوبی، بدل و جان۔

۱۱۔ بعض اسماء و آراء کے ساتھ مل کر یہ معنی دیتے ہیں جیسے تفصیل دار، ہفتہ دار، ماہوار، نمبر دار وغیرہ۔

۱۲۔ بعض الفاظ صفات بھی تمیز فعل ہوتے ہیں۔ مثلاً خوب، ٹھیک، بجا، درست۔ جیسے خوب کہا۔ بجا فرمایا۔ ٹھیک کہتے ہو۔ درست فرماتے ہیں۔

ہزار اور لاکھ کثرت کے معنوں میں تمیز فعل کا فائدہ دیتے ہیں۔ جیسے میں نے لاکھ سمجھا یا کچھ اتر نہوا۔ ہزار سر را گر وہ ٹس سے مس نہوا۔ لاکھ طوطے کو پڑ پایا پروہ حیوان ہی نا

۱۳۔ کبھی اسماء عام بھی تمیز فعل کے معنوں میں آتے ہیں جیسے (مخلون بڑھتا ہے بانسون اچھلتا ہے گھنٹیوں چلتا ہے۔ بھوکون مڑا ہے۔ جھوٹون بھی نہ پوچھا) یہاں الفاظ جمع میں استعمال ہوئے ہیں

۱۴۔ بعض اوقات افعال حالیہ بھی متعلقات فعل کا کام دیتے ہیں جیسے کھلکھلا کر ہنسنے لپٹا کر رویا۔

حروف

حروف وہ مستقل الفاظ ہیں جو نہا بولنے یا کہنے میں کچھ معنی نہ پیدا کریں۔ جیسے کو۔ تک۔ جب وغیرہ

اردو میں انکی چار قسمیں ہیں۔

۱۔ ربط

۲۔ عطف

۳۔ تخصیص

۴۔ فجائیہ

۱۔ ربط

حروف ربط وہ ہیں جو ایک لفظ کا علاقہ کسی دوسرے لفظ سے ظاہر کرتے ہیں۔

(۱) 'کا' 'کے' کی

(۲) 'نے'۔

(۳) 'کو' 'تین' 'سے' 'میں' 'تک' پر۔

یہ مذکورہ بالا حروف ربط سادہ قسم کے ہیں جو عموماً اس کے ساتھ آتے ہیں اور انکی حالت کا پتہ دیتے ہیں مثلاً (نمبر ۱) حالت اضافی کے لیے (نمبر ۲) حالت فاعلی کے لیے (نمبر ۳) حالت مفعولی انتقالی یا ظرفی کے لیے آتے ہیں۔

اگرچہ لفظ ہر یہ حروف بہت سادہ معلوم ہوتے ہیں، لیکن جب انکی اصل پر نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سنسکرت میں مستقل الفاظ تھے لیکن زمانہ کے تغیرات سے رفتہ رفتہ ایسے ہو گئے کہ وہ اب محض ایک سادہ علامت کا کام دیتے ہیں۔ مثلاً کتنے جو پرانی اردو میں پاس کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا اصل میں کرن یا کرتے سے ہے جس کے معنی کان کے ہیں چونکہ کان قریب کا عضو ہے اس لیے اسکے یہ معنی ہو گئے یہی حال دوسرے حرف کا ہے۔ 'کا' (مذکر واحد) 'کے' (جمع مذکر) کی دو اجد و جمع مؤنث، اسماء و ضمائر و نون کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں۔

یہ لفظ کرتا کی خرابی ہیں جو سنسکرت کے فعل کری کا مفعول ہے۔ پراکرت میں کیرتا کے ساتھ مفعولی علامت کا اضافہ کی گئی، بعد ازاں ت عمل گئی اور رسی کا سی سے بدل ہو گیا اور لفظ کی صورت کیرا کا ہو گئی پراکرت میں یہ لفظ حالت

اگلی صفحہ استعمال ہوتا تھا، رفتہ رفتہ اضافت ٹوٹ گئی اور یہ اسکی جگہ قائم ہو گیا۔ اسی لفظ سے بعد میں گہرا کر، اکو کے نکلے جو قدیم ہندی میں حالت اضافی کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ اور انھیں کی مختلف صورتیں برج اور ہندی کے گو، گو اور گاہن ہیں اور جب انکے شروع سے ک نکل گیا، تو باقی رہا اور اسکی دوسری صورتیں ری سے پیدا ہو گئیں جو ضمیر ذاتی میں صرف متکلم کے ساتھ استعمال ہوتی ہیں۔

نئے صرف فاعل کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ اور وہ بھی افعال متعدی میں سنسکرت کا مفعول لگیا پر اکرت میں لگیو ہوا، وہاں سے ہندی گئے، اگلے آتے بنے۔ گجراتی اور پنجابی میں نے مفعول اور فاعل دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے لیکن چونکہ ہندی میں مفعول کی علامت کو موجود ہے لہذا آتے صرف فاعل کے لیے مخصوص ہو گیا۔

کو بعض کا خیال ہے کہ یہ بھی کرتا ہے اسی طرح نکلا ہے جیسے گا، لیکن زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ سنسکرت کے ظرف کا کشتے سے بنا ہے۔ کا کشتے کا کشتا سے نکلا ہے جس کے معنی نفل کے ہیں اسی سے پنجابی کچھ معنی نفل ہے اور بنگالی کا چچے بھی اسی سے بنا ہے جسکے معنی اس زبان میں نزدیک کے ہیں کیونکہ نفل سے قریب ہے اسلئے اسکے یہ معنی ہو گئے۔ قدیم ہندی میں کا کہ اور کا کم ہوا، کا کم سے معمولی تغیر تبدیل کے بعد کا ہا، کہا، کہاؤں، کاؤں اور کو بنا۔

سے سنسکرت کے لفظ سانگے سے ہے جسکے معنی معیت کے ہیں۔

میں سنسکرت کی لفظ مدہیا سے بنا ہے۔ مدہیا کی مختلف صورتیں رفتہ رفتہ مدہیا، مدہی، مہی، مہی، اور ماہ ہوئیں، ان میں دہا یا اور یا سے بدلا اور یا بعد میں آئی ہوئی اور پھر آئی بھی غائب ہو گئی۔

ماخوذ (جسکے معنی درمیان کے ہیں) بھی اسی سے ہے اس کے بعد کی صورتیں ماہین،
مان، مین، مون، مین، غرض مین آخر میں مین سے بنا ہے۔

پر سنسکرت کے اُپری سے ہے۔

تک سنسکرت میں ایک لفظ ترتیباً ہے جسکی اصل تری ہے اور جو سنسکرت میں
انجین مین آتا ہے جیسے اردو میں تک۔ تری کے ساتھ گواضاند کیا گیا تو تری کو
ہوا تر اُڑ گئی۔ تک رہ گیا۔

تک کی بھی یہی اصل ہے تری مین ر ل سے بنا گیا۔ ر اور ل کا
بدل عام طور پر ہوتا ہے، تو تلیکو بنا اور تلیکو سے تک بن گیا نہ ہی اور پُرانی اردو اور
اور آج کل کے دیہات میں بھی لگ بمعنی تک کے آتا ہے چونکہ لگ کے معنی قریب
پہنچنے کے ہیں اور تک اور تک حد کو بتاتا ہے کہ اُسے چھو سکتے ہیں اسی لیے لگ
ان معنوں میں استعمال ہونے لگا۔

تین بھی غالباً سنسکرت کے لفظ ترتیباً سے ہے۔

انکے علاوہ اور بہت سے الفاظ ہیں جو حروف ربط کا کام دیتے ہیں خاص کر
وہ الفاظ جو حال کے لیے آتے ہیں ان میں سے اکثر ربط کے واسطے بھی استعمال ہوتے ہیں مثلاً
پاس، تلے، پیچھے، آگے، بن، پیچ، سمت، اوپر، نیچے، باہر، یہ، ساتھ، سنا
مارے، جیسے (تمہارے مارے میں نہاں نہ گیا) (دھوپ کے مارے سرد کھنے لگا)۔

اسی طرح بہت سے فارسی و عربی کے الفاظ بھی حروف ربط کا کام دیتے ہیں
جیسے بغیر، اندر، نزدیک، باعث، واسطے، سبب، سوا، طرح نسبت، بجا، بجز،
موجب، پیش، پس، قبل، گرد، درمیان،

ہندی کے بعض حروف ربط دو درول کرتے ہیں اور ایک حرف کا کام دیتے ہیں جیسے وہ چھت پر سے گر پڑا۔ نالی میں سے نکل گیا۔ یہ تو اُس میں کا ہے۔ دیوار پر سے کو دگیا۔

۲۔ حروف عطف

حروف عطف وہ ہیں جو دو لفظوں یا جملوں کو ایک حالت میں ملائیں جیسے جو ان اور بوڑھے سے سب تھے۔ ہر کارہ آیا اور خط دیکر چلا گیا۔ میں تو آ گیا مگر وہ نہیں آیا۔ اگر ہم جاتے تو وہ نہ جاتا۔ انکی کئی قسمیں ہیں۔

۱، وصل (۲) تردید (۳) استدراک (۴) استثناء (۵) شرط (۶) علت (۷) بیانہ

۱۔ وصل کے لئے اور و کیا... کیا، کہ، یا۔ اس میں و اور کہ فارسی ہیں۔ مثالیں۔

جوان اور بوڑھے سے سب تھے۔ ہر کارہ آیا اور خط دے کر چلا گیا۔ بادشاہ و وزیر کھڑے ہیں۔ کیا وہ اور کیا تم دونوں ایک ہو۔ اس نے کہا کہ ابھی ست جہاؤ اور اور و کے استعمال میں فرق ہے جس کا ذکر نحو میں کیا جائے گا جیسے کوئی ہے یا نہیں۔ کہ بھی انہیں متوں میں آتا ہے۔ جیسے کوئی ہے کہ نہیں۔

۲۔ تردید نہ نہ، خواہ، چاہے، یا یا۔ نہ وہ آیا نہ تم آئے۔ خواہ تم آؤ خواہ اُسے بھیج دو۔ چاہے رہو چاہے چلے جاؤ۔ یا یہ لو یا وہ۔ ۳۔ استدراک۔ پر، لیکن، بلکہ۔

جہاں یہ لفظ آتے ہیں تو جملوں کے مضمون میں جو مغالطہ ہوتی ہے ان الفاظ کے آنے سے شک و شبہ - رفع ہو جاتا ہے - یہ سب سچ ہے پر وہ نہیں ماننا - اس نے بہت سی شرطیں پیش کیں لیکن میں نے ایک نہ مانی - ایک نہیں بلکہ دو ہیں -
۴ - استثنا مگر الہ -

سب آئے مگر وہ نہیں آیا ، سب آئے الا وہ نہیں آیا
۵ - شرط جو ، اگر

اور جو تم نے کچھ کہا تو مجھ سے بڑا کوئی نہ ہوگا - جو روئی کی بو بھی ہوتی تو کہیں دو چار ہوتا (غائب) اگر وہ نہ آیا تو مجھے جانا پڑے گا -

ورنہ اور نہیں تو اور تو شرط کے جواب میں آتے ہیں -

وہ آیا تو آیا ورنہ مجھے خود جانا پڑے گا -

کچھ کہتے ہو تو کہو نہیں تو میں جاتا ہوں -

پہلے جملہ میں حرف شرط آتا ہے - اور دوسرے جملہ میں جواب کے لیے اکثر تو آتا ہے - اسی لیے جزا کہتے ہیں -

۶ - علت - سو - پس - اس لیے لہذا - بنا بریں - کیونکہ - اس لیے کہ آپ نے اُسے جانے کا حکم دیا تھا سو وہ گیا - اُس نے ہمیں حاضر ہونے کو کہا تھا ، پس ہم حاضر ہو گئے - بعض حروف عطف علت و معلول کے لیے جوڑا جوڑا آتے ہیں - جیسے - چونکہ آپ نہ تھے اس لیے میں نہ آیا -

میں وہاں نہیں گیا ، کیونکہ آپ نے منع کر دیا تھا -

میں نے اُسے اپنے گھر بلا بھیجا ، اس لیے کہ میں چلنے سے معذور تھا -

تا اور تاکہ اور سیاہ کو بھی اسی صحن میں سمجھنا چاہیے۔ مثلاً کتاب میں بھیجے تاکہ جلد نیدھوا دون۔ آپ کہہ بھیجے سیاہا وہ نہ آئے۔

۳۔ حروف تخصیص

حروف تخصیص جب کسی اسم یا فعل کے ساتھ آتے ہیں تو ایک خصوصیت یا خاصہ پیدا کر دیتے ہیں۔

حروف تخصیص یہ ہیں ہن۔ تو۔ تھی۔ تہر
 کرنی مجھے مشکل کبھی اسی تو نہ تھی جیسی اب ہر تری محفل کبھی اسی تو نہ تھی
 ہن جہاں سو ہزار ہم بھی ہیں۔

فعل کے ساتھ بھی یہ حرف استعمال ہوتے ہیں۔

کسی نے اُنکو سمجھا یا تو ہوتا۔ صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں۔

ہر شخص اپنی اپنی فکر میں مبتلا ہے۔ ہر چیز میں کوئی نہ کوئی خوبی ضرور ہے۔

ہر عموماً ایک کے ساتھ ملکر آتا ہے جیسے ہر ایک آدمی پر لازم ہے کہ اپنا فرض ایا ذاری سے ادا کرے۔ ہر ایک کا یہ قدر نہیں۔

ہر ایک بات پر کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

کوئی اور کسی کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے ہر کسی کے کہنے کا یقین کیونکر ہو سکتا ہے۔
 اب تو ہر کوئی تمہاری سی کہنے لگا۔

ہن بعض اسماء و حروف کے ساتھ مل کر مرکب الفاظ بنتا ہے۔ مثلاً

تب ہی کے ساتھ مل کر کبھی ہوا

ج	ہی کے ساتھ مل کر	جہی	ہوا
ب	"	اہی	
ت	"	تبھی	
س	"	سبھی	
ک	"	کہیں	
و	"	وہیں	
ی	"	یہیں	
وہ	"	وہی	
یہ	"	یہی	
اُس	"	اُسی	
اِس	"	اِسی	
تم	"	تمہیں	
ہم	"	ہمیں	
تجھ	"	تجھی	
مجھ	"	مجھی	
جون	"	جونہیں	
یون	"	یونہیں	



۴۔ حروفِ فنیہ

وہ الفاظ جو جوہش یا جذبے میں بے تحاشا زبان سے نکل جاتے ہیں۔

جیسے ہین ہین ! او ہو، ہاے وغیرہ۔

مختلف جذبات و تاثیرات کے لیے الگ الگ حروفِ مستعمل ہیں بعض اوقات جملہ ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے جیسے ماشاء اللہ ! لو حق اللہ

۱۔ حرفِ ندا - اے، یا، ہوت

لے اور یا کے سوا باقی حروفِ خلافِ تہذیب سمجھے جاتے ہیں۔

اے - آہ - آجی - آہے - بے - او - بے - او -

عموماً یا تو بے تکلفی میں یا چھوٹے درجہ کے ذلیل لوگوں کے استعمال کیے جاتے ہیں۔

فارسی کی طرح کبھی آف اسم کے آگے بڑھا دیا جاتا ہے۔ جیسے شاہا - شاہنشاہا - بادشاہا
و اعظما وغیرہ۔ مگر یہ حرفِ شعر میں آتا ہے۔ جسے بلاتے ہیں اُسے منادی کہتے ہیں۔

جب منادی جمع کی حالت میں ہوتا ہے۔ تو جمع کا آخری ن گر جاتا ہے۔ اے صاحبو

لے بھائیو! بعض وقت حرفِ ندا محذوف بھی ہوتا ہے۔ جیسے۔ لوگو دوڑو۔ صاحبو کیا بات

منادی بچاے مفعول کے آتا ہے، کیونکہ جملہ کا باقی حصہ محذوف ہے۔ مثلاً جب ہم کہتے ہیں

”اچھا۔“ تو اس کے معنی ہیں مین بلاتا ہوں احمد کو۔

۲۔ خوشی اور سرست کے لیے۔ اہا، او ہو، واہ واہ سبحان اللہ، ماشاء اللہ۔

۳۔ رنج و تاسف کے لیے۔ ہاے، آہ، اُف، اے، وائے، ہاے، رے۔

افسوس، حیف، ہیبت۔

۴۔ تعجب کے لیے سبحان اللہ، اللہ اللہ اللہ اکبر، تعالیٰ اللہ، صلی علیہ
الٰہو، اٰلہ۔

۵۔ نفرت کے لیے۔ دُر، دُر دُر، دور، نف، اٹھو، استغفر اللہ، معاذ اللہ
لا حول ولا قوۃ الا باللہ، بہشت، جہی۔

۶۔ تحسین و آفرین کے لیے۔ سبحان اللہ، ماشاء اللہ، بارک اللہ، خوب، شاباش
خداک اللہ، واہ وا، اللہ اللہ صلی علیہ، چشم بد دور۔

۷۔ پناہ مانگنے کے لیے۔ الامان، الحفیظ، الامان الامان، توبہ، آمی توبہ، معاذ اللہ
عیاذ باللہ۔

۸۔ تنبیہ کے لیے۔ ہین ہین، ہین، ہون، ہون، ہون، خبردار، دیکھو، سُنو۔

فصل سوم

مشتق اور مرکب الفاظ

اس فصل میں مشتق اور مرکب الفاظ کا ذکر کیا جائے گا۔

مشتق

مشتق الفاظ میں زیادہ تر ہندی الفاظ سے بحث کی جائے گی فارسی اشتقاق اکثر عربی سے ملتا جلتا ہے۔ عربی فی الحال ہماری بحث سے خارج ہے۔

۱۔ اسمائے کیفیت

(۱) اکثر افعال کے مادے (یعنی علامت مصدر کے گرجانے کے بعد) اسمائے کیفیت کا کام

دیتے ہیں۔ مثلاً ہارجیت، مار، پھیر، تاک، سیک، بول، لوٹ، روک، ٹوک وغیرہ

بعض اوقات اعراب کو لہذا کر کے حروف علت کی شکل میں لے آتے ہیں جیسے

اترنا سے اترنا، چلنا سے چال، ٹلنا سے ٹال، ملنا سے میل۔

(ب) مادے کے آخر میں آ کے بڑبانے سے جیسے جھگڑا، پھیرا، چھاپا۔

(ج) آ کے بڑبانے سے جیسے چلن، مرن، کمن، اُترن

بعض اوقات صفات کے آگے آ بڑبانے سے اسمائے کیفیت بن جاتے ہیں

جیسے اونچان۔ چوڑان، لمبان۔

(د) آن کے اضافے سے جیسے اٹھان، لگان، اُڑان، ڈھلان۔

(۴) مادہ فعل کے آگے تے (معروف) یا دائی بڑھانے سے لیکن اس میں ہمیشہ اجرت یا مزدوری کے معنی پائے جاتے ہیں۔ جیسے ڈبائی، چرائی، سپوائی، ڈبائی، سلانی، رنگوانی۔

(۵) اسم یا صفت کے بعدائی یا تے بڑھانے سے اسم کی کیفیت بن جاتی ہے جیسے اچھائی، بُرائی، گولائی، بڑائی، اچھٹائی، چوری، ٹھکی۔

(۶) تے یا تے کے بڑھانے سے جیسے بچت، کچت، بھرتی، بڑھتی۔

(ح) دٹ۔ ہٹ۔ اٹ کے بڑھانے سے جیسے گھبراہٹ، بناوٹ، رکاوٹ، لگاوٹ وغیرہ

بعض اوقات صفات کے آگے بڑھانے سے بھی اسم کی کیفیت بنتے ہیں جیسے چکناہٹ، کرڑواہٹ، نیلاہٹ۔

(ط) آؤ کے اضافہ کرنے سے جیسے بچاؤ، چڑھاؤ، چھڑکاؤ، جھکاؤ۔

(ی) پنا، پن اور پنا اسم کے آگے بڑھانے سے جیسے بڑھاپا، چھٹاپا، مٹاپا، لوکین، بچین، بند پن، دیوانہ پن، بچینا، گنوار پنا، چھینا۔

(س) ک کے بڑھانے سے (اسم یا فعل کے بعد) ٹھنڈک، بیٹھک۔

(ع) اس کے اضافہ سے جیسے مٹھاس، پیاس، کھٹاس۔

یہ سب ہندی صورتیں ہیں لیکن بعض فارسی ترکیبیں بکثرت استعمال ہوتی ہیں مثلاً لگی کے لگانے سے منہ لگی، زند لگی، مردانگی، دیوانگی (یہ علامت اُن فارسی

الفاظ کے آگے اضافہ کی جاتی ہے جن کے آخر ہ ہے)

تے کے اضافہ جیسے گرمی، نرمی، جوانی، روشنی وغیرہ۔

امر کے آگے سن یا یقین کے اضافہ سے جیسے سوزش، آزمائش، گردش وغیرہ
رر اک کے بڑبانے سے جیسے خوراک، پوشاک۔

۲۔ اسم فاعل جو کام کرنے والے یا پیشہ ور کے ظاہر کرنے کو استعمال ہوتا ہے
مفصلہ ذیل علامات کے اضافے سے بنتا ہے۔

زا، والا جیسے رکھوالا۔ گوالا (گنوں والا)

دب، ہار۔ ہارا جیسے پنہارا، پسنہارا، لکڑہارا، گھسیارا، جانہارا (ہار
سنسکرت کے لفظ کارک سے بگڑ کر بنا ہے۔ جس کے معنی آنے والے کے ہیں)
بعض الفاظ میں ہا اڑ گئی ہے اور آرا، آریا رہ گئے ہیں جیسے کرتارا
بنجارا، بھٹیارا، سنہارا، لوہارا۔

ایک آدھ اسم ارسی۔ رسی کے اضافہ سے بھی بنتا ہے جیسے نیجاری
کھلڑی۔

ایرا سے جیسے لیٹرا، کھیرا، سپھیرا۔

(ج) آ سے جیسے بھڑبھڑنے میں بھونچا جو پرانے فعل بھنچنا (بھوننا) سے
نکلا ہے۔

یا سے جیسے گدڑ یا دگادڑ بھنے بھیر، دیو لیا، پنچیا۔

آؤ، و جیسے کھاؤ، کھاؤ، بکاؤ۔ (یہ سب اہم صفت کے طور پر آتے ہیں)
یہ سب علامات سنسکرت کے لفظ اکا سے بنی ہیں جو بعد میں کا ہو گیا اور کا
سے بدل کر یا، آیا اور آؤ بن گیا۔

(د) آیا سے جیسے گویا

(۴) ہا سے جیسے چرواہا۔

(۵) وا سے جیسے لیوا (جان لیوا)۔ مچھوا۔ بھڑوا (بھاڑ سے)

دن اک سے جیسے پیراک۔ لڑاک۔ تیراک

(ح) تا سے جیسے داتا یا رشتہ کو ظاہر کرنے کے لیے پتا دینے کو تاملتا

(ط) کڑ سے جیسے بھلکڑ کو دکڑ

اسکے علاوہ فارسی علامتیں بھی اردو میں بکثرت استعمال ہیں مثلاً

گڑ، گار، کار جیسے کاریگر، نینگر، زرگر، خدنگار، مردگار، دستکار

بر جیسے رہبر، دلبر، پیغامبر۔

بان، وان جیسے باغبان، گاڑی بان، کوچوان اور اسی طرح ہم کہہ سکتے

ہیں موٹر بان۔

مند جیسے دولتمند، حاجتمند

ور، آور جیسے جانور، زور آور۔

ترکی علامات چچی سے جیسے خزانچی، بطیچی، بندہ چچی، باورچی۔

۳۔ اسماء آلہ فعل کے بعد ان علامات کے بڑھانے سے بنتے ہیں جیسے

(۱) تَی، نَا، ن کے اضافہ جیسے دھونکنی، اوڑھنی، بیلن، چلنی۔ اسم کے

بعد ن بڑھانے سے جیسے دتون

(ب) آ کے اضافہ سے جیسے گھیرا

(ج) یل کے اضافہ سے جیسے بچیل

فارسی میں ہ کے اضافہ سے جیسے دستہ، چشمہ۔ آند سے جیسے انگشتانہ، دستانہ

۴ — اسماء ظرف اسم کے بعد ان علامات کے لگانے سے بنتا ہے۔

(۱) باڑی، باڑہ، وار جیسے بالن، باڑی، سید باڑہ، امام بارہ، رسول باڑی، مقامی وارہ، ٹڑواڑ، پھلواری۔

(ب) ستان۔ جیسے راجستان، ہندوستان۔

(ج) کہ سے جیسے ہمالہ، سوالہ

(د) آل۔ پال سے جیسے سسرال۔ ننہیال۔

(د) سال۔ سالہ سے ٹکسال، گھڑسال، پاٹ سالہ، دہرم سالہ

(د) آنہ سے جیسے سمدھیانہ۔

(د) دوارہ جیسے ہردوار۔

۵ — تصغیر اسماء ان علامات کے اضافے سے بنتی ہے۔

(۱) آ کے لگانے سے جیسے ڈبیا، پھڑپا، لٹیا،

اس قسم کی تصغیر سے اکثر پیار اور محبت کا اظہار ہوتا ہے جیسے بیٹا، بیٹیا، بیٹیا

(ب) تی معروف سے جیسے ٹوکری، رسی، شیشی۔

(ج) یا سے جیسے انبیا، کھٹیا، تلیا (تال سے)

(د) وا سے جیسے مردوا، جو روا، بٹوا۔

(۵) ٹی اور ٹا یا را سے جیسے دڑی (دام سے)، پلنگڑی، چڑا، چڑی،

گھیاڑی، کھلڑی، لنگڑا، ٹکڑا (ٹنگ سے)، ٹھیکڑا (ٹھیک سے)، ٹکڑا، جیوڑا۔

(د) ایلہ، اولہ سے جیسے دھیلہ (ادھیلہ یعنی آدھے سے)، گھیلہ یا بھگیلا (باگہ

سے، کھٹولہ، نندولہ، گگیلا، سپو لیا (ہندی سپیولا)

رف) آتا یا آوتا سے جیسے ہر لوطا، چوٹا، بامٹھا

(ح) نا سے جیسے بہتتا، ڈھولنا۔

رط) ک مہدی اور فارسی دونوں میں مشترک ہے جیسے ڈھوک، مردک، مینک

طفاک، بطخ، رطبک

علاوہ اس کے فارسی علامت چچی اور چہ اردو میں استعمال ہے۔ جیسے صندوق

بانچہ، دیگہ، دپٹی، نیچہ، ڈولچی، نیچہ، سیچہ، دبی

۶۔ اب ان صفات کا ذکر کیا جاتا ہے جو دوسرے الفاظ سے مشتق ہیں۔

(ا) آئی کے اضافہ سے جیسے شہری، پہاڑی، دیسی، بہاری، ادنیٰ

(ب) آ کے بڑھانے سے جیسے دودھیا، جھوٹا، میلا، بھوکا، نیلا،

(ج) اک سے جیسے لڑاک، پیراک یا تیراک

(د) ایلا (یا ی محروں) جیسے پتھرلا، شرمیلا، رسیلا، کسیلا

ایلا (یا ی محول) سبجیلا، رنگیلا، اکیلا، سوٹیل

ایل ڈرہیل، پائل، بوجھل، گھائل

ال دودھیل۔

ایرا وغیرہ پچھرا، میرا، کیرا، ہنسوڑ۔

(لا) یت - بھیت، کڑکیت۔

(و) دنت - بلونت، بھگونت

(ز) مان یا دان جیسے بھاگوں، بدہیمان، گمنان، دمنوان

(ح) سا سے جیسے پیاسا، روانا (روکھا)، نندا سا۔

اسکے علاوہ فارسی کی بعض علامات بھی اسی طرح اردو میں متعمل ہیں جیسے سی

ہندی اور فارسی دونوں میں یکساں استعمال ہوتی ہے اسکے علاوہ

آئے جیسے مردانہ، سالانہ، ماہانہ۔

این جیسے زمین، آستین، رنگین، نکمیں، شوقین، کمین۔

ناک جیسے غضبناک، ہولناک، خطرناک۔

اسکے علاوہ اسم اور امر سے مل کر سینکڑوں فارسی صفات بنتے ہیں جو اردو میں بلا

تکلف لکھے اور بولے جاتے ہیں۔

فارسی حروف یے، برا، اے کے ساتھ جیسے بر محل، بروقت، برقرار، بجا، بیجا

بیدل، باتدبیر، بے عقل وغیرہ۔

علاوہ اسکے ہندی میں سی غبی کے لیے اور گ برائی کے لیے بعض الفاظ کے شروع

میں آتا ہے (مگر عموماً یہ قیاسی ہے) جیسے سڈول، سپوت، سپہل، بچپت، کپوت، کڈھپ

مرکب

مرکب الفاظ دو قسم کے ہیں۔

اول وہ جہاں ایک خاص لفظ دوسرے مختلف الفاظ کے ساتھ خاص معنی پیدا کرتا

ہے اس قسم کے مرکبات زیادہ تر فارسی ہوتے ہیں

دوسرے وہ جب کہ دو مختلف اسم یا ایک اسم اور صفت یا اسم و فعل یا صفت و

فعل مل کر ایک مرکب لفظ بن جاتا ہے۔ ایسے مرکبات زیادہ تر ہندی ہوتے ہیں۔



(۱) اول اُن الفاظ کا بیان کرتے ہیں جنکے شروع میں آنے سے صفات کی نفی ہوتی ہے

آ (دہندی سے جیسے ادھر، اُٹل، اٹ)

اَن " " انجان، ان پڑھ، ان گھڑ

اَن " " اندر، نہتا۔

اَن " " نرسا، نزل۔

اِن " " بن سلا بن سلا (فعل کے ساتھ بھی آتا ہے) جیسے خدا کی زمین سرسبز بن جاتی تھی

ک " " کدھب، کڈول

بعض فارسی اور عربی الفاظ بھی اسی طرح نفی کے لیے استعمال ہوتے ہیں جیسے

نا (فارسی۔ نہدی الفاظ کے ساتھ بھی آتا ہے) جیسے تالائق، نادار، ناوقت، نا سچ، ناچار

بے " " بیوش، بے خزا، بیڈھب، بیدل، بیش، بے عزیز

کم " " کمزور، کیا ب، کم محنت، کم عقل، کم حوصلہ، کم صلہ

غیر (عربی) غیر حاضر، غیر مفید۔

خلاف " " خلاف عقل، خلاف شرع، خلاف قاعدہ۔

اسی طرح بد، تنگ، زشت، دون وغیرہ الفاظ دوسرے الفاظ کے ساتھ آکر دم کے معنی پیدا کرتے

ہیں جیسے بد گمان، بد شکل، بد چلن، تنگ دل، تنگ چشم، زشت رو، زشت خو، دون ہمت وغیرہ۔

(۲) مرکب صفات جو اکثر فارسی ہوتے ہیں اور اکثر بطور اسم فاعل استعمال ہوتے ہیں۔ (اسم کے ساتھ اسم

یاد دوسرا اسم اضافہ کرنے سے)

دار کے ساتھ جیسے دلدار، زردار، جاہدار، وفادار، مال دار وغیرہ

جہ کے ساتھ جیسے دلبر، قمرانبر

باز " " جاننا، سر باد، دغا باز

ساز " " حیل ساز، دمساز، سخن ساز، زمان ساز، کام ساز

آورد، دوہ " " نامور، زور آور، دلاور، قد آور، نام آور

خواہ " " خیر خواہ، دلخواہ، خاطر خواہ، عذر خواہ

اندیش " " دو ماندیش، خیر اندیش، کوتاہ اندیش، باندیش

طلب " " خیر طلب، مرست طلب، شہرت طلب

شناس " " مرز شناس، ادا شناس، مردم شناس، قدر شناس، سخن شناس

دان " " قدر دان، سخن دان، سائنس دان، کاروان، مزاج دان

فہم " " سخن فہم، شعر فہم، معاملہ فہم

پوش " " عیب پوش، خطا پوش، پردہ پوش، خوان پوش

بخش " " خطا بخش، زرخش، صحت بخش

پرست " " آشنا پرست، زن پرست، شکم پرست، بت پرست، خدا پرست

فروش " " خود فروشن، یار فروش، دل فروش

گیر " " جہانگیر، عالمگیر، دست گیر، دلگیر، دامن گیر، گلوگیر

خوار، خود " " خونخوار، دانه خور، میخوار، شراب خوار، بسیار خوار

گو " " راست گو، دروغ گو، کم گو، پوچ گو

جو " " عیب جو، جنگ جو، نام جو

مین " " باریک مین، عیب مین، خورد مین، آ خر مین، پیش مین

نشین کے ساتھ جیسے دل نشین، خانہ نشین، ذہن نشین۔

رہا " " دل رہا، ہوش رہا، اندوہ رہا۔

چین " " تکتے چین، سخن چین، عیب چین، خوش چین۔

رہ " " جزو زیا، شکر ریز، برگ ریز، زرد ریز، گوہر ریز۔

فتان، افشان " " گل افشان، نور افشان، ورافشان، اشک افشان

سوز " " جگر سوز، دل سوز، عالم سوز، جہان سوز۔

کن " " بیخ کن، گور کن (اسم فاعل)

زودہ " " غم زدہ، آتش زدہ، قحط زدہ۔

آلودہ " " خون آلودہ، گرد آلودہ، شکر آلودہ۔

زن " " لاف زن، نیش زن

آزار " " دل آزار، مردم آزار، خلق آزار،

افروز " " دل افروز، نرم افروز، جہان افروز، عالم افروز،

افروز (افراز) " " گردن افراز، سرافراز (سرفراز)

آموز " " علم آموز، جنگ آموز، نو آموز

امیز " " خاک آمیز، گلاب آمیز، مکر آمیز، مصلحت آمیز

انگیز " " فتنہ انگیز، آتش انگیز، بغاوت انگیز

پرور " " غریب پرور، امیر پرور، شریف پرور، بندہ پرور، ناز پرور، زبان پرور، سخن پرور

نواز " " غریب نواز، بندہ نواز، ذرہ نواز، پلک نواز،

پرداز " " سخن پرداز، معنی پرداز

گشتا کے ساتھ جیسے ، لگشتا ، مشکل گشتا

گداز	”	دل گداز ، تن گداز ، جان گداز
منا	”	خوشنما ، بد نما ، خود نما ، انگشت نما -
بوس	”	خاک بوس ، قدم بوس ، دست بوس ، پابوس -
لیس	”	کاسہ لیس ، رکابی لیس
بار	”	برز بار ، زیر بار ، گرا بار ، سبکبار
رو	”	تیز رو ، سبک رو ، کم رو ، گرم رو
دوڑ	”	زمین دوڑ ، اول دوڑ
رس	”	فریاد رس ، سخن رس ، شاہ رس ، دربار رس ، داد رس -
اسی طرح بعض خاص اسم دوسرے اسم کے ساتھ آنے سے یہی معنی پیدا کرتے ہیں مثلاً		
دوست کے ساتھ جیسے	غریب دوست ، وطن دوست ، خانہ دوست	
دشمن	”	آشنا دشمن ، ذن دشمن
فریب	”	دل فریب ، مردم فریب ، ابلہ فریب
مائل	”	سبزی مائل ، زردی مائل ، سرخی مائل (رنگ کے لیے)
گون	”	نیلگون ، گلگون
غام	”	گلغام ، نیلغام
خوش	لفظ کے اول میں	خوشرو ، خوش خلق ، خوش مزاج ، خوشنما -
نیک	”	نیک دل ، نیک طینت ، نیک مزاج
خوب	”	خوبصورت ، خوب شکل

خود	لفظ کے اول میں	خود نما، خود پسند، خود غرض، خود فریب، خود روا
صاحب	”	صاحب نصیب، صاحب شعور، صاحب دل، بطور اسم متعدی
اہل	”	اہل دل، اہل کمال، اہل علم وغیرہ یہ الفاظ ہمیشہ جمع میں استعمال ہوتے ہیں
کار	”	بدکار، نیکوکار
نیم	کے ساتھ جیسے	نیم نچست، نیم جان، نیم بسمل، نیم بریان، نیم مردہ، نیم ملا بطور اسم
ترکیب اضافی لائق اور قابل کے ساتھ جیسے قابل سزا، قابل علاج، قابل دلو، قابل شکر		قابل تحسین و تعریف، لائق انعام، لائق تعریف وغیرہ۔
د، باکل، اسبطرح اسم فاعل بھی بنتے ہیں بلکہ اکثر اوقات صفات و اسمائے فاعل مشترک ہوتے ہیں مثلاً		کے ساتھ جیسے پیغمبر، رہبر وغیرہ
بردار	”	عصا بردار، حقہ بردار، علم بردار، حکم بردار
گر، گا	”	کار گیر، نیل گر، زرگر
کار	”	دستکار، کاشتکار، پیشکار، قلمکار
دار	”	زمیندار، قرضدار، چو بردار، دکاندار
باز	”	مرغ باز وغیرہ
کشن	”	جرب کش، تار کش، آ رہ کش، باد کش
پوش	”	سر پوش، پلنگ پوش، پاپوش
فروش	”	میوہ فروش، سے فروش
خوان	”	قصہ خوان، اسل خوان، مرثیہ خوان، فارسی خوان

انداز کے ساتھ جیسے گولندان، تیرانداز، برقدار، زیر انداز یا انداز

نشین " جانشین، فیل نشین، کرسی نشین، تخت نشین

ربا " گاہ ربا، آہن ربا

کن " گورکن، پشتہ کن

دوز " خمیہ دوز، چکن دوز، کفش دوز

شو " مردہ شو، پاشو

پچی " خزہ پچی، اوپچی، طنبورچی، طبلیچی

یہاں صرف وہی فارسی ترکیبیں بیان کی گئی ہیں جو اکثر اسما خاص الفاظ کے ساتھ آکر خاص
معنی پیدا کرتے ہیں اسی ڈھنگ سے دوسرے نئے الفاظ بنانے میں مدد مل سکتی ہے مختلف الفاظ
کے باہم ملنے سے جو الفاظ مرکب بنتے ہیں ان کا ذکر آگے کیا جاتا ہے۔

۲

اردو میں جب دو مختلف لفظ مل کر ایک بن جاتے ہیں، تو اسکی دو حالتیں ہیں۔

اول بہ لحاظ ترکیب لفظی، یعنی جب دو لفظ مل کر ایک ہوتے ہیں تو لفظ کی صورت
کیا ہوتی ہے۔

دوسرے بہ لحاظ معنی یعنی معنی کے لحاظ سے ایسے الفاظ کی کیا حیثیت ہوتی ہے۔

اول ہم پہلی حالت کا بیان کرتے ہیں اور وہ ہمارے خیال میں بہت ضروری ہے
تاکہ آئندہ جو نئے الفاظ ہم بنانا چاہیں تو وہ اسی ڈھنگ پر ہوں اور غیر مانوس نہ معلوم ہوں
اور آسانی سے لڑکچہ ہو سکیں۔

دوم دو لفظ مل کر اپنی پہلی حالت قائم رکھتے ہیں اور ان میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا

جیسے بھلا مانس، ان داتا، کرن پھول، کارخانہ، کارچوب، مانس گند، گوراش ہی، بالڈور دیاسلا
(۲) الف حمد وودہ کا تکر جاتا ہے اور صرف سادہ الف بجاتا ہے جیسے ادھ کچرا،
ادھ کھلا، ادھ منسا، امس۔

(۳) جب دو لفظ ملتے ہیں تو پہلے لفظ کے آخر کا آیا جی گرجاتی ہے جیسے ادھ کچرا،
ادھ کھلا وغیرہ الف کے کرنے کی مثالیں بڑ بجا، بڑ پن، بڑ ہٹا، بڑ دوتا، بڑ کتا، بڑ ما، بڑ منسی،
بڑ منسا، بڑ پیچ ہو، بڑ پیچ داماد، کپڑ بچن، کپڑ گند، کچ پنید یا، کچ لہو، کھٹھا۔

(۴) پیچ کا حرف علت گرجاتا ہے جیسے پت جھڑ، پن چلی، پن گھٹ، پن کپڑ، پن کٹی
دیان کا تحفہ، ہٹ پھیری، ہٹ چھٹ، ہٹ کڑی، ہٹ کٹا، دہن کٹی، کن ٹوپ، کن چین
گل جبنا، گل مکیہ، گل پچھے گل مالا، گل پھولا، کن رس، کن رسیا، کن کتا، ست نجا،
کن پچھا، پن کال، تل چٹا، تل تیل کا تحفہ ہے، پیچیل، پنجاہ، پھلجڑی،
(۵) پیچ اور آخر کے دونوں حرف علت گرجاتے ہیں جیسے گھر بھل، گھر چڑھا،
گھر دوڑ، گھر ناؤ، گھر منسا۔

(۶) دونوں لفظوں میں حرف علت کا گرنا جیسے بگ ٹٹ، بھمنسا، بھمنسات
(۷) جب پہلی لفظ کا آخر حرف اور دوسری لفظ کا اول حرف ایک ہوں تو ایک
گرجاتا ہے جیسے کچا لو، نکٹا۔ ہڑ تال میں ہڑ تال کا تحفہ ٹ اور ت کے یکجا آنے سے
ٹ ٹ سے بدل گئی۔

(۸) اسم فاعل یا صفت یا اسم عام بنانے کی غرض سے آخر میں الف یا مینٹ کے
لیے جی بڑا دیتے ہیں جیسے چو بندا، کن رسیا، لم ڈرمیا، مرکنا در اور کھن سے
مرکب ہے کھن کے معنی ٹکرے کرنے کے ہیں، ست لڑا، ست ماسا، ست نجا، انگر کھا،

برو لٹا، برہموا، برہمی، گٹہ کٹا، کن پٹنا، کن کٹا، بھڑ بھونجا، بھڑ بھاڑ کا مخفٹ ہے اور بھونچنا کے معنی بھوننا کے ہیں۔

(۹) بعض اوقات دو لفظوں کے بیچ میں آ حرف نسبت یا تعلق کے لیے بڑھادیتے ہیں جیسے ٹیٹا گل، ہیرا پھیری، بیچا بیچ، دھڑا دھڑ۔

(۱۰) بعض الفاظ عجیب طرح سے مرکب ہوئے ہیں مثلاً پھیل، اصل میں پھول تیل تھا۔ پھول میں سے و کو اور تیل میں سے ت کو حذف کر کے ایک لفظ بنالیا۔ اسی طرح بھتیجا، اصل بھائی جایا اور بھانجا بن جایا تھا۔
لوچن لوچے چورے سے ہے۔

(۱۱) آندھ کے معنی ہندی میں بوسے ہیں۔ اس سے کئی لفظ مرکب بنے ہیں۔
مثلاً چراند، بساند، سڑاند

(۱۲) ہندی میں مرکب الفاظ کی سب سے بہتر ترکیب ہندی اعداد میں نظر آتی ہے جسے ہم بالتفصیل صرف کے حصے میں لکھ چکے ہیں۔



یہ ہندی ترکیبیں قریب قریب اسی قسم کی ہیں جو سنسکرت میں پائی جاتی ہیں۔ لہذا انکی تقسیم بلحاظ سنی کے اسی صورت سے کی جاتی ہے جو سنسکرت میں ہے۔
اول مرکبات تالیع، جنہیں الفاظ کا تعلق اسم کی حالت کے تابع ہوتا ہے۔
دوم مرکبات ربطی، جنہیں الفاظ کا تعلق حرف ربط سے ظاہر ہوتا ہے۔
سوم مرکبات توصیفی، جنہیں صفت کسی دوسرے اسم سے مل کر آتی ہے۔
چہارم مرکبات اعدائی، جنہیں اول جز عدد ہوتا ہے۔

پنجم مرکبات تیزی، جنین پہلا جز متعلق فعل ہوتا ہے۔

اب ہم ان کی تفصیل ذیل میں لکھتے ہیں۔

اول مرکبات تاج اسماء کی حالات کے مطابقت کے لحاظ سے مختلف قسم کے ہیں۔

(۱) تاج مفعولی جو عام طور پر مستعمل ہے، اس میں دوسرا جز اسم فاعل یا فعل ہوتا ہے اور پہلا جز حالت مفعول میں دوسرے کے تابع ہوتا ہے۔ جیسے ہٹ مار، چڑھا مار، آن داتا، تل چٹا، کٹھ پھوڑا، گٹھ کٹا۔

(۲) تاج انتقالی جس میں پہلا لفظ دوسرے سے تعلق انتقالی رکھتا ہو جیسے دیس نکالا، پچیل، دو غلام۔

(۳) تاج اضافی جس میں پہلا جز دوسرے جز سے تعلق اضافی رکھتا ہو۔ یہ مرکبات کثرت سے مستعمل ہیں۔ جیسے لکھتی، پن گٹھ، پن چکی، امرس، کن رس، کٹھ پتلی، راجپوت سوٹ جلا پا، پختیج ہو، کن لوپ، ست جھڑ، کپڑ گند، ماش گند، ہٹ کڑی، راج سہٹ وغیرہ وغیرہ۔

(۴) تاج ظرفی جس میں پہلے لفظ کا تعلق دوسرے سے، بلحاظ مقام کے ہو جیسے گھڑ چڑھا، سرگ باسی، بن باسی، بن مانس، جل مانس، جل گکڑ، اوپر والا، اوپرلی، دوم مرکبات ربطی وہ ہیں جنکے پہلے اور دوسرے جز میں صرف ربط واقع ہوتا ہے جیسے ٹیٹا محل، دھڑا دھڑا، اینچا تانی، بھاگا بھاگ، شرما شرمی، آب دھوا داس، سسم کے فارسی مرکبات بکثرت مستعمل ہیں،

دا، اکثر اوقات حرف ربط محذوف ہوتا ہے جیسے مان باپ، دال روٹی، تپٹ، آن جل، دل گردہ، بل حال، جوڑ لوڑ، گھر بار، خاک دھول، جوتی پزار، دم درو، دم دلاسا، دم نم وغیرہ

(۴۲) اجتماع ضدین جیسے ہارجیت، کمٹی بڑھتی (کمی بیشی) سر پہر، دن رات، جوڑ توڑ بڑا بھلا،

(۴۳) فغلی مناسبت اور قافیہ کے لحاظ سے جیسے دم خم، رونا دھونا، بھولا بسرا، تانا بانا، بھولا بھنگا، پاس پڑوس۔

(۴۴) مذکر کا مونث بنا کر بڑھا دیتے ہیں جیسے دیکھا دیکھی،

(۴۵) مراد الفاظ جیسے رونا بھیٹکنا، انچا مانا، بھول چوک، دیکھ بھال، چھان بین، سوچ بچار، بھلا چنگا

کبھی ہندی فارسی مل کر آتے ہیں جیسے تن من

(۴۶) ایک ہی مادہ کے دو لفظ جیسے چال چلن،

اسی ضمن میں توابع محل بھی آسکتے ہیں، جو بول چال میں کثرت استعمال ہوتے ہیں

اسکی صورت یہ ہے کہ ایک ہی لفظ کو اس طرح دہرایا جاتا ہے کہ یا تو پہلا حرف گرا دیا جاتا ہے، یا پہلے حرف کے بجائے کوئی دوسرا حرف قائم کر دیا جاتا ہے، یا درمیانی حرف علت میں کچھ تبدیلی کر دی جاتی ہے۔ اس سے نئے مذکور کے تعلقات و لوازم کا بیان مقصود ہوتا ہے۔ مثلاً روٹی دوٹی یعنی روٹی اور اُسکے ساتھ کی دوسری چیزیں۔ یا ڈیرے ویرے

(۴۷) اکثر یہ ہوتا ہے کہ پہلے حرف کو واؤ سے بدل کر دہرا دیتے ہیں جیسے روٹی دوٹی

ڈیرے ویرے، پانی دانی، کاغذ و آغذ، شکر و کر وغیرہ۔ یہ طریقہ قیاسی ہے اور تقریباً

ہر لفظ کے ساتھ استعمال ہو سکتا ہے مگر باقی طریقے سماعی ہیں جنکا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے

(حب) علاوہ اسکے توابع عموماً الفاظ کی مناسبت یا کسی قدر قافیہ کے لحاظ سے بھی آتے ہیں

جیسے بچا کچا، میل کچل، ٹالا بالا، ٹال ٹول، لت پت چور چکاری، لوگ باگ
 (ج) بعض اوقات صرف پہلے ایک دو حرف ایک سے ہوتے ہیں اور باقی بدلے ہوئے ہوتے
 ہیں جیسے دانہ دُنکا، گالی گُلوج، سودا سلف،
 (د) کبھی کلمہ اول ہی کو کھینچ تان کر دوسری حرف علت کو بدل کر تابع بنالیتے ہیں جیسے ٹیپ
 ٹاپ، ٹھیک ٹھاک، ڈیل ڈول، تول تال،
 (ه) کبھی تابع اول آجاتا ہے جیسے اولاد بی، آمنے سامنے، آس پاس، ارد
 گرد۔

سوم مرکبات توصیفی وہ ہیں جن میں کوئی صفت یا کوئی لفظ بطور صفت کے دوسری
 لفظ سے مل کر آئے۔ جیسے بھلا مانس، کن کٹا، نکٹا، مہاراج، مہاراج، کلجگ، پریشور
 (پریم۔ پُریشور۔ خدا) کچ ہو، کل جھبا، کن چھدا، کن رسیا، لم ڈھینگ، لم ڈھیا
 بڑکٹا، ادھموا، کھٹمٹھا، لکھ لٹ۔

بعض علامات ہندی لفظ کا جز ہیں خصوصاً ک و ذم کے لیے، اور اس وصف کے لیے
 جیسے کیوت، سپوت، کڈھپ، سڈول، سلونا، بدیشی، سودیشی۔ انکا ذکر علامات میں ہو چکا ہے۔
 کبھی اسم بھی صفت کا کام دیتا ہے۔ جیسے راج ہنس، لاٹ پادری۔ یہاں راج اور لاٹ
 بطور صفت آئے ہیں۔

چارم مرکبات اعدادی وہ ہیں جن میں پہلا جز عدد ہوتا ہے۔ ہندی اعداد و وجہ کو
 دیکھا جائے تو درحقیقت سب سے عمدہ مثال مرکبات کی ہے، اسکا مفصل ذکر ہم صفات
 میں دے چکے ہیں یہاں ہم صرف چند مثالیں مرکبات کی دیتے ہیں جن میں ایک جز
 عدد کا ہے جیسے

تراہا، دوپٹا، ست بچا، ست ماسا، ست لڑا، ہشت پہل، ترلو لیا، چوراہا، دوٹہئی
چوتہئی، چولوا، ٹکٹنا، چولفلا، چوٹھی، چوٹھا، چوٹالا، چوٹیل، دوٹارا، ستارا
دوٹالا، دوٹالا،

پنجبسم مرکبات تہنری۔ یہ مرکبات اردو میں یا تو ہندی علامات نفی کے ساتھ آتے
ہیں یا بعض علامات فارسی مثلاً ہے، بر، یہ وغیرہ کے ساتھ جن کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔
صرف ہندی مرکبات کا بیان تھا ان کے علاوہ فارسی مرکبات کثرت سے اردو زبان میں
اور خاص کر نظم میں مستعمل ہیں جن کا ذکر بخوف طوالت نظر انداز کیا جاتا ہے۔
اگر ان تمام صورتوں کو جو بیان کی گئی ہیں نظر میں رکھا جائے تو آئندہ جدید الفاظ
بنانے میں بہت مدد ملے گی۔

فصل چہارم

نحو

اس باب میں دو امور کا ذکر ہوگا۔

اول۔ اجزائے کلام اور ان کے مختلف تفسیرات کے عمل سے بحث ہوگی جو ان میں
بہ لحاظ قدیم اور حالات و زمانہ وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔

دوم۔ جملوں کی ساخت سے بحث کی جائے گی۔

اول کا نام نحو تفصیلی ہے اور دوسرے کا نام نحو ترکیبی

۱۔ نحو تفصیلی

تعداد

اگرچہ واحد سے ایک اور جمع سے کئی کا ہونا پایا جاتا ہے۔ لیکن اس عام قاعدے میں بعض صورتیں مستثنیٰ بھی ہیں۔ مثلاً

(۱) تعظیم یا عظمت کے لیے جیسے حضرت ہمارے بڑے ہیں یا ہماری آنکھوں کے

تھارے ہیں۔

(۲) بعض الفاظ اگرچہ واحد ہیں مگر زبان کے روزمرہ اور محاورے میں جمع

ستعمل ہیں۔ جیسے

بچے کے ختنے ہو گئے (واحد بھی ستعمل ہے)

ختنے

انکے دستخط پڑے نہیں جاتے (بعض لمونٹ بھی لکھتے ہیں)

دستخط

اس لفظ کے کیا معنی ہیں۔

معنی

اس کتاب کے کیا دام ہیں

دام (معنی قیمت)

اس کے بھاگ کھل گئے۔

بھاگ (معنی نصیب)

تے میں پت نکلے۔

پت

کرم بھوٹ گئے۔

کرم (نصیب)

نصیب جاگ اٹھے (واحد بھی ستعمل ہے)

نصیب

اسکے کو تک اچھے نہیں۔

کو تک

تمہارے کرتوت اچھے نہیں۔

کرتوت

یہ دنیا میں رہنے کے بچھن نہیں ہیں۔

آج اُنکے درشن نہیں ہوئے۔

اور سان خطا ہو گئے۔

سین بیگی ہیں۔

بچھن

درشن

اور سان

سین

اسی طرح والد اور آبا بھی ہمیشہ جمع مستعمل ہوتے ہیں۔ واحد کننا ہو تو با و ایا باپ کہیں گے۔ مثلاً

آپ کے والد کہاں ہیں؟۔ تمہارے آبا ہیں یا گئے؟

تمہارا والد یا تمہارا ابا کننا ٹھیک نہوگا۔

(۳) بعض الفاظ جو بطور استعارہ جانوروں اور دیگر اشیا کی تعداد کے ساتھ آتے ہیں وہ

واحد مستعمل ہوتے ہیں۔ جیسے چار زنجیریل۔ چھ راس گائے۔ ہفت دانہ سیب۔ دس نفر مزدور

پچاس جلد کتب۔ بیس عدد زین۔ چار منزل گاڑی وغیرہ۔

لیکن دانہ اور جلد اردو ترکیب اضافی میں بصورت جمع بھی مستعمل ہیں۔ مثلاً

بیس دانے سیب کے۔ پچاس جلدین کتابوں کی۔

(۴) اکثر واحد الفاظ جن کی جمع عام طور پر مستعمل ہے تعداد غیر معین مثلاً دسوں

ہیوں۔ سیکڑوں۔ ہزاروں۔ لاکھوں۔ کڑوں۔ یا صد ہزار ہا۔ لکھو کھا کے ساتھ

واحد استعمال ہوتے ہیں اور معنی جمع کے دیتے ہیں اور انھیں معنوں میں یہ الفاظ جمع کی

صورت میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے

ہزاروں مکان جل گئے

ہزاروں روپے بگڑ گئے

صد ہا تماشاں موجود تھے

ہزار ہا مکان جل گیا

ہزاروں روپیہ بگڑ گیا

صد ہا تماشاں موجود تھا

قسط میں سیکڑوں جانور بچو کا مر گیا فسط میں سیکڑوں جانور بھوکے مر گئے
 تعداد معین کے ساتھ بھی یہ استعمال جائز رکھا گیا ہے جیسے
 دس ہزار گونا پڑا ہے۔ پانچ ہزار سوار اتر اہوا ہے۔ پندرہ ہزار پیدل کھیت رہا۔
 پانچ سو آدمی کھڑا ہے۔ ایک ہزار کرسی پڑی ہے۔ اسی طرح انھیں جلدن میں یہ الفاظ جو استعمال
 ہوئے ہن جمع میں بھی استعمال ہو سکتے ہیں جیسے دس ہزار گورے پڑے ہن وغیرہ وغیرہ
 یہی حال مقداروں کا ہے جیسے یون، نمون، غلہ پڑا ہے۔ یا مقدار دیکھ لیں جیسے گھٹنوں پر دن ہون وغیرہ
 (۵) بعض اسماء کے خاص صورتوں کے ہمیشہ واحد استعمال ہوتے ہیں۔ اور صورت
 جمع استعمال نہیں ہوتی۔

(۲) اسمائے کیفیت جیسے درد۔ بخار۔ مطالعہ۔ رفتار بھوک وغیرہ
 بھوکوں مرنا جو محاورہ استعمال ہے مستثنیٰ ہے۔

(ب) اسمائے خاص خواہ اشخاص کے ہوں یا اشیاء کے
 (ج) اشیاء مادی

(۱) دھاتوں اور دیگر معدنیات کے نام جیسے سونا۔ چاندی۔ تانبا۔ رانگ۔ سیساجیت
 پتیل۔ پھول۔ تیل۔ پانی۔

اس میں چاندی کوٹھ ہے باقی سب مذکر ہیں۔

(۲) پیداوار میں اکثر غلہ وغیرہ کے نام جیسے
 باجرہ۔ جوار۔ مٹی۔ موٹھ۔ مونگ۔ سور۔ ادھر۔ شکر۔ گند۔ کھانڈ وغیرہ۔ سوٹھ۔ اجوائن۔
 گاؤں زبان۔ حقرقہ۔ اسی طرح اشیاء خوردنی جیسے گھی۔ شہد۔ سوچی۔ آٹا۔ نمک۔ ہلدی۔
 تنباکو۔ چھالیا (مچ)۔ الائچی۔ پان کی جمع بھی آتی ہے۔ جیسے ان پانون میں وہ مزہ کھان

لیکن غلوں میں گھبون چٹا۔ تل۔ جو واحد اور جمع دونوں صورتوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے

آجکل گیہوں بہت اچھا آیا ہے یا آئے ہیں۔ واحد کے استعمال میں عموماً اس غلہ کی قسم سے مراد ہوتی ہے۔ یہ چٹا اچھا ہے۔ یہ پنچے اچھے ہیں۔ وغیرہ۔

ان میں بعض اشیاء ایسی ہیں کہ جب انکی مختلف قسمیں بیان کرنی ہوں تو صورت جمع استعمال کرتے ہیں۔ جیسے اس چورن میں سانوں نمک ہیں گیہوں۔ چٹا۔ جو ان تینوں کے آٹے ملا کر روٹی پکائی۔ سب دالین ملا کر کپاؤ۔

(۶) فارسی ترکیب اضافی کا مضاف صورت واحد میں بخلات استعمال زبان فارسی اردو میں واحد اور جمع دونوں صورتوں میں واحد ہی رہتا ہے جیسے داغ عصیان مٹ گیا۔ داغ عصیان مٹ گئے۔

ہمدے داغ عصیان داغ کیا رنگ لائیں گے گمان گر گر گیا ورنہ پر بھی خستے گلستان گا
(۷) محاورے میں بعض الفاظ استعمال ہوتے ہیں جیسے بھوکون مڑتا ہے۔

حالت

پہلے لکھا جا چکا ہے کہ حالت لازم اسماء میں سے ہے۔ جملہ میں ہر اسم کے لیے کسی نہ کسی حالت کا ہونا ضروری ہے۔ اردو میں اسماء کی حالتیں چھ ہیں۔

۱۔ حالت فاعلی ۴۔ حالت انتقالی

۲۔ مفعولی ۵۔ ظرفی

۳۔ اضافی ۶۔ نمائیہ

اب ہر ایک کا ذکر تفصیل کیا جاتا ہے۔

حالت فاعلی

فاعل یا تو

(۱) فعل کا ابتدا ہوتا ہے۔ جیسے عاقل کی باتیں سچ ہوتی ہیں

(۲) یا افعال لازم و معروضہ کے ساتھ بطور خبر کے آتا ہے جیسے یہ لکڑی میرے بڑھاپے کا

سہارا ہے۔

(۳) یا بطور منادنی کے جیسے اس نے آواز دی ”بیٹا“

(۴) یا بعض اوقات اس طرح استعمال ہوتا ہے کہ جملے میں بے تعلق معلوم ہوتا ہے

جیسے بادشاہ وہ بیٹھا ہے صحت اور دولت یہ دو بڑی نعمتیں ہیں۔

(۵) کبھی مصدر کے ساتھ حالت اضافی کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے پھر گرنے کی

آواز آئی۔

نئے علامت فاعل

نئے بطور علامت فاعل کے تدریم ہندی میں کمین استعمال نہیں ہوا۔ اور

ہندی کی پوربی شاخوں میں کمین اس کا وجود نہیں۔ تلمسی دس تک کے

کلام میں بھی کمین اس کا استعمال نہیں پایا جاتا۔ اس کا استعمال اس طور پر غالباً

اُس وقت شروع ہوا ہے جب کہ اُردو نے اپنا سکھایا البتہ مرہٹی میں اس کا استعمال

اُردو یا پچھان (پچیم) کی ہندی کی طرح ہوتا ہے۔ لیکن پہلے بطور علامت مفعول

استعمال ہوتا تھا۔ جس کا پتہ پنجابی سے ملتا ہے۔ اس کے استعمال کے متعلق مفصلہ ذیل

امور کا خیال رکھنا ضرور ہے۔

۱ علامت فاعل کا فعل ہندی ماضی مطلق۔ تمام۔ احتمالی اور حال قریب کے

ساتھ آنا لازم ہے۔ جیسے مین نے کھانا کھایا۔ اس نے احمد کو مارا۔ یہ کس نے لکھا؟ مین نے لکھا ہوگا۔ مین نے لکھا ہے۔

لانا۔ لے جانا۔ بھولنا۔ شرمانا۔ بھٹنا۔ بولنا

جیسے مین کتاب لایا۔ وہ رقعہ لے گیا۔ مین تمھارا نام بھول گیا۔ وہ دیر تک مجھ سے بھٹتا۔ وہ اس حرکت سے شرمایا۔ وہ یو لے چل دو رہو۔ (میان شرمانا اور بولنا افعال متعدی ہیں) لیکن بعض اوقات بولنے کے ساتھ جب کوئی لفظ بطور مفعول ہوتا ہے تو لے لگا دیتے ہیں۔ جیسے اس نے جھوٹ بولا۔ مگر وہ جھوٹ بولا بھی صحیح ہے۔

۲۔ لیکن جب فعل متعدی کے ساتھ کوئی متعدی امدادی فعل آئے تو حسب قاعدہ فاعل کے ساتھ آئے گا۔ مگر جب فعل امدادی لازم ہوگا تو علامت فاعل متعدی فعل کے ساتھ بھی نہیں آئے گی۔ جیسے

مین نے رقعہ بھیجا	(فعل متعدی بلا فعل امدادی)
مین نے رقعہ بھیج دیا	(فعل متعدی مع فعل امدادی متعدی)
مین رقعہ بھیج چکا	(فعل متعدی مع فعل امدادی لازم)
مین رقعہ نہ بھیج نہ سکا	(ایضاً)

اُس نے ہنس دیا، اور وہ ہنس دیا۔ اس نے رو دیا اور وہ رو دیا دونوں مستقل ہیں۔ غالباً بغیر کے زیادہ فصیح ہے۔

فعل لازم کے ساتھ اگرچہ فعل امدادی متعدی ہو تو بھی علامت فاعل کا اظہار نہیں کیا جائے گا۔ جیسے وہ آیا۔ وہ سولیا۔

لیکن جب امدادی فعل کے آئے سے فعل لازم متعدی بن جائے تو آئے کا جیسے اُس نے

مجھے آیا۔ تم نے اُسے کیون ڈرنے دیا۔ اس نے بیمار کو سونے نہ دیا۔ ایسی حالت میں اصل فعل کے معنوں بہت تغیر ہو جاتا ہے اور فعل لازم نہیں رہتا۔

۳۔ بعض متعدی فعل ایسے ہیں کہ انکے ساتھ آنے کا استعمال ہوتا بھی ہے اور نہیں بھی ہوتا

جیسے

میں نے بازی جیتی	میں نے بازی جیتی
میں نے شرط ہارا	میں نے شرط ہاری
میں نے بات سمجھا	میں نے بات سمجھی
میں نے کام سیکھا	میں نے کام سیکھا

سیکھے ہیں مہر خون کے لیے ہم مصوری
(غالب)

تقریب کچھ تو بہ ملاقات چاہیے

پہلے بھی کوئی پڑھا، کسی نے یہ سبق بھی پڑھا

۴۔ افعال لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں متعدی ہونے کی صورت میں آنے علامت فاعل فعل کے ساتھ استعمال ہوتی ہے۔ اور لازم کی حالت میں نہیں۔

جیتنے اور ہارنے کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اسکی صورت سنئے ہے۔ پکارنا لازم اور متعدی

دونوں ہے۔ لازم ہونے کی صورت میں سنئے نہیں آتا مگر متعدی کی حالت میں نے آتا ہے۔ جیسے

پکارنا۔ اس نے مجھے پکارا (متعدی) وہ پکارا (لازم)

بھرنا۔ اس کا پیٹ بھرا لازم

۔۔۔ میں نے پانی بھرا متعدی

پلٹنا۔ خط میں جب آپ نے تحریر سراسر پٹی (مستعدی)
 میں نے جانا مری تقدیر سراسر پٹی (لازم)
 بدلنا۔ جب سے وہ بدلا ہے ساری دنیا بدل گئی (لازم)
 میں نے کپڑے بدلے (مستعدی)

چاہنے کے ساتھ ہمیشہ نے آتا ہے جیسے ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں سو وہ بھی نہ ہوا۔
 لیکن جب جی اڈول کے ساتھ استعمال ہوتا ہے تو نہیں آتا جیسے جی چاہا تو آؤں گا۔
 اسکی کیا پوچھتے ہو، دل چاہا گیا دل چاہا نہ گیا۔
 ۵۔ تھوکن، موتنا، گھنا افعال لازم ہیں، مگر انکے ساتھ استعمال ہوتا ہے جیسے
 میں نے تھوکا۔ اس نے موتنا۔

تھوکننا اور موتنا کبھی مستعدی ہوتے ہیں۔ جیسے

دوکانا جان کی بچی نے موتنا مجھ نمازی پر (جان صاحب)

بچے نے نہا لپکے پر موتنا۔

اس نے مجھ پر تھوکا۔ اسکو ساری دنیا نے تھوکا، مگر بے غیرت کی بلا دور کچھ بھی اثر نہوا۔

۶۔ بعض افعال کے ساتھ جو خاص موقع پر مستعدی استعمال ہوتے ہیں انے علامت

فاعل نہیں آتی۔ میں اُسے رویا۔ وہ مجھ پر ہنسا۔ کتا بلی پر جھپٹا۔ وہ مجھ سے لڑا۔ (یہ خیال
 رہے کہ یہاں پر اور سے علامت مفعول ہیں)

۷۔ جب علامت فاعل وہ، جو اور کون کے ساتھ آتی ہے تو وہ اُس سے جو

جس سے اور کون کس سے بدل جاتا ہے۔ جیسے اس نے (وہ نے) مارا۔ کس نے
 (کون نے) مارا۔ جس نے (جو نے) کہا غلط کیا۔

۸۔ صرف میں پہلے بیان ہو چکا ہے کہ میں ضمیر شکم میں اول سے نے موجود ہے کیونکہ یہ اصل میں می یا موئے تھا۔ مگر اصل پر نظر نہ رہنے سے یا مود زمانہ اور ناواقفیت کی وجہ سے ایک نے اور اضافہ ہو گیا۔ اور میں نے استعمال ہونے لگا۔

۹۔ نے علامت فاعل ہے اور مفعول کے ساتھ کبھی نہیں آتی لیکن مجھ اور تجھ کے ساتھ جب کوئی صفت آتی ہے تو نے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے مجھ کم بخت نے یہ کب کہا تھا۔ مجھ خاکسار نے ایسا نہیں کیا۔ تجھ بد بخت نے ایسا کیا۔

اصل یہ ہے کہ مجھ اور تجھ پر اکرت کے ضمائر اضافی مجھا اور تجھا سے نکلے ہن۔ چنانچہ اسی وجہ سے قدیم اردو میں مجھ تجھ بھی بطور ضمائر اضافی کے استعمال ہوتے تھے۔ مثلاً نصرتی ملک اشعری دربار عادل شاہ اپنیثنوی گلشن عشق میں لکھتا ہے۔

کما سن کو یون اُن کہ بے دل کے بار

فدا ہے یہ تجھ بات پر جو ہمسرا

بیان تجھ بات سے مطلب تیری بات ہے۔ غرض تجھ حالت اضافی سے حالت مفعولی میں آیا۔ اور صفت کے ساتھ اب بھی استعمال ہے جیسے مجھ خاکسار کی حالت صفت کے پیچ میں حائل ہو جانے سے یہ نظر انداز ہو گیا کہ مجھ کس حالت میں ہے اور اس لیے اضافی اور فاعلی حالتوں میں استعمال ہونے لگا۔ مجھا کے میم پر زبر ہے لیکن تجھا کے ساتھ ساتھ آنے سے مجھ کی میم پر پیش آ گیا۔

حالت مفعولی

۱۔ مفعول قریب اس پر فاعل کے فعل کا اثر بغیر کسی واسطے کے راست پڑتا ہے۔ یہ مفعول درحقیقت فعل متعدی کے مکملہ کا کام دیتا ہے۔ جیسے احمد نے حامد کو مارا۔ اس نے

کھانا کھایا۔ رام کتاب پڑھتا ہے۔ (عربی میں اسے مفعول کہتے ہیں)

(۱) جب فعل کا ایک ہی مفعول قریب ہو اور اشیاء میں سے، یعنی بیجان ہو! تو اس کے ساتھ کو علامت مفعول نہیں آتا۔ جیسے میں کھانا کھاتا ہوں۔ بکری پانی پیتی ہے۔ اُسے تمھاری ملاقات کی آرزو ہے۔ احمد نے اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔

(ب) لیکن جب مفعول جاندار یا ذوی العقول سے ہوتا ہے، تو اس کے ساتھ اکثر کو استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً ذیل سے ذوی العقول و غیر ذوی العقول دونوں کی حالت معلوم ہو جائے گی۔

میں نے احمد کو دیکھا

میں نے وہ نقشہ دیکھا

میں احمد کو جانتا ہوں

میں نے اسے سانپ مارا

میں نے ایک آدمی دیکھا صحیح ہے لیکن جب آدمی کا نام لین یا کوئی اور تخصیص اشارے یا اضافت وغیرہ سے پیدا کر دین تو کو لانا ضرور ہے جیسے میں نے مسعود کو دیکھا۔ میں نے اس آدمی کو دیکھا۔ میں نے تمھارے بھائی کو دیکھا۔ لیکن

اس کی چالیں میں ہی خوب سمجھتا ہوں اور

اُس کی چالوں کو میں ہی خوب سمجھتا ہوں

دونوں صحیح اور فصیح ہیں۔ یا جیسے مری فریاد کو پہنچو۔ یہاں کو بالکل صحیح اور فصیح ہے۔

(ج) مگر محاورات میں جہاں مفعول مصدر کے ساتھ آتا ہے کو لانا غیر فصیح ہی نہیں بلکہ غلط ہے۔ مثلاً منھ چڑانا، کان کھولنا، سر اٹھانا، جان دینا، تنکے چننا، مارے گنا،

وغیرہ نسیم دہلوی اپنی شہور غزل میں لکھتے ہیں

نسیم جاگو کر کو باندھو اٹھاؤ بستر کہ رات کم ہے

بیان ”کر کو باندھو“ میں کو فصیح نہیں ہے۔ کیونکہ کر باندھنا استعارۃ استعمال ہوتا ہے جس کے معنی تیار ہونے کے ہیں۔

اسی طرح دوسری بے جان اشیا اور کیفیات قلبی کے ساتھ بھی یہی عمل ہوتا ہے۔ جیسے خط لکھا۔ شراب پی۔ پانی پیا۔ خر بوزہ کھایا۔ سبج نہ کرو مہربانی رکھو۔

(د) یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ جب عمومیت ہوتی ہے تو گو نہیں کہتے لیکن جب خصوصیت کا اظہار کیا جاتا ہے یا توجہ دلائی مقصود ہے تو گو لکھتے ہیں۔ لیکن غیر ذوی العقول اور بے جان اشیا کے ساتھ مخصوص ہے ذوی العقول کے ساتھ بہت کم۔

جیسے مری فریاد کو پہنچو اس بوجھ کو اٹھاؤ تو جانوں -

مایا کو چھوڑ اور رام کو ملے اپنے دل کو دیکھ اور غور کر۔

میں نے سب پڑ دیکھے کوئی کام کا نہ نکلا جیتی لڑکی میں تجھ میں دیدوں یہ ممکن نہیں ہاں لاش کے تم مالک ہو۔ تم نے کیا بات دیکھی جو اس قدر درجے ہوئے ہو۔

(ک) جب مفعول قریب اور بعید قریب قریب واقع ہوں تو دوبارہ آنا کا نون کو بُرا معلوم ہوتا ہے۔ لہذا ایسے موقع پر مفعول قریب کے ساتھ کو نہیں لاتے۔ جیسے میں نے تمہارا بیٹا افضل کو دیدیا۔ سیدہ جو مقصود سے منسوب ہے میں تمہارے بیٹے کو کبھی نہ دون گا۔

(و) بعض افعال متعدی و لازم کے ساتھ فعل کے اُسی مادہ کا مفعول قریب استعمال ہوتا ہے۔ اسے عربی میں مفعول مطلق کہتے ہیں جیسے تم کیسی چال چلتے ہو۔ آدمیوں کی سی چال چلو۔ وہ بڑا بول بولتا ہے۔

(د) بعض افعال کے دو مفعول قریب ہوتے ہیں۔

افعال متعدی یا متعدی متعدی کے دو مفعول ہوتے ہیں ان میں سے ایک شخص ہوتا ہے دوسرا شے مفعول شخص کے ساتھ ہمیشہ گوتا ہے جیسے تین نے فقیر کو روپیہ دیا۔ اس نے سب کو ٹھٹھائی کھلائی۔

نیز جو افعال بنانے، مقرر کرنے، بلانے یا نام رکھنے کے معنوں میں ہوں یا جو افعال قلوب ہوں یعنی اُنکے معنی سمجھنے جاننے اور خیال کرنے کے ہوں تو اُنکے ساتھ بھی دو مفعول ہوتے ہیں مفعول اول کے ساتھ اکثر گوتا ہے جیسے تم اسکو کیا خیال کرتے ہو۔ انھوں نے ہری کو اپنا راجہ بنایا۔ میں اُسے (اسکو) آدمی سمجھتا تھا مگر وہ تو کچھ اور نکلا۔ وہ مجھے (مجھکو) حکم سمجھا۔

(ح) ایسے افعال کے طور مجہول میں جنہیں دو مفعول ہوتے ہیں مفعول قریب قائم مقام خاقل ہوتا ہے مگر حالت اسکی وہی رہتی ہے۔ یعنی گوتا کے ساتھ رہتا ہے جیسے فقیر و ن کو کھانا کھلا دیا جائے۔ مجھکو تنخواہ دیدی جائے۔

(ط) اگرچہ گوتا عام طور پر علامت مفعول ہے لیکن بعض اوقات سے، کے اور پر بھی گوتا کے بجائے علامت مفعول کے طور پر استعمال ہوتے ہیں جیسے

میں نے احمد کے تھپڑ مارا

میں نے احمد کے کاجل لگایا

محمود سے کہو۔ میں خالد سے محبت کرتا ہوں۔

مجھ پر خفا مست ہو۔ اس پر رحم کر دو۔

اسی طرح میرے اور اسکے بجائے مجھکو اور اسکو کے استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے اس نے میرے ہاتھ جوڑے۔ میں نے اس کے ہاتھ جوڑے۔

۲۔ مفعول بعید وہ ہے جس پر فاعل کے فعل کا اثر درست نہیں پڑتا۔

(۲) یہ فعل متعدی کا مفعول بعید ہوتا ہے۔ جیسے یہ جانور مجھے تکلیف پہنچاتا ہے۔ وہ سب کو تشفی و تسلی دے رہا تھا۔

دب (ب) کبھی یہ علامت مفعول غرض اور معاوضہ کو ظاہر کرتی ہے۔ جیسے وہ پٹرھنے کو آتا ہو۔ بادشاہ سلامت سیر کو نکلے۔ میں گرو کے درشن کو جاتا ہوں۔ یہ کتاب کتنے گوروں کے۔ میں نے دو سو روپیہ کو اپنا گھوڑا بیچا۔

عربی میں اسے مفعول کہتے ہیں۔ یہاں کو واسطے اور لیے کے معنی میں آتا ہے۔ اور دوسری صورت میں یہ سننے زیادہ تر اضافی صورت میں ادا کیے جاتے ہیں۔ جیسے وہ پٹرھنے کے لیے آتا ہے وغیرہ۔

(ج) یہ استعمال اکثر مصدر کے ساتھ بھی ہوتا ہے جب کہ اس میں استقبال قریب کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے وہ جانے کو ہے۔ اُٹھنے کو ہے۔ کھٹنے کو ہے۔ وہ کھانے کو دوڑتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ہیں دہن غنوں کے داکیا جانیں کیا کہنے کو ہیں شاید اسکو دیکھ کر صل علی کہنے کو ہیں (د) بعض اوقات علامت مفعول بعید ہونے یا موجود ہونے کے معنی دیتی ہے۔ جیسے جو دم کو ہے وہ اسکو نہیں ہے۔ اُسے بہت سے شغل ہیں۔ سب کو ناامیدی تھی۔ اُسکے کوئی بیٹا نہ تھا۔ اسے تن میں کی سُدھ نہ تھی۔ ایک گرہا جسکے دُم نہ تھی۔ گھوڑے کے کان نہ تھے۔ یہاں کے کو کے بجائے ہے (

علامہ مصدر ہونے کے بعض مصادر معولہ بھی انھیں معنوں میں استعمال ہوتے ہیں غیرت نام کو نہ رہی۔ اُسے کچھ ہوش نہ رہا۔

لگتا بھی محاورے میں اسی طور پر استعمال ہوتا ہے۔ حسین فاعل وہ شے ہے جو ملی ہے اور مفعول بعید وہ ہے جو پانے والا ہے۔ جیسے مجھے الغام ملا۔ اسے کچھ نہ ملا۔ مجھے راستہ نہ ملا۔

(ج) اسی طرح مفعول بہت سے الفاظ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے حسین وہ ان اشیاء کو ظاہر کرتا ہے جن کی نسبت کوئی امر بیان ہوا ہے

مثلاً مصدر لگنا کا استعمال ہے جیسے میر کا شعر

کوئی سادہ ہی اسکو سادہ کے لگے ہے مجھے وہ تو عیار سا

مجھے یہ بات بھلی نہیں لگتی۔ مجھے جاڑا لگتا ہے۔ اسکے سخت چوٹ لگی (دیوان کے معنی کو ہے) بھانا اسی طرح استعمال ہوتا ہے جیسے مجھے وہ نہیں بھاتا۔

آتا جیسے بادشاہ کو اسکے حال پر رحم آیا۔

پڑتا جیسے مجھے جانا پڑا۔ سرکار کو دست اندازی کرنی پڑی

دکھائی دینا جیسے انکو شیر دکھائی دیا۔

اسی طرح بعض اسما و صفات کے ساتھ بھی آتا ہے جیسے آفرین ہے تیری ہمت کو۔

(و) اسی طرح سے مفعول بعید لازم ہے، مناسب ہے اور چاہیے وغیرہ کے ساتھ استعمال

ہوتا ہے جیسے تم کو کچھ تو فکر کرنی چاہیے۔ مجھے یہ بات جلد کہنی مناسب ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ بھلائی کرے۔ اسکو لازم ہے کہ دفتر کی باتیں باہر نہ کہے۔

(ز) کبھی سن ظاہر کرنے کے لیے جیسے عہد شعل مصطفیٰ کو تو اٹھارواں ہے سال

یعنی سترہ پورے ہو چکے ہیں اور اٹھارواں شروع ہے۔

(ح) کبھی مفعول بعید غیر معین یا غیر محدود زمانہ ظاہر کرتا ہے۔ جیسے رات کو بیخبر سا میں

میں جب صبح کو اٹھا وغیرہ

(ط) کبھی لزوم کے معنوں میں آتا ہے۔ جیسے

مہر و وفا و راحت و آرام کو رقیب جو روح و جاؤ کا دشمن و خون جگر کو مین (دشمن)

بعض اوقات علامت مفعول محذوف ہوتی ہے جیسے وہ صبح سویرے چل دیا۔ مین گھر گیا۔ وہ کھانا کھانے گیا ہے۔

حالات اضافی

اصناف کے معنی نسبت کے ہیں۔ اور کسی لفظ کی حالت اضافی اس لفظ کے تعلق کو دوسرے لفظ سے ظاہر کرتی ہے۔ اسی لیے جس لفظ کی طرف نسبت کی جاتی ہے اُسے مضاف الیہ کہتے ہیں۔ اور جو لفظ کہ نسبت کیا جاتا ہے اُسے مضاف کہتے ہیں۔ مثلاً محمود کا گھوڑا۔ یہاں گھوڑا حالت اضافی میں ہے اور اپنا تعلق محمود (یعنی مضاف) سے ظاہر کرتا ہے۔ حقیقت اگر دیکھا جائے تو مضاف ایک قسم کی صفت ہے اور مضاف الیہ موصوف۔ اور یہ دونوں مل کر ایک خیال ظاہر کرتے ہیں۔

اردو میں حالت اضافی مختلف قسم کے تعلقات کو ظاہر کرتی ہے جسکی تفصیل ذیل میں کی جاتی ہے۔

۱۔ ملک یا قبضہ ظاہر کرنے کے لیے جیسے راجہ کی باندی ہے۔ یہ اُسکے گھوڑے ہیں۔ ان جملوں میں کہ ”اسکا کیا بگڑتا ہے“ ”اسکا کیا جاتا ہے“ کہا کو حالت اضافی میں سمجھنا چاہیے جو ملک کے ظاہر کرنے کے لیے آیا ہے۔ یا یہ کہ کہا کے بعد مال تھے بات وغیرہ محذوف ہیں مگر پہلی صورت زیادہ صاف ہے۔

۲۔ رشتہ یا قرابت۔ جیسے میرا بیٹا۔ مسعود کا باپ۔ اسکا چچا۔

- ۳۔ ماڑی اشیا کا بیان۔ جیسے سونے کی انگوٹھی۔ مندل کا صندوقچہ۔ بھڑون کا چھتا
 ۴۔ ظرف مکان و زمان جیسے مٹھرا کا باشندہ۔ ملک ملک کے بادشاہ۔ یہ ایک منٹ کا کام
 چار دن کی بات ہے۔ یہ اگلے وقتوں کے لوگ ہیں۔
 ۵۔ کیفیت یا قسم۔ جیسے قسم قسم کی باتیں۔ بڑے اچھے کی بات ہے۔ ایک پلے کا بوجھ۔
 ۶۔ سبب یا علت۔ جیسے راستے کا تھکا ماندہ۔ دھوپ کا جلا۔ نیند کا ماتا۔ موزی کے مارنے کا
 کچھ گناہ نہیں۔

- ۷۔ اصل و ماخذ۔ جیسے پوترنوں کا امیر۔ چنبیلی کی خوشبو۔ باجے کی آواز۔
 ۸۔ وضاحت کے لیے۔ جیسے جمعہ کا دن۔ مئی کا مہینہ۔
 ۹۔ عمر کے لیے۔ چہ برس کا بچہ۔ ستر برس کا بوڑھا۔
 ۱۰۔ استعمال۔ جیسے پینے کا پانی۔ ہاتھی کے کھانے کے دانت اور ہن اور د کھانے کے اور۔
 یہ چاقو کسی کام کا نہیں۔
 ۱۱۔ قیمت۔ جیسے ایک روپیہ کے آم دو۔ اس کپڑے کے کیا دام ہیں۔ دور وہیہ کا
 گھی لے آؤ۔

- ۱۲۔ تشبیہ کے لیے۔ جیسے اُسکی کلائی شیر کی کلائی ہے۔
 ۱۳۔ استعارہ۔ (۱) استعارے کے معنی ہیں مانگے لینا۔ یعنی کسی شے میں کوئی خاص بات یا صفت
 اپنی جاتی ہے وہ اس سے مانگ کر کسی دوسرے سے منسوب کرنا جیسے اسکے دل کا کنول کھل گیا۔
 ۱۴۔ اونے اسکے تعلق کے لیے۔ یعنی ذرا سے تعلق سے سب چیز کو اپنی طرف منسوب کر لینا جیسے
 اسکا ملک۔ ہمارا شہر وغیرہ۔
 ۱۵۔ صفت کے لیے جیسے غضب کی گرمی۔ قیامت کی دھوپ ہے۔ آفت کا پرکالہ۔

اسی طرح صفات کے ساتھ بھی مستعمل ہے۔ قول کا سچا۔ ذہن کا پکا۔

۱۶۔ جُڑ کے لیے جیسے قصے کا آغاز۔ پہاڑ کی چوٹی۔ پانی کی ایک بوند۔

۱۷۔ کل کے لیے۔ اسکا اظہار اس طرح ہوتا ہے کہ مضافات اور مضافات الیہ دونوں ایک ہی

لفظ ہوتے ہیں اور اُنکے درمیان علامت اضافی ہوتی ہے۔ جیسے سب کے سب۔ ڈھیر کا ڈھیر۔

آوے کا آواگڑا ہوا ہے۔ ایک شعر کیا غزل کی غزل مرصع ہے۔ شعر کا شعر اسی میں مبتلا ہے۔

قوم کی قوم۔ خاندان کا خاندان وغیرہ۔

اضافات کے ساتھ لفظ کا تکرار اور معنی بھی دیتا ہے۔ مثلاً

(۱) بالکل اور مطلق کے معنی جیسے ہزار لکھا یا پڑھایا مگر جاہل کا جاہل رہا یعنی

بالکل جاہل۔ اسی طرح سے بیل کا بیل رہا۔

(ب) بچنے کثرت جیسے درختوں کے جھنڈ کے جھنڈ کھڑے ہیں۔ لوگ جوں کے جوں آہٹ

(ج) حصر اور تقبیل کے لیے جیسے اس سے رات کی رات ملاقات رہی (یعنی صرن

ایک رات) وقت کے وقت کیسے انتظام ہو سکتا ہے (یعنی فوراً) وہ بات کی بات میں بگڑ گیا (یعنی

ذرا اسی بات میں) اسی طرح پاس کے پاس۔ وغیرہ۔

(د) شمول کے لیے۔ جیسے آدمی کا آدمی ہے اور تندر کا تندر یعنی آدمی بھی ہے

اور تندر بھی۔ آم کے آم اور گٹھلیوں کے دام یعنی آم بھی ہے اور گٹھلیوں کے دام بھی۔ روپیہ

روپیہ گیا اور عورت کی عزت۔ یعنی روپیہ اور عزت دونوں گئے۔

(و) ہر کے معنوں میں جیسے دُوبرس کے برس آتا ہے یعنی ہر برس۔ اسی طرح

ہفتہ کے ہفتہ۔ مہینے کے مہینے۔ روز کے روز۔ سہ ماہی کی سہ ماہی۔ چہ ماہی کی چہ ماہی۔

فصل کی فصل بھی مستعمل ہیں۔ لیکن یہ استعمال ہمیشہ زمانہ کے ساتھ ہوتا ہے۔

۱۸۔ افعال حالیہ کے ساتھ بھی اضافت کا اسی طرح استعمال ہوتا ہے۔ جیسے گراگا گرا رہ گیا۔ یا کھلی کی کھلی رہ گئی آنکھ سب کی۔ دیکھتے کا دیکھتا رہ گیا۔ یعنی جس حالت میں تھا وہی رہ گیا۔
۱۹۔ فاعل یا مفعول کے اظہار کے لیے جیسے اسکے بھاگ جانے کی خبر ہے۔ میں اسکی تکلیف نہ دیکھ سکا۔ یہ استعمال اکثر مصادر کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ اور مصدر اپنے فاعل یا مفعول یا ظرف کا مضاف ہوتا ہے جیسے صبح کرنا شام کا لانا ہے جو ہے شیر کا (غالب)۔ رات کا آنا قیامت کا آنا ہے۔ دل کا آنا جان کا جانا ہے۔ وہاں کا بیٹھنا اچھا نہیں وغیرہ وغیرہ۔

۱۹۔ بعض صفات و دیگر الفاظ ہمیشہ علامت اضافت کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں جیسے لائق، قابل، قریب، برابر، متعلق، موجب، موافق، نسبت، طرف، مطابق، بابت، مشابہ۔ اسی طرح قبل، بعد، پاس۔ آگے، پیچھے، اوپر، نیچے، تین، پے، واسطے، طرح کے ساتھ بھی حروف اضافت آتے ہیں مگر قبل اور بعد بعض اوقات بغیر اضافت کے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے دو ماہ قبل۔ دو ماہ بعد۔
۲۰۔ بعض اوقات حرف اضافت کے بعد کا اسم (یعنی مضاف الیہ) محذوف بھی ہوتا ہے۔ جیسے ایمان کی تو یہ ہے کہ ایمان تو گیا۔ (یعنی ایمان کی بات) اس نے میری ایک نہ سنی۔
دل کی دل ہی میں رہی ایک نہ ہونے پائی۔

لے تھو آج تو ہم بھی جناب آصف سے

عجیب رنگ میں ہیں پوچھتے ہو کیا انکی

ایسی حالتوں میں اکثر بات یا حالت کا لفظ محذوف ہوتا ہے مگر کبھی کبھی دوسرے الفاظ بھی محذوف کر دیے جاتے ہیں۔ یا تو اس لیے کہ انکا بیان اکثر خلاف تہذیب ہوتا ہے یا یہ کہ انکا سمجھنا سہل ہوتا ہے۔ مثلاً

غرض یہ کہ سرکار میں پیٹ بھر کے

آج وہ پھر ہندو کا آیا تھا۔ انکی بھلی کسی۔

۲۱۔ بعض اوقات اور خاکسکر نظم میں مصنف الیہ و مصنف کی ترتیب بدل جاتی ہے جیسے

یہی حال دنیا میں اس قوم کا ہے بھنور میں جہاز آئے جسکا گھر اسے

یا جیسے نام تو اُنکا مجھے یاد نہیں البتہ صورت یاد ہے۔ یا کوئی مزاج پوچھے تو جواب دین ”شکر خدا کا“

اس موقع پر ایک بات خاص طور پر قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ بعض اوقات جب ترکیب اضافی اپنی

اصل حالت پر نہیں ہوتی بلکہ علامت اضافت جو عموماً مصنف اور مصنف الیہ کے درمیان واقع

ہوتی ہے آخر میں واقع ہوتی محاورے میں کی کے بجائے کے استعمال ہو جاتا ہے مثلاً مانند شیر کے

بیان کے اردو محاورے صحیح ہے حالانکہ اردو قاعدہ کی ہونی چاہیے کیونکہ مانند مونث ہے

یا جیسے آتش کا شعر ہے۔

معرفت میں اُس خدائے پاک کے اُڑتے ہیں ہوش و حواس ادراک کے

یا میرا تیس فرماتے ہیں۔ میدان میں تھا حشر بیا چال سے اس کے

اسی طرح میر تقی فرماتے ہیں۔ آنکھوں میں ہیں حقیر جس بس کے۔

حالانکہ معرفت، چال، آنکھوں، مونث ہیں مگر انکے ساتھ کے استعمال ہوا ہے۔ زبان کا

محاورہ ہی ہے اور اسلئے اعتراض کی گنجائش نہیں، اگرچہ عام قاعدہ اسکے خلاف ہے مگر

یہ استعمال اکثر نظم میں ہوتا ہے۔

۲۲۔ بیان ایک اور نکتہ بھی قابل ذکر ہے جس کا تعلق زبان کے محاورے سے ہے

ذیل کے فقروں میں اس کے استعمال پر غور کیجیے۔

احمد نے اس کے تھپڑ مارا۔

اس کے سرمہ لگایا۔

گھوٹ نے اس کے لات ماری۔

مین نے اس کے چٹکی لی۔

اس کے اٹھنا ملو۔

اس کے بیٹا ہوا۔

گدھے کے دم نہ تھی۔

اس کے چوٹ لگی۔ وغیرہ وغیرہ

بعض حضرات کا اسکے متعلق یہ خیال ہے کہ کے کے بعد کوئی ایک لفظ محذوف ہے۔ مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ ”اسکے تھپڑ مارا“ تو اصل میں ہے اسکے منٹھ پر تھپڑ مارا۔ اسی طرح اسکے سرمہ لگایا، اس میں آنکھوں کا لفظ محذوف ہے۔ ”اسکے بیٹا ہوا“ اس میں بان محذوف ہے۔ گدھے کے دم نہ تھی“ یہ اصل میں ہے گدھے پاس دم نہ تھی ”اسکے چوٹ لگی“ یعنی اس کے بدن میں یا جسم میں وغیرہ

لیکن میری رائے میں یہ کہ وہ نہیں ہے جو حرف معنویہ کے آنے سے کا سے کے ہو جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ صورت میں اسکے مشابہ ہے لیکن درحقیقت یہ کے بھی مثل دوسری علامات اضافت (قبول بعض محققین) اور کہو کے سنسکرت کے حالیہ کرتا سے ماخوذ ہے۔ اور اس صورت میں کسی لفظ محذوف کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ علاوہ اس کے مارڈواڑی میں جو مثل دیگر ہندی زبانوں کے پراکرت سے نکلی ہے اب تک کے مذکورہ مونت دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے اور بھوج پڑی، ماگدھی، میتھلی زبانوں میں اب تک علامت مفعول کی تھی ہیں۔ نیز وکن اور بعض دیگر مقامات میں بجائے ”اسکے بیٹا ہوا“ کہنے کے ”اسکو بیٹا ہوا“ کہتے ہیں جو اگرچہ اردو محاورے کے روستے غلط ہے مگر اصل کا پتہ ضرور دیتا ہے۔

حالت انتقالی

حالت انتقالی ایک شے کی جدائی دوسری شے سے ظاہر کرتی ہے خواہ وہ مادی طور پر ہو یا خیالی طور پر عموماً اسکا اظہار حرف سے ہوتا ہے۔ اسے ذیل کی صورتوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱۔ حالت انتقالی مکانی۔ یہ اکثر ایسے افعال کے ساتھ آتی ہے جن میں حرکت پائی جائے۔ اور اس مقام کو بتاتی ہے جہان سے حرکت شروع ہوئی۔ جیسے

وہ مدرسہ سے گھر آیا۔ نکل شہر سے راہ جنگل کی لی۔ وہ دلی سے روانہ ہو کر۔ مسند سے اٹھا۔

۲۔ زمانی۔ آغاز وقت کے لیے (یعنی جہان سے کسی وقت کی ابتدا ہوئی) جیسے اب سے دور۔ وکل سے نہیں آیا۔ مینیون سے بیکار بیٹھا ہوں۔ کچھ دنوں سے یہی حال ہے۔ ایک ماہ سے یہی ہو چکا ہے۔

۳۔ جدائی کے لیے مادی ہو یا خیالی۔ جیسے وہ مجھ سے جدا ہو گیا۔ میں نے اُسے غلامی سے آزاد کر دیا۔ اُس نے مجھے آگ سے بچایا۔ تم نے مجھے وہاں جانے سے کیون منع کیا۔ وہ کام سے جی چڑا کر عاقل سے بے حد

۴۔ مآخذ، اصل یا علت کے اظہار کے لیے۔ جیسے وہ اپنے کپے سے بہت نادام ہوا۔ زمانہ کے انقلاب سے گھبرا کر گھر بچھڑا۔ اسکی اطاعت سے کیا فائدہ وہ بدنامی سے ڈرتا ہے۔ آپ کے خوف سے پڑھتا ہے۔ فساد سے ضرر پیدا ہوتا ہے۔ وہ مجھ سے خوش ہے۔

۵۔ ذریعہ یا آلہ کے ظاہر کرنے کے لیے جیسے میں نے اُسے اپنی آنکھ سے دیکھا۔ کسی دوسری کبھی سے نہیں کھلنے کا۔ اس نے مجرموں کو ہاتھی سے کچلوا دیا

یہ فقرہ بھی کہ ندی نالے پانی سے بھرے ہیں اسی شق میں آ سکتا ہے۔ کیونکہ یہ اُس شے کو ظاہر کرتا ہے جس سے ندی نالے بھرے ہیں۔

دیہ یاد رکھنا چاہیے کہ فعل ”ہونا“ اور افعال متعدی متعدی یا متعدی بالواسطہ میں

صورت فاعلی ہو جاتی ہے۔ جیسے مجھے خطا ہوئی۔ میں ان لڑکوں کو مولوی صاحب سے عربی پڑھانا ہوں۔

۶۔ بمقابلہ کے لیے۔ جیسے وہ مجھے اچھا ہے۔ یہ اس سے بڑا ہے۔ وہ سب سے پہلے گیا۔ مجھے

کوئی نہ جیتا۔ دل آزاری سے بڑھکر کوئی گناہ نہیں۔ سخی سے شوم بھلا۔

میز فعل ظرفی کے ساتھ جیسے گھر سے باہر۔ اس سے پہلے۔

۷۔ طور و طریقہ کے اظہار کے لیے جیسے غور سے ملاحظہ فرمائیے۔ اس نے بڑی محبت کی۔

وہ بہت خاطر تواضع سے پیش آیا۔ انکسار سے فرمایا وغیرہ۔

۸۔ محبت کے لیے جیسے بڑے سامان سے آیا۔ میں نے روٹی سامان سے کھائی۔

۹۔ جزو کل یا جنس و نوع کے تعلق کے لیے۔ جیسے وہ ہم میں نہیں ہے۔ اُسے اس گروہ سے

تعلق نہیں۔ یہ حیوانات کی قسم سے ہے۔ یہ شخص خاندان شرفا سے ہے۔

۱۰۔ صفت کے ساتھ۔ اس حالت میں وہ عموماً صفت ہی کے ساتھ آتا ہے۔ جیسے کچھ

سے درست بدن سے ننگا۔ آنکھوں سے اندھا۔ کانوں سے بہرا۔ لپٹ دین سے ہوشیار۔

(۱۱) اسی طرح سے دیگر تعلقات کے اظہار کے لیے آتا ہے جیسے یہ پیرمچھونے سے دھجبا جاتا

لاٹون کا بھوت باتون سے نہیں مانتا۔ آپ کی عنایت سے یہ میں دل لگی سے نہیں کہتا۔

کام سے کام رکھو۔

حالت مفعولی میں یہ ذکر ہر چکا ہے کہ بعض مصادر کے ساتھ سے کو کے مضمون میں آتا ہے

اور اس لیے انھیں حالت مفعولی ہی میں سمجھنا چاہیے۔ انہیں سے ایک فعل کتنا ہے۔ اسکے ساتھ

سے اور کو دونوں آتے ہیں۔ لہذا اس استعمال میں فرق بتا دینا ضروری ہے۔ کتنا جب

کسی سے خطاب کرنے کے مضمون میں آتا ہے تو اسکے ساتھ ہمیشہ سے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے

میں نے اس سے کہا۔ مجھ سے کہو۔ میں کس سے کہوں؟ لیکن باقی تمام صورتوں یعنی کسی کی

نسبت کچھ کہنے یا اسے قائم کرنے یا نام تجویز کرنے وغیرہ میں گوتا ہے۔ جیسے یہ کیا بات ہے کہ اُسے (اُسکو) تو سب اچھا کہتے ہیں مگر تمہیں (تم کو) سب بُرا۔ اس جالوز کو کیا کہتے ہیں؟

مدعی صاف کھڑے مچلو بُرا کہتے ہیں

چپکے تم سُنتے ہو بیٹھے اسے کیا کہتے ہیں

مثلاً ”تم سے کوئی کیا کہے“ اور ”تم کو کوئی کیا کہے“ ”اب میں تم سے کیا کہوں“ اور ”اب میں تم کو کیا کہوں“ میں بھی فرق ہے۔ تم سے کہنے کے یہ معنی ہیں کہ جو بات کسی معاملہ کی بخا سے رو بردگی جائے۔ اور تم کو کیا کہیں کے یہ معنی ہیں کہ تم خود ہوشیار لائق ہو، تمہیں کوئی کیا مشورہ دے۔ یا یہ کہ تم نے جو کام کیا کیا ہے اس کے دیکھتے تمہیں کیا کہا جائے۔ احق یا عقل مندر۔

اسی قسم کی اور مثالیں ہیں جیسے اُس کو سب احق کہتے ہیں لیکن درحقیقت وہ احق نہیں۔ مچلو آپ جو چاہے کیسے مگر اُسے کچھ نہ کیسے (یعنی میری نسبت یا اسکی نسبت)۔ مجھ سے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ دونوں درست ہیں۔ کیونکہ یہاں معنائ دو شقیں جمع ہو گئی ہیں۔

اسی طرح سے بعض اور افعال ہیں جن کے ساتھ سے کو کے معنوں میں آتا ہے جیسے وہ مجھ سے لڑ پڑا۔ بن اُس سے ملا۔ اس نے احمد سے وعدہ کیا۔ وہ کس سے باتیں کر رہا ہے۔

۱۲۔ بعض اوقات سے بعض حروف ظرت میں یا پر سے مل کر آتا ہے۔ جیسے گھر میں سے بولا۔ چھت پر سے اتر ا۔

حالت ظرفی

حالت ظرفی کا اظہار عموماً مین اور پَر سے ہوتا ہے۔

۱۔ مین بلحاظ اصل کے اوریون بھی عام طور پر مکان کے اظہار کے لیے آتا ہے۔ جیسے دنیا جہان مین۔ شہر مین۔ گھر مین وغیرہ

اسی طرح قد مون مین گر پڑا۔ دل مین آیا۔

محاورے مین جیسے کان مین تیل ڈلے بیٹھے ہن۔ اس کام مین میرا دل نہیں لگتا۔ وہ ہوش مین آیا۔

۲۔ زمانہ کے لیے (یعنی وہ وقت جس مین کوئی کام واقع ہو) جیسے یہ کام کتنے دن مین ہو جائے گا۔ وہ ایک مہینے مین واپس آجائے گا۔

۳۔ مقابلہ کے لیے مین اس سے کس چیز مین کم ہوں، لیاقت مین، عزت مین، مال دولت مین۔ ان دونوں مین کون بہتر ہے۔ مجھ مین اسمین زمین آسمان کا فرق ہے۔ مجھ سے عمر مین بڑا ہے۔ لاکھ مین ایک ہے۔

۴۔ ذریعہ کے اظہار کے لیے۔ جیسے ایک ہری ہاتھ مین کام تمام کر دیا۔ دوہری باتوں مین پر چالیا۔ چند ہی کشتوں مین حقہ جلا دیا۔

۵۔ مقرر وقت جیسے وہ دن رات مطالعہ مین رہتا ہے۔ اُسے فرصت کہاں وہ تو شب و روز تلخ رنگ مین مشغول رہتا ہے۔ اپنے کام مین ہے۔

۶۔ حالت یا کیفیت۔ اسی سوچ مین آنکھ لگ گئی۔ پینک مین ہے۔ نشہ مین ہے۔ وہ اپنے ہوش و حواس مین نہیں۔ وہ نیند مین ہے۔ مصیبت مین ہے۔ کس عذاب مین ہوں۔ مارے

خوشی کے آپے میں نہیں سماتا۔ ہاتھ میں شفا ہے۔ زبان میں اثر ہے۔

۷۔ چسپان یا ملا ہوا ہونا۔ جیسے انگوٹھی میں ہیرا جڑا ہے۔ جواڑ میں موتی لگے ہوئے ہیں۔ ایک تو لے سونے میں ماسد بھرتا ہوا ہے۔

۸۔ جز کا تعلق کل سے۔ خاندان بھر میں یہ ایک ہی لائق شخص ہے۔ ساری کتاب میں ایک صفحہ بھی پڑھنے کے قابل نہیں۔ وہ ہمارے دفتر میں نشی ہیں۔

۹۔ قیمت کے لیے۔ جیسے یہ کتاب کتنے میں پڑی۔

قیمت کے لیے کبھی حالت اضافی استعمال ہوتی اور کبھی مفعولی اور کبھی ظرفی۔ لیکن معنوں میں کسی قدر فرق ہوتا ہے۔ مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ یہ مال کتنے کا ہے۔ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے اصلی قطعی قیمت کیا ہے۔ جب یہ پوچھتے ہیں کہ یہ کتنے کو دو گے؟ یا یہ کتنے کو لیا تو اس کے معنی ہیں کہ وہ قیمت جتنے میں یہ نئے بکتی ہے لیکن جب ہم یہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ سیمپ چار روپیہ میں لیا تو اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ قیمت خرید پر یا اتنے میں پڑا ہے مگر یہ کہ اصلی قیمت یا قیمت فروخت کم و بیش ہو۔

۱۰۔ معاملہ کے متعلق جیسے اس میں بحث کرنا فضول ہے۔ اس میں ہیرا کچھ بس نہیں چلتا۔ اس مقدمے میں مشورہ کرنا چاہیے۔

۱۱۔ وزن کے لیے جیسے تول میں کم ہے۔ سیویں چار پڑھتے ہیں

۱۲۔ درمیان کے معنوں میں۔ جیسے اُن میں صلح ہو گئی۔ ان میں لڑائی ہو گئی۔ بھرے مجمع میں بول اُٹھا۔ پس دانتوں میں ایک زبان ہے۔ سو میں کم دون لاکھ میں کم دون۔ تین میں نہ تیرہ میں۔ ہم بھی ہیں پانچویں سواروں میں۔ سچ اور جھوٹ میں امتیاز کرو۔

۱۳۔ صفت کے ساتھ جیسے باتوں میں تیز کام میں سست

۱۴۔ کبھی حرف ظرف محذوف ہوتا ہے۔ جیسے میں چوتھی کو دئی ہنچا۔ خصوصاً محاورات میں

یا دُن پڑنا۔ کام آنا۔

پر بھی حالت ظرفی کے لیے استعمال ہوتا ہے

۱۔ ہر وئی تعلقات کے لیے۔

۱، وہ گھوڑے پر سوار ہے۔ پھانک پر کھڑا ہے۔ منڈ پر چڑ یا بیٹھی ہے۔ خدا کا دیا سر پہ
نہارس گنگا پر واقع ہے۔

دب، فاصلہ کے لیے۔ یہاں سے کچھ فاصلہ پر ہے۔

۲۔ ٹھیک وقت۔ جیسے عین وقت پر آیا

خصوصاً جب گھوڑوں کے ساتھ منٹ اور سکند بھی ذکر کیے جائیں۔ جیسے پانچ بج کے دس
منٹ پر آیا۔ دس بج کے پندرہ منٹ میں سکند پر پہنچا۔

۳۔ یقین خاطر۔ ہمارے حال پر رحم کرو۔ اس بات پر غور کرو۔ میرا دل اس پر آ گیا۔

۴۔ کسی کے خلاف عمل یا خیال کرنا۔ جیسے دشمن پر حملہ کیا۔ شیراُس پر چھینا۔ وہ مجھ پر غصہ ہوا
اسکے مال پر قبضہ کر لیا۔

۵۔ فضیلت، فوقیت۔ جیسے اسکا بچہ کچھ بس نہیں چلتا اُسے اُسپر ترجیح ہے اُسے اُسپر تقدم ہے۔

۶۔ پابندی (قواعد و رسوم)۔ وہ اپنے طریقہ پر ہے میں اپنے طریقہ پر۔ ان قواعد کی پابندی مجھ پر
لازم نہیں۔ خدا کی اطاعت سب پر واجب ہے۔ وہ اپنے قول و اقرار پر قائم نہیں رہتا۔ ہر چیز اپنی
اصل پر جاتی ہے۔

۷۔ وجہ، سبب۔ جیسے میرے استغفار پر وہ سب حیران تھے۔ اتنی سی بات پر آگ بگولا ہو گیا

۸۔ واسطے اور خاطر کے معنوں میں۔ جیسے ہم پر گیا ہے۔ کام پر گیا ہے۔ وہ نام پر مڑتا ہے۔

۹۔ دنی پر جان دینا ہے۔

۹۔ باوجود یا باوصف کے معنوں میں جیسے اس ہوشیاری پر ایسی غفلت۔ اتنے علم و فضل پر یہ کچھ نہیں۔

۱۰۔ طرف و جانب کی معنوں میں جیسے اسکی بات پر نہ جانا۔ اسپر نہ جانا یہ سب دیکھنے کے ہیں۔

تردائی پہ شیخ ہمارے نہ جاتیو

دامن پنجوڑ دین تو فرشتے وضو کریں

اسپر کوئی خیال نہیں کرنا چاہئے۔

۱۱۔ انحصار۔ جیسے میری زندگی اسی پر ہے۔ ایک مجھی پر کیا سب کا یہی حال ہے۔ میرا

جاننا اُنپر موقوف ہے۔

حالت ندائیہ

حالت ندائیہ پکارنے یا بلانے کے لیے استعمال ہوتی ہے خواہ اسکے ساتھ حروف

فجائیہ ہوں یا نہ ہوں۔ یہ عموماً جملہ اول میں ہوتی ہے اور جملے کے دوسرے الفاظ سے اسے تعلق نہیں ہوتا

حالت ندائیہ اکثر الفاظ فجائیہ کے ساتھ آتی ہے۔ لے دوست!۔ اوڑکے! او بی رحم! وغیرہ

مگر بعض اوقات حروف ندائیں بھی آتے جیسے صاحبو! لوگو! بیٹا! قبلہ وغیرہ۔

بھیا اور بھینا کے الفاظ اکثر حالت ندائیہ ہی میں استعمال ہوتے ہیں شعرا اپنی نظموں میں اور

خصوصاً مقطع میں اپنا تخلص لاتے ہیں جو اکثر حالت ندائیہ میں ہوتا ہے۔

ہوت دور سے بلانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

ارے۔ اے حقارت کے لیے اور ادنیٰ لوگوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مگر ان کا استعمال

نصیح خیال نہیں کیا جاتا۔

رے اللہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے تو اسکے معنی تعجب کے ہوتے ہیں صبر اللہ رے تنہا

بے تکلفی میں اسے میان کے ساتھ آتا ہے جیسے اسے میان - یا اضطراب میں لوگوں کے ساتھ - جیسے اسے لوگوں یہ کیا غضب ہوا -

صفت

صفات کی ساخت اور تغیر و تبدل کے متعلق پہلے حصے میں کافی طور سے بیان ہو چکا ہے لہذا بیان اس کا بیان غیر ضروری ہے -

۱ - صفت جب کبھی اسم کی کیفیت یا حالت بیان کرتی ہے تو اسکی دو صورتیں ہوتی ہیں -

(۱) توصیفی اور (۲) خبریہ

توصیفی جیسے خوبصورت جوان - نازک کلائی - نیلا آسمان وغیرہ

خبریہ جیسے وہ گھوڑا خوبصورت ہے - یہ پانی تو گرم ہے - میں نے اُسے بہت ہوشیار پایا وغیرہ

۲ - اردو میں صفات اکثر اسما کی طرح استعمال ہوتی ہیں اور جس طرح اسما کی آخری علامت

میں تبدیلی واقع ہوتی ہے ان میں بھی ہوتی ہے - جیسے

تم کیا اچھے اچھے مارے پھرتے ہیں اور کوئی نہیں پوچھتا -

چاہیے اچھوں کو جتنا چاہیے

وہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیے

برون کی صحبت سے بچو - بے حیا کی بلا دور - یہاں سب طرح کے لوگ موجود ہیں اچھے سے

اچھا اور بُرے سے بُرا - عقلمندوں کی صحبت میں بیٹھو جاہلون سے احتراز کرو - برون کا ادب

کرو اور چھوٹوں پر شفقت -

۳ - کبھی کبھی بعض اسم بھی صفت کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں جیسے

آگے جانا نہیں ہے اب بولا

ہو گئی ہے زبان بھی اولاً

بیان اولے کے معنی ٹھنڈے کے ہیں۔ یا مثلاً یون کسین اسکے ہاتھ پاؤں برف ہو رہے ہیں۔
اُسے اس زور کا بخار چڑھا کہ سارا جسم آگ تھا۔

یا مثلاً خفا ہو کر کہیں تم بڑے اتو ہو یا بڑے گدھے ہو۔ بیان اتو اور گدھے کے معنی
بیوقوف اور احمق کے ہیں۔ یا وہ تو زرا بیل ہے۔

۴۔ صفات بعض اوقات تمیز فعل کا کام دیتی ہیں جیسے یہ بہت سخت ہے۔ بڑا بیوقوف
ہے۔ وہ خوب بولتا ہے۔

۵۔ بعض اوقات تکرار صفت سے صفت میں ترقی ہو جاتی ہے۔ جیسے دور دور کے لوگ۔
مشہور مشہور شخص۔ میٹھے میٹھے پھل۔ اونچے اونچے مکان۔ گرم گرم چائے۔ مگر خاص خاص
حالتوں میں اسکے خلاف کمی ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً دال میں کچھ کالا کالا نظر آتا ہے دینے
کوئی چیز جو کالی سی ہے، یہ سالن میٹھا میٹھا معلوم ہوتا ہے دینے کسی قدر میٹھا، لیکن اس
آخری صورت میں صفت تمیز فعل کا کام دیتی ہے۔

جب اس میں اور ترقی یا مبالغہ مقصود ہوتا ہے تو دونوں کے درمیان سے
بڑھا دیتے ہیں۔ جیسے بڑے سے بڑا کام۔ اونچے سے اونچا پہاڑ۔ بھاری سے بھاری بوجھ
اچھے سے اچھا کام۔ وغیرہ

۶۔ سا جو تشبیہ اور صفت کی کمی بیشی کے لیے آتا ہے اسکا مفصل ذکر حصہ صرف میں ہو چکا ہے۔
۷۔ ہر حرف تخصیص ہے اور ہمیشہ واحد کے ساتھ استعمال ہوتا ہے لیکن ایک اور کوئی کے
ساتھ مرکب ہو کر بھی آتا ہے جیسے ہر ایک آدمی کا یہ کام نہیں ہے۔ ہر کوئی اسے کرے یہ دشوار ہے۔

۸۔ چہر اگرچہ صفت ہے لیکن کبھی تنہا استعمال نہیں ہوتا۔ بلکہ کسی نہ کسی اسم کے بعد مل کر آتا ہے۔
 دیکھنے سے ہے اور اسکے معنی پورے یا تمام کے ہیں، اسماء مقدار وغیرہ کے ساتھ جیسے چلو بھر،
 مستحق بھر، پاؤ بھر، گز بھر، ہاتھ بھر۔

اسماء مسافت کے ساتھ جیسے کوس بھر۔

اسماء زمان کے ساتھ جیسے عمر بھر، دن بھر، سال بھر
 اسکے علاوہ مفرد بھر بھی استعمال ہے۔

بعض اوقات بھر ہر س یا بھر نیہ سونا یا بھر نظر دیکھنا بھی بول جاتے ہیں در نہ یہ لفظ
 ہمیشہ اسم کے بعد آتا ہے۔

صفات عددی

۱۔ کبھی ایک کسی کے معنوں میں آتا ہے۔ جیسے ایک دن ایسا واقع ہوا۔ ایک شخص نے
 مجھے یہ کہا۔ ایکٹ بھی مرا ساتھ نہ دیا۔ ان فقرن میں ایک شمار کے لیے نہیں آیا بلکہ اسکے معنی
 کسی دن اور کسی شخص کے ہیں۔

اسی طرح ایک معین اعداد کے ساتھ اگر غیر معین کے معنی دیتا ہے۔ جیسے میں ایک
 آدمی بیٹھے تھے یعنی تخمیناً ہیں۔ اس کا ذکر صرف میں ہو چکا ہے۔

جب بتکرار آتا ہے تو اسکے معنی فرداً فرداً کے ہوتے ہیں۔ جیسے ایک ایک آدم۔ ایک
 ایک دو۔ ہر ایک کے معنوں میں۔ جیسے اس نے آپ کا پیغام ایک ایک کو پہنچا دیا۔
 قریب قریب انہیں معنوں میں ایک ایک کر کے بھی استعمال ہوتا ہے۔

لیکن جب پہلا ایک فاعلی حالت میں ہوتا ہے اور دوسرا مفعولی اضافی حالت میں
 تو وہ ان باہم یا ایک دوسرے کے معنی ہوتے ہیں۔ جیسے ایک ایک سے لڑ رہا تھا۔ ایک

ایک سے جُٹ گیا۔ ایک ایک کے خون کا پیا سا ہو رہا تھا۔ ایک ایک کا دشمن ہے۔

ایک ہر فرقہ میں الگ الگ انھیں معنوں میں آتا ہے۔ جیسے ایک کو سائی ایک کو بدستائی۔

ایک سب آگ، ایک سب پانی۔ دیدہ و دل عذاب ہیں دونوں۔

اور اکثر ایک کے جواب میں دوسرا یا اسپر آتا ہے جیسے ایک تو بیوقوف دوسرے مفلس۔

ایک تو مین غم زدہ اسپر آپ کی غفلت غضب ہے۔

کبھی تین کلام کے لیے آتا ہے۔ جیسے ایک مٹھا راہی فکر کیا کم ہے۔ ایک درد سادل میں

رہتا ہے۔ یہ صدا جبکہ کان میں آئی۔ جان اک میری جان میں آئی۔

کبھی کل یا سارے کے معنوں میں آتا ہے جیسے ایک زمانہ یہی کہتا ہے۔ ایک عالم ہیں

یہی چرچا ہے

کبھی یکساں کے معنی دیتا ہے جیسے وہ بھائی بن ایک ہیں۔

ایک ہے تیری نگہ میری آہ کین ایسوں سے رہا جاتا ہے (دلغہ)

کبھی مبالغہ کے لیے جیسے وہ ایک چٹھا ہوا ہے۔

کبھی بے نظیر کے معنوں میں جیسے سارے خاندان میں ایک ہے اپنے رنگ میں ایک ہے۔

کبھی اکیلے اور تنہا کے معنوں میں جیسے کیا تمہارے ستانے کو ایک میں ہی رہ گیا ہوں۔

کبھی ذرا یا ادنیٰ کے معنوں میں آتا ہے جیسے

ایک کھیل ہے اور نگہ سلیمان مرے نزدیک

ایک بات ہے اعجازِ سیما مرے آگے

ایک نہ ایک محاورے میں کوئی نہ کوئی کے معنوں میں آتا ہے جیسے آئے دن ایک ایک

فکر لگا رہتا ہے۔ جب کبھی میں وہاں جاتا ہوں وہ ایک نہ ایک فراموش ضرور کر دیتے ہیں۔

۲۔ صرف میں بیان ہو چکا ہے کہ کلیت کے اظہار کے لیے اعداد معین کے آگے ون بڑھا دیتے ہیں۔ جیسے آٹھون پہر وہین بیٹھا رہتا ہے۔ دونوں جہان میں بھلا ہوگا۔ اور جب زور زور دینا مقصود ہوتا ہے تو عدد صرف اضافت کے ساتھ یہ تکرار استعمال ہوتا ہے۔ جیسے آٹھون کے آٹھون آگئے۔ دسون کے دسون دید ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس آخری صورت میں عدد کے ساتھ ہمیشہ محذوف ہوتا ہے۔

۳۔ جو اسماء و ضمیر پیسے، ناپ، فاصلے، سمت وغیرہ بتاتے ہیں وہ اعداد جمع کے ساتھ بھی واحد ہی استعمال ہوتے ہیں جیسے

ایک ہزار روپے میں خریدا۔ اسکی قیمت سو اترتی ہے۔ میرا سپر کئی ہزار روپیہ آتا ہے۔ وہ تین مہینے سے غیر حاضر ہے۔ وہ چار ہفتے میں آجائے گا۔ وہ ساٹھ برس کا ہے۔ اسپر چاروں طرف سے حملہ ہوا۔ دونوں جانب سے لوگ آئے۔ میرے پاس کئی قسم کی کتابیں ہیں۔ اس کا کھیت چار بیگھے کا ہے۔

اسی طرح نفر، راس، زنجیر، قطار، وغیرہ جو فارسی میں تعداد کے لیے استعمال ہوتے ہیں اور اردو میں بھی استعمال ہوتے ہیں وہ بھی جمع کی حالت میں واحد آتے ہیں۔ جیسے چار راس گھوڑے دس زنجیر ہاتھی۔ پچاس قطار اونٹ۔ دس نفر مزدور۔ مگر دائہ اور جلد کی لفظ اردو ترکیب میں بطور جمع کے استعمال ہوتی ہے جیسے پچاس جلدیں کتابوں کی۔ چار دانے سیب کے۔

۴۔ دسون، بیسون، سیکڑون، ہزارون، لاکھون، کروڑون اور صد ہا، ہزار ہا۔ جب اسماء کے ساتھ اگر تعداد غیر معین کے معنی دیتے ہیں تو جمع کی حالت میں فعل واحد اور جمع دونوں طرح آتا ہے۔ جیسے ہزار ہا آدمی مارا گیا (آدمی مارے گئے) قحط میں سیکڑون آدمی بھوکا مر گیا (سیکڑون جانور مر گئے)۔ ہاتھ ماشائی موجود تھا (موجود تھے)

تعداد معین کے ساتھ بھی۔ یہ استعمال جائز رکھا گیا ہے۔ موصوف کو جمع اور واحد دونوں طرح استعمال کر سکتے ہیں۔ جیسے دس ہزار گورا پڑا ہے۔ پانچ ہزار سوار اتر ا ہوا ہے۔ پندرہ ہزار پھیل گیت رہا۔ پانسوا آدمی کھڑا ہے۔ ایک ہزار کرسی پڑی ہے (لیکن یہ استعمال صرف فاعلی حالت میں درست ہے)

ضمائر

اضمیر میں تعداد میں اس اسم سے مطابقت ہوتی ہے جسکے لیے وہ استعمال کی گئی ہے۔ جیسے میں نے کریم کو ہرچہ سمجھایا مگر وہ نہ سمجھا۔ وہ شخص جو کل آپ سے ملا تھا چلا گیا۔

لیکن تعظیم کے موقع پر اگرچہ اسم واحد ہوتا ہے لیکن ضمیر کے اسکے بجائے استعمال ہوتی ہے جمع آتی ہے جیسے آپ کے بلانے پر مولوی صاحب آئے تو سہی مگر انھوں نے اس مسئلہ سے متعلق کچھ نہ فرمایا۔ وہ صاحب جمع میں آپ نے بلایا تھا تشریف لائے ہیں۔

۲۔ جب ضمائر شخصی فعل کی فاعل ہوتی ہیں تو عموماً محذوف ہوتی ہیں۔ جیسے کل آؤں گا۔ یہاں میں محذوف ہے۔ امر کے ساتھ خصوصاً ضمیر فاعلی ظاہر نہیں کی جاتی۔ جیسے فوراً چلے جاؤ۔

۳۔ جب دو یا دو سے زائد ضمائر ایک ہی فعل کے فاعل ہوں۔ تو انکے استعمال کی صورت یہ ہوگی اگر ضمیر متکلم اور ضمیر مخاطب ہیں تو ضمیر متکلم جمع آئے گی۔ جیسے آؤ ہم بھی چلیں (اس میں مخاطب بھی شریک ہے یعنی میں اور تم) آؤ ہم تم مل کر کام کریں۔ لیکن جب ضمیر مخاطب اور ضمیر غائب ہو تو ضمیر مخاطب جمع ہوگی۔ کیونکہ ضمیر مخاطب عموماً یوں بھی جمع ہی استعمال ہوتی ہے۔

لیکن علاوہ حالت فاعلی کے دوسری حالتوں میں اسکی پابندی لازم نہیں ہے۔ کیونکہ جیسے مجھ میں تم میں بہت فرق ہے۔ میری تمھاری حالت ایک ہی نہیں ہے۔

اردو میں عموماً ضمیر متکلم اول اسکے بعد ضمیر مخاطب اور اسکے بعد ضمیر غائب استعمال ہوتی ہے۔

۴۔ جب ایک ہی جملے میں ایک مفعول شے دوسرا مفعول شخصی ہو یعنی قریب و بعید اور دونوں ضمیر میں ہوں تو کو مفعول شخصی کے ساتھ آئے گا جیسے وہ تو میں احمد کو دون گا۔

۵۔ ضمیر شخصی کے ساتھ سب کوئی صفت آتی ہے تو اسکی صورت تو مفعولی ہوتی ہے لیکن فاعلی مفعولی اور اضافی و انتقالی حالتوں میں برابر استعمال ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں علامات فاعل و مفعول و اضافی و انتقالی حالتوں میں برابر استعمال ہوتی ہے۔ اور ایسی صورت میں علامات فاعل و مفعول و اضافی و انتقالی صفت کے بعد آتی ہیں جیسے مجھے کم نجات نے کہا تھا۔ مجھ خاکسار کو یہ درپیش آیا۔ مجھ عاجز سے یہ خطا ہوئی۔ تجھ بد نجات کی یہ حالت ہے یہ عموماً تجھ اور مجھ ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔

۶۔ اسی طرح جب ضمیر شخصی کے بعد جی (جمع ہن) آتا ہے تو علامات فاعل و مفعول و اضافی و انتقالی اسی کے بعد آتی ہیں۔ جیسے مجھی سے مانگا تھا۔ ہمیں نے دیا تھا۔ اسی کا ہے۔ میں نے ہی کہا تھا۔ البتہ علامت فاعل بستہ ہے۔ وہ دونوں طرح استعمال ہوتی ہے۔ خاصکر واحد تکلم میں ضمیر کے متصل آیا ہے۔ بعض ضمائر شخصی و دیگر ضمائر کے ساتھ پاس کا استعمال بلا اضافت بھی ہوتا ہے جیسے اُس پاس، مجھ پاس، جس پاس، کس پاس۔

جس پاس روزہ کھول کے کھانے کو کچھ نہو روزہ اگر نہ کھائے تو ناچار کیا کرے (غالب)
کون آتا ہے بُرے وقت کسی پاس اے داغ لوگ دیوانہ بناتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
۸۔ آپ بچائے ضمیر مخاطب تعظیماً آتا ہے اور کبھی تعظیم کے خیال سے غائب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جبکا ذکر حصہ صرف میں ہو چکا ہے۔ لیکن آپ مخاطب کے لیے آئے یا غائب کے لیے فعل اسکے لیے ہمیشہ جمع آتا ہے۔ جیسے آپ تشریف لے چلین۔ آپ آئے تھے۔ آپ کب جائیں گے۔

۹۔ اپنا ضمیر کے موقع پر جس طرح استعمال ہوتا ہے اسکا ذکر صرف میں ہو چکا ہے۔ علاوہ

اسکے وہ بلا تعلق مرجع اور بھی کسی طرح استعمال ہوتا ہے۔

(۱) بعض وقت ضمیر شکم کے منون میں آتا ہے۔ جیسے اپنا الو کہیں نہیں گیا۔

غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ آپ بے ہرہ ہے جو معتقد میر نہیں

ناصحون سے کلام کون کرے اپنی ایسوں سے گفتگو ہی نہیں (داغ)

(ب) بعض اوقات صفت کے معنی دیتا ہے۔ جیسے اپنی گرہ سے دینا۔ اپنی نیند سونا اور

اپنی بھوک کھانا۔

(ج) جب مکرر آتا ہے تو اسکے معنی ہوتے ہیں ہر ایک کا الگ الگ۔ جیسے اپنا اپنا

کھانا اپنا اپنا کھانا۔ اپنا اپنا کام کرو۔ اپنے اپنے گھر جاؤ وہ سب چھوڑ گئے اور اپنا اپنا کام کرنے لگے۔

(د) کبھی بطور اسم استعمال ہوتا ہے۔ جیسے اپنا اپنا ہے پر یا پرایا۔ مجھے اپنا پر یا سب ایک ہے

جب وہ اپنوں سے یہ سلوک کرتا ہے تو غیروں سے کیا کچھ نہ آئے گا دیوان اپنے کے معنی عزیز اور رشتہ دار

ہیں اور ان منون میں یہ لفظ ہمیشہ جمع میں استعمال ہوتا ہے) اسی سے اپنایت اسم کیفیت ہے

جسکے معنی یگانگت کے ہیں۔

(۴) کبھی خصوصیت کے لیے جیسے اپنی گلی بن کتا بھی شیراز۔ دوسرے کاموں سے فرصت ملے تو

اپنا کام بھی کروں۔

(۵) اس محاورے میں کہ ”ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہے“ اسم محذوف ہے۔ اسی طرح ان محاوروں

میں اپنی گانا۔ اپنی کتا اُسے اپنی پڑی ہے۔ جب دیکھو وہ اپنی ہی گاتا ہے۔ اسم محذوف ہے اور

اس لیے بجائے اسم سمجھا جائے گا۔

(۶) کبھی آپ بھی اپنے یا اپنی کے بجائے آتا ہے جیسے آپ بیتی۔ آپ کلج سہا کاج

(ح) آپ سے آپ لپ لپ ہی لپ لپ آپ سے خود بخود کے منون میں آتے ہیں ۵

تج تو اوجھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپسے دل کو قاتل کے بڑھانا کوئی ہم نہ سیکھ جائے۔
 (ط) کبھی آپ کے بجائے آپسے کا لفظ بھی محاورے میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے آپسے
 سے باہر ہو جانا۔ آپسے میں آنا۔

۱۰۔ بعض اوقات ہم تم اور آپ کے ساتھ دوسرے اسم جمع مثل لوگ صاحب اور حضرات
 کے استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے ہم لوگ، تم لوگ آپ صاحب آپ حضرات وغیرہ

۱۱۔ جی حرن تخصیص ہے جب وہ ہم تم اور وہ کے ساتھ آتا ہے تو انکی صورت وہی ہمیں
 تھیں ہو جاتی ہے۔ جیسے وہی آئے گا تو دونوں کا۔ یہ غلطی ہمیں سے ہوئی۔ یہ تمہیں تو تھے۔

۱۲۔ ضمیر کبھی اسم سے پہلے بھی آ جاتی ہے مگر یہ اکثر نظم میں ہوتا ہے۔

۱۳۔ یہ بیان ہو چکا ہے کہ یہ ضمیر اشارہ قریب کے لیے اور وہ بعید کے لیے۔ لیکن بعض اوقات یہ
 کا اشارہ پورے جملے کی طرف ہوتا ہے جو اسکے بعد آتا ہے جیسے

یہ میں نے مانا کہ آج خنجر مرا گلو بھی نہیں رہے گا

کر میں ظالم کے اوستم گر! ہمیشہ تو بھی نہیں رہے گا

۱۴۔ یہ یاد رکھیے ایسا کہ معنوں میں ربط و صفت کے آتا ہے جیسے روشنی کا یہ عالم تھا
 کہ اسکے سامنے چاندنی گرو تھی۔

۱۵۔ حروف ربط کے اثر سے یہ اس سے اور وہ اس سے بدل جاتا ہے۔ جیسے اس
 میں۔ اس پر وغیرہ۔

علاوہ حروف ربط کے پاس۔ جگہ۔ گھر۔ طرف۔ سمت۔ جانب۔ رات۔ دن۔ مہینہ۔ سال
 گھڑی۔ طرح۔ قدر وغیرہ کے ساتھ آنے سے بھی یہی تبدیلی ہو جاتی ہے۔

۱۶۔ جمع میں یہ ان اور وہ ان ہو جاتا ہے۔

۱۷۔ جی کے آنے سے یہ جی وہ جی ان انھیں اور ان انھیں ہو جاتا ہے۔

۱۸۔ کبھی یوں بھی ضمیر اشارہ (قریب) کے لیے مستقل ہوتا ہے۔ جیسے

میندی ملنے کے بہانے ہن عبث۔ یوں کہیے
(داغ) آج اغیار سے پیمان کیے بیٹھے ہن

۱۹۔ ضمائر استفہامیہ دو ہن۔ کیا اشیاء کے لیے اور کون اشخاص کے لیے۔ ان کا مفصل ذکر صرف میں آچکا ہے۔

کیا حالت فاعلی اور مفعولی میں یکساں طور سے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً انھیں کیا چاہیے
تم کیا کر رہے ہو۔ لیکن کیا جب تعجب اور حیرت کے لیے آتا ہے تو اشخاص کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے
جیسے وہ بھی کیا آدمی ہے۔ کیا بیوقوف ہے۔ لیکن ان موصوفوں یا نژدہ صفت کا کام دیتا ہے یا
تیز صفت کا

۲۰۔ استفہام کی مختلف قسمیں ہن اور وہ مختلف معنوں کا اظہار کرتا ہے۔ مثلاً

(۱) محض استفہام کے لیے۔ جیسے یہ کون ہے؟ یہ کیا ہے؟ اسے استنبہاری بھی کہتے

ہن۔ جیسے اس شعر کے دوسرے مصرع میں

دل نادان تجھے ہوا کیا ہے آخر اس درد کی دوا کیا ہے

(ب) اقراری جیسے یہ تمھارا قصور نہیں تو اور کس کا ہے؟ (یعنی تمھارا ہی ہے) یہ حماقت

نہیں تو اور کیا ہے؟

(ج) انکاری جیسے

گر کیا ناصح نے ہم کو قید اچھا یوں سی جیون عشق کے انداز چھٹ جائیگے کیا (غالب)

کیا یہ انداز چھٹ جائیگے؟ یعنی نہیں چھٹیں گے

یا اس شعر کے دوسرے مصرع میں

دوست غمخواری میں ہیری سہی فرمایا کیا زخم کے بھرنے ملک ناسخ بڑھ جائیگا کیا؟
 دد، تجاہل میں جان بوجھ کر پوچھنا جیسے کسی کو لگتے ہوے دیکھ کر پوچھنا کہ کیا کر رہے ہو؟
 پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے کوئی بتلاؤ کہ ہم مبتلا ہیں کیا؟
 یا شاعر مدوح کے متعلق تجاہل سے سوال پر سوال کرتا ہے حالانکہ خوب جانتا ہے کہ وہ کون ہے۔
 کون ہے جسکے در پہ ناصیہ سا ہیں مہ و مسد و زہرہ دہرام
 (اور پھر خود ہی اسکا جواب دیتا ہے)

تو نہیں جانتا تو مجھے سن نام شاہنشہ بلند مقام
 قبلہ چشم و دل بہادر شاہ منظر ذوالجلال والا کرام
 یا اسی طرح ایک مقرر زور دینے کے لیے سوال پر سوال کرتا ہے حالانکہ خود بھی جانتا ہے اور دوسرے بھی
 جانتے ہیں۔

(۸) زجر و ملامت کے لیے جیسے اس شعر کے پہلے مصرع میں
 دل نادان تجھے ہوا کیا ہے؟ آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟
 یا ہم بگڑ کر کسی سے کہیں کیا کرتے ہو؟
 (۹) تحقیر تو ہیں کے لیے جیسے
 ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے؟
 (۱۰) حیرت و استعجاب کے لیے جیسے ہیں ! یہ کیا ہوا !
 جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود پھر یہ ہنگامہ اسے خدا کیا ہے؟
 (۱۱) انکسار کے لیے جیسے ہم کیا ہیں کوئی کام جو ہم سے ہوگا؟

(ط) نفی کے لیے جیسے میں کیا جانوں ؟

(ی) استغنا کے لیے جیسے میں اسے لے کر کیا کروں گا ؟

۲۱۔ اسکے علاوہ کیا بطور حال و صفت بھی آتا ہے۔ جس کا ذکر دوسرے موقع پر کیا جائے گا۔

۲۲۔ کیا کیا بہ تکرار بھی آتا ہے۔ جس کے معنی کثرت کے ہوتے ہیں۔ جیسے کیا کیا کمون ؟

کیا کیا لکھوں ؟ کیا کیا سنوں ؟

۲۳۔ کون اور کون سا کا فرق پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کونسا ہمیشہ ایسی جگہ استعمال ہوتا ہے

جہاں کوئی میں سے ایک مقصود ہو۔ مثلاً کوئی کتا بین ہون اور پوچھیں کوئی چاہیے۔

۲۴۔ کون اور کیا بعض اوقات تنکیر می معنون میں آتے ہیں۔ جیسے مجھے معلوم نہیں کہ کون آیا

اور کون گیا بیان استغنامی معنی نہیں ہیں۔ اسی طرح کچھ معلوم نہیں اس نے مجھے کیا کہا تھا۔ میں

کیونکر وعدہ کروں خدا جانے وہ کیا مانگ بیٹھے۔ اسے معلوم نہ تھا کہ اس مکان میں کون رہتا

۲۵۔ ضمائر تنکیر می کچھ اور کوئی ہیں انکا معمولی استعمال اور فرق کا بیان صرف میں ہو چکا

۲۶۔ کوئی بطور ضمیر ہمیشہ جان داروں کے لیے استعمال ہوتا ہے اور واحد کے لیے آتا ہے۔

جمع میں نہیں آتا۔

۲۷۔ ایک ہی جملے کے دو حصوں میں کوئی اور کچھ الگ الگ بطور جواب کے استعمال ہوتے

ہیں۔ کرے کوئی پھرے کوئی۔ کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ۔ کوئی مرے کوئی ہمارا گائے۔ کچھ

ہم سمجھے کچھ تم سمجھے۔ ایسے جملوں میں کوئی اور کچھ کے معنی ایک جگہ ایک اور دوسری جگہ

دوسرے کے ہیں۔

۲۸۔ کوئی اور کچھ تکرار کے ساتھ قلت کے معنوں میں آتے ہیں۔ جیسے

کوئی کوئی اب بھی مل جاتا ہے۔ کچھ کچھ باقی ہے۔

۲۹۔ کوئی نہ کوئی اور کچھ نہ کچھ بھی قلت کے معنوں میں آتے ہیں اور اس میں زیادہ زور ہوتا ہے۔ کوئی نہ کوئی اب بھی نظر آ جاتا ہے۔ اچھون کی صحت میں کچھ نہ کچھ ضرر حاصل ہوتا

۳۰۔ کوئی کا استعمال استفہام کے ساتھ روزمرہ میں بڑے لطف سے ہوتا ہے جیسے

عمر و روزہ پیش روزہ نہیں ہے تو بدین چھوڑتا ہوں کوئی غم جاودان تجھے؟ (دماغ) کاوش غم دور ہو میرے دل ویران سے کیا بدخار جاتے ہیں کوئی صحر کا دامن چھوڑ کر؟

۳۱۔ کچھ کا کچھ اور کچھ سے کچھ ایسے موقع پر بولتے ہیں جہاں ایک حالت سے دوسری حالت ہو جائے۔ اور تغیر یا انقلاب پیدا ہو جائے۔ جیسے کچھ کا کچھ ہو گیا یا کچھ سے کچھ ہو گیا۔

لیکن بعض اوقات کچھ کا کچھ اصل کے خلاف معنوں میں بھی آتا ہے جیسے کچھ کا کچھ کہہ دیا یا کچھ کا کچھ سمجھا دیا۔ بیان بھی وہی معنی تغیر کے ہیں۔ یعنی اصل کے خلاف یا اسے بدل کر کچھ کو کہنا

۳۲۔ کوئی کے بعد بعض اوقات سا بھی استعمال کیا جاتا ہے جب کئی میں سے ایک مقصود ہو۔

بیجان سکے لیے بھی آتا ہے۔

۳۳۔ بعض اوقات کچھ جیسا اور جو ضمایر موصولہ کے ساتھ مل کر بھی آتا ہے اور اس میں زیادہ تر تنکیر پائی جاتی ہے جیسے جیسا کچھ ہو سکا دیکھا جائے گا۔ اور جو کچھ کہو گے کروں گا۔

۳۴۔ اسی طرح کوئی کے ساتھ کیسا مل کر تنکیری معنوں میں اور زور پیدا کر دیتا ہے۔ جیسے کوئی کیسا ہی ہو۔ نفی میں اور زور اور تاکید ہوتی ہے۔ جیسے کوئی کیسا ہی کیوں نہ ہو۔

۳۵۔ جتنا، اتنا، اتنا، ایسا، جیسا، ویسا، کیسا جو الفاظ ضمیری ہیں اور بطور صفت مستعمل ہیں۔ تمیز فعل بھی واقع ہوتے ہیں۔ لہذا ان کا ذکر تمیز فعل میں کیا جائے گا۔

۳۶۔ ضمائر موصولہ استفہامیہ تنکیری، جب یہ تکرار آتے ہیں تو معنی کثرت کے دیتے ہیں

مگر ان معنوں کا اطلاق کل پر فرداً فرداً ہوتا ہے۔ سو اسے ضمائر تنکیری کے جو قلمکے معنی دیتے ہیں۔ جیسے اس نے جو جو کہا میں نے مان لیا۔ جس جس کے پاس گیا اس نے یہی جواب دیا۔ جن جن سے تعلق تھا۔ کون کون آئے ہیں؟ کس کس سے کمون؟ کس کس کے پاس جاؤں؟ کیا کیا کہا؟ کوئی کوئی اب بھی ہے۔ کچھ کچھ اب بھی نظر آ جاتے ہیں۔

۳۷۔ ضمائر موصولہ استفہامیہ اور تنکیری جب اسما کے ساتھ آتی ہیں تو صفت کا کام دیتی ہیں جیسے۔ جو شخص آئے فوراً میرے پاس بھیج دو۔ جس شخص کو کو بھیج دوں۔ جن لوگوں نے ایسا کہا غلطی کی۔ یہ کون آدمی ہے؟ یہ کس شخص کی ملک ہے؟ کیا چیز چاہیے؟ کوئی آدمی کام کا نہیں تھا۔ کچھ لوگ وہاں بیٹھے تھے۔

ہون (جونسی ہونے) اور کونسا (کونسی کونے) بھی بطور صفت استعمال ہوتے ہیں جونسی کتاب کہو دلوادون۔ کونے کام پر جا رہے ہو۔ آج کونسی تاریخ ہے۔ ضمائر شخصی کبھی صفات نہیں ہوتیں۔ البتہ وہ کے ساتھ جب ہی آتا ہے تو وہ صفت کا کام دیتا ہے جیسے یہ وہی شخص ہے۔

کوئی نہ کوئی اور کچھ نہ کچھ بھی کبھی کبھی بطور صفت استعمال ہوتے ہیں جیسے کچھ نہ کچھ کام ضرور کرتے رہا کرو۔ روز کوئی نہ کوئی مہمان آ جاتا ہے۔

فصل

مصدر کے استعمال مختلف ہیں۔ جن کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

۱۔ اکثر لیو اسم کے۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔

۲۔ فاعل۔ جیسے کھیلنا ناگوار نہیں گزرتا پڑھنا ناگوار ہوتا ہے۔

(ب) مفعول جیسے وہ کھیلنا پسند کرتا ہے۔

(ج) ضرورت اور مجبوری کے معنوں میں جیسے ہم سب کو ایک روز مرنا ہے۔ انہیں مفعول اور ایسی فاعلی حالت میں پڑنا کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے آخر مجھے وہاں جانا پڑا۔

دل اب صحبت سے کوسوں بھاگتا ہے ہین یاروں سے شرمنا پڑے گا (دعائی)
بعض اوقات اسی طرح مجبوری کے معنوں میں مصدر کے ساتھ ہوگا کا استعمال ہوتا ہے جیسے نہیں جانا ہوگا۔ اُسے کھانا ہوگا۔

کیونکہ اب اُس نگہ ناز سے جینا ہوگا زہر دے اسپہ پہ تاکید کہ پینا ہوگا
(د) حرف اضافت کے ساتھ تثنیٰ کی صورت مستقبل کے معنی دیتا ہے۔ اور اس میں عزم اور یقین پایا جاتا ہے جیسے میں نہیں جاتے گا۔

یہ گا مونث میں کی اور جمع میں کے ہو جاتا ہے۔

(دھ) مفعول بعید کی حالت میں فعل ہونا کے ساتھ ایسے کام کو ظاہر کرتا ہے جو اب فوراً ہونے والا ہے جیسے وہ جانے کو ہے۔ وہ کہنے کو ہے۔

(دو) بعض اوقات ایک فعل کا دوسرے فعل کے ساتھ ایک ہی وقت میں واقع ہونا ظاہر کرتا ہے جیسے اس کا نظر بھر کر دیکھنا تھا کہ وہ غش کھا گئے پڑا۔ اس کا چوکی پر پاؤں دھرنا تھا کہ تختہ نکل گیا۔

(۲) امر کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ اور معمولی امر سے اس میں کسی قدر زور اور تاکید پائی جاتی ہے۔ جیسے دیکھو بھول نہ جانا کل ضرور آنا۔

(۳) مصدر کی تاکید میں بھی آتا ہے۔ اس کے لفظ سے ہوتی ہے جس سے اس کا تعلق ہر جیسے

بات کرنی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی

بات کرنی اور بات کرنا دونوں درست ہیں لیکن اہل لکھنؤ اکثر مذکر ہی لکھنا اور بولنا پسند کرتے ہیں۔

لیکن جب اسم اور مصدر کے درمیان کا واقعہ ہوتا ہے تو مصدر ہمیشہ مذکر ہوگا۔ جیسے خط کا لکھنا۔ ہل کا چلانا۔ غزل کا لکھنا وغیرہ۔

حالیہ

۱۔ حالیہ کی تین قسمیں ہیں ایک تمام دوسری ناتمام تیسری حالیہ معطوفہ تمام وہ جہاں فعل ختم ہو چکا ہے جیسے مرا ہوا جانور۔ ناتمام وہ جہاں فعل ختم نہیں ہوا ہے۔ جیسے روتی ہوئی صورت۔ بتا ہوا پانی۔

۲۔ بلحاظ استعمال کے بھی اسکی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک تو بطور صفت دوسرا بطور خبر۔ صفت کی مثالیں اوپر لکھی گئی ہیں۔ لیکن بعض اوقات ہوا محذوف بھی ہوتا ہے جیسے اُجڑا گاؤں، روتی صورت وغیرہ۔

۳۔ اب ہم دوسری قسم کا ذکر کرتے ہیں جو بطور خبر کے استعمال ہوتی ہے یہ بھی صفت ہے لیکن اسم کے ساتھ نہیں آتی جیسے وہ ہنسنا ہوا آیا۔ مین نے اُسے مرا ہوا پایا۔ چلے مین استعمال کے وقت اسکی صورت مین جو تبدیلیاں آتے ہوئی ہیں اسکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) اگر حالیہ اور فعل کا فاعل ایک ہے تو حالیہ جنس و تعداد مین فاعل کے مطابق ہوتا ہے، خود حالیہ تمام (یعنی آ کے ساتھ) ہو یا ناتمام (یعنی تا کے ساتھ) جیسے وہ دوڑتا ہوا آیا۔ وہ روتی ہوئی آئی۔ تم کو دے ہوے چلے گئے۔ مین شور کرتا ہوا بھاگا۔

ہم گرتے پڑتے مشکل سے یہاں پہنچے۔ دسترخوان بچھا ہوا تھا۔ وہ مرا ہوا پڑا تھا۔

(ب) لیکن اگر حالیہ تمام کا تعلق کسی دوسرے اسم سے ہے (جو اکثر مفعول ہوتا ہے)

تو اس حالت میں حالیہ سے کے ساتھ آئے گا جیسے وہ سر نیچے کیے ہوئے آیا۔ وہ ہاتھ پھیلا کھڑا تھا۔ مکہ سر کپڑے کھڑی تھی۔ ساری رات تڑپتے کٹی۔ وہ کپڑے پہنے باہر نکلا۔ اڑو ہا مٹھ کھوئے پڑا تھا۔ وہ پاؤں پیسارے لیٹا تھا۔

اور اگر فعل متعدی ہے اور اسکے ساتھ مفعول شخصی ہے اور علامت کو موجود ہے تو حالیہ دونوں طرح آسکتا ہے (مگر سے کے ساتھ فصیح ہے) جیسے مین نے وہاں ایک عورت کو بیٹھے ہوئے دیکھا (یا بیٹھا ہوا دیکھا) اس نے حاد کو سوتے ہوئے دیکھا (یا سوتا ہوا) مین اس درس کو قبر سمجھے ہوئے تھا (یا سمجھا ہوا تھا) اور جو کو نہ تو حالیہ فاعل کے مطابق آئے گا۔ جیسے مین نے ایک عورت بیٹھی (ہوئی) دیکھی۔ اس نے دسترخوان بچھا ہوا دیکھا۔

(ج) حالیہ تا نام جب فعل لازم کے ساتھ ہو تو جنس و تعداد میں اپنے فاعل کے مطابق ہوتا جیسے وہ سر دھنتا ہوا آیا۔ وہ باتین بنا تا ہوا آیا۔ وہ کھیلتی ہوئی آئی وغیرہ۔ مگر جب فعل متعدی کے ساتھ ہوتا ہے اور فعل موجود ہے تو بغیر تبدیلی سے کے ساتھ آتا ہے جیسے مین نے اُس عورت کو سر دھنتے ہوئے دیکھا۔ مین نے اُسے کھانا کھاتے ہوئے پایا۔ ہم نے احمد کو باتین کرتے ہوئے سنا۔

(د) اور جب حالیہ دوہرایا جائے، یا اس کا تالوج دوسرا حالیہ اسکے ساتھ آئے تو فعل لازم کی صورت میں آ اور سے دونوں کے ساتھ آسکتا ہے۔ (سے کے ساتھ زیادہ فصیح ہے) مگر فعل متعدی کے ساتھ بغیر تبدیلی صرن سے کے ساتھ آئے گا۔ جیسے وہ ڈرتے ڈرتے یہاں آیا (یا وہ ڈرتا ڈرتا یہاں آیا یا ڈرتی ڈرتی آئی) مین کہتے کہتے بیزار ہو گیا یا ہو گئی۔

دیا میں کہتا کہنا ہزار ہو گیا یا میں کہتی کہتی ہزار ہو گئی (وہ پڑے پڑے بیمار ہو گیا۔ دیا پڑا پڑا بیمار ہو گیا، وہ روتے جھگڑتے یہاں تک پہنچ گیا (یا وہ لڑتا جھگڑتا یہاں تک پہنچ گیا یا وہ لڑتی جھگڑتی یہاں تک پہنچ گئی) وہ بیٹھے بیٹھے بیکار ہو گیا (یا وہ بیٹھا بیٹھا بیکار ہو گیا) اس نے بیٹھے بیٹھے مجھے بدنام کر دیا۔ اس نے لکھتے لکھتے کاغذ پھینک دیا۔

دن گزارے عمر کے انسان ہنستے ہوستے

تکرار حالیہ سے فعل کی کثرت ظاہر ہوتی ہے جیسے پڑے پڑے بیمار ہو گیا۔ یعنی زیادہ تر پڑے رہنے سے۔ کہتے کہتے ہزار ہو گیا۔ یعنی بار بار کہنے سے۔ کبھی تبدیلی کے معنی بھی دیتا ہے۔ جیسے کہ آتی ہے اردو زبان آتے آتے یا جیسے سیکھتے سیکھتے ہی سیکھ گیا۔

کوئی دن طبیعت کو ہو گا قلعہ منہلے منہلے سنہل جائے گی

بعض اوقات اس قسم کا حالیہ بغیر اسم کے آتا ہے۔ جیسے ہنستے ہنستے بیٹھ میں بل پڑ گئے۔ روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔ چلانے چلانے کلا بیٹھ گیا۔ یہاں ہنستے ہنستے اور روتے روتے تمیز فعل میں

(ح) بعض اوقات حالیہ مطلقاً استعمال ہوتا ہے یعنی اصل فعل کا فاعل ایک

اسم ہوتا ہے اور حالیہ کا دوسرا اور گود و لون اسم ایک جملہ میں ہوتے ہیں مگر بحفاظ فعل ایک دوسرے سے تعلق نہیں رکھتے جیسے صبح ہوتے چل دیا۔ رات گھر آیا دن بچتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ دن چڑھے اٹھا۔ اس قسم کے حالیہ مع اپنے اسم کے تمیز فعل یا تعلق فعل ہوتے ہیں

۴۔ بعض اوقات حالیہ بالکل بطور اسم کے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے سوتے کو جگا نا آسا ہے مگر جگتے کو جگا نا مشکل ہے۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بہت ہے۔ اپنے کیے کی سزا پائی۔

میرا کہنا نہ مانا۔ آزمائے ہوئے کو کیا آزمانا۔ وہ بے کے چل دیا۔ اُسے سوتے سے کیوں جگایا۔ وغیرہ وغیرہ۔

۵۔ بعض اوقات حالیہ بطور تہیہ فعل کے استعمال ہونے ہیں جیسے ساری راست جاگتے کٹی۔ وہ سُٹنے ہی چل دیا۔ اس کا ذکر تہیہ فعل میں کیا جائے گا۔

۶۔ اس جگہ حالیہ کے استعمال میں ایک تازہ فرق کا بیان کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ میں نے اُسے تہرتے دیکھا۔ تو اس کے کیا معنی ہیں آیا جس وقت میں تہر رہا تھا میں نے اُسے دیکھا یا میں نے اُس حالت میں دیکھا جب وہ تہر رہا تھا۔ عام بول چال میں اس قسم کے فقرہوں میں کچھ فرق نہیں کیا جاتا اور حسب موقع کوئی ایک معنی لے لیے جاتے ہیں۔ ہماری رائے میں اس میں یوں فرق کرنا چاہیے کہ جب حالیہ فاعل کے متصل ہو تو فاعل کے متعلق سمجھا جائے اور مفعول سے متعلق ہو تو مفعول کے متعلق۔ مثلاً جب ہم یہ کہیں کہ ”میں نے تہرتے ہوئے اُسے دیکھا“ تو اس کے معنی یہ ہونگے کہ جب میں نے اُسے دیکھا تو میں تہر رہا تھا۔ اور جب یہ کہیں کہ ”میں نے اُسے تہرتے ہوئے دیکھا“ تو اس کے یہ معنی ہونگے کہ جب میں نے اُسے دیکھا تو وہ تہر رہا تھا۔ اسی طرح سے میں نے آتے ہوئے اُسے دیکھا۔ اور میں نے اُسے آتے ہوئے دیکھا۔ وغیرہ وغیرہ

حالیہ معطوفہ

اردو میں حالیہ معطوفہ کا استعمال بکثرت ہوتا ہے۔ اس کا تعلق ہمیشہ جملے کے اصل فعل سے ہوتا ہے۔ چونکہ اس میں حرف عطف کا بچاؤ ہے اور حرف عطف کے معنی اس میں شریک ہوتے ہیں اس لیے تعلق یہ معطوفہ کہلاتا ہے۔

(۱) یہ ہمیشہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ جملے کے اصل فعل سے جس کام کا اظہار ہوتا ہے اس سے

پہلے ایک کام ہو چکا ہے۔ مادہ فعل کے ساتھ کر یا کے کے زیادہ کرنے سے بنتا ہے جیسے وہ ناکر سو گیا۔ کان دہر کے سنو وغیرہ

ایسے جانوں میں دو فعل ہوتے ہیں ایک تقدیمی دوسرا خاص۔

(۲) ان جانوں کے اگر دو حصے کیے جائیں تو اس میں حرف عطف واقع ہوگا مثلاً وہ بنایا اور سو گیا، مگر ایسی صورتوں میں فعلی معطوف کا استعمال زیادہ فصیح ہے، کیونکہ پہلا فعل دوسرے فعل کا مقدمہ ہے۔ لیکن جہاں ہر دو فعل ایک رتبہ کے اور آزادانہ حیثیت رکھتے ہوں وہاں حرف عطف لانا ضروری اور فصیح ہے جیسے یہ خیر کفارہ عصیان ہے پیو اور پلاؤ۔

کبھی حرف عطف حذف ہو جاتا ہے جیسے وہ کھتا چڑھتا ہے۔ بعض اوقات محاورے میں کر یا کے بھی حذف ہو جاتا ہے جیسے وہ اُسے بلا لایا۔ برج بھاشا میں بلا لایا کہیں گے (یہاں نے بجائے کے یا کر کے ہے) اُسے بھاگتے دیکھ وہ بھی بھاگ گیا۔

(۳) کبھی فعل تقدیمی سے فعل خاص کا سبب ظاہر ہوتا ہے جیسے پولیس سے ڈر کر بھاگ گیا۔ شہر کو جلتا دیکھ کر بھاگ نکلا۔ (اڑ کر چلا گیا۔

(۴) کبھی ذریعہ ظاہر کرتا ہے جیسے دیکھ کر فریفتہ ہو گیا۔ درود پڑھ کر پاک کر دیا۔

کچھ کہہ کے اُس نے پھر مجھے دیوانہ کر دیا اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا

(۵) کبھی اعتراف یا فرضی صورت ظاہر کرتا ہے، لیکن یہ عموماً ہو کر کے ساتھ آتا ہے۔ جیسے شرم نہیں آتی ایسے بڑے سوراہہ ہو کر عورت ذات پر ہاتھ اٹھاتے ہو۔

(۶) راہ سے کے معنوں میں جیسے یہ نالی چوک سے ہو کر گئی ہے میں لکھنؤ سے ہو کر دہلی جاؤنگا۔ (یہ استعمال بھی عموماً ہو کر کے ساتھ ہوتا ہے)

(۷) محاورے میں اعداد کے ساتھ یہ استعمال صرف کر کے کے سے مخصوص ہے۔ ایک ایک کر کے

آؤ۔ چار چار کر کے گنو (ایسی صورت میں اعداد و تکرار کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں)

(۸) بعض اوقات صفت کے معنوں میں آتا ہے جیسے اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔

کبھی حرف جار (دربط) کا کام دیتا ہے جیسے وہ مقام اس سے آگے بڑھ کر ہے۔

(۹) یہاں اس امر کا بیان کرنا ضروری ہے کہ بعض اوقات حالیہ و ماضی تمام اور حالیہ معطوفہ کے

معنوں میں ذرا ذرا سا فرق ہوتا ہے جو قابل لحاظ ہے جیسے

۱۔ وہ گھر میں سے شراب پیے (یا پیے ہوئے) نکلا۔ ۲۔ وہ گھر میں سے شراب پیتا (یا پیتا ہوا) نکلا۔

۳۔ وہ گھر میں سے شراب پی کر نکلا۔

پہلے جملے کے یہ معنی ہیں کہ جس وقت وہ گھر سے باہر آیا تو وہ حالت نشہ میں تھا۔

دوسرے جملے کے یہ معنی ہیں کہ گھر میں شراب پینی شروع کی اور باہر آئے وقت بھی پی رہا تھا۔

تیسرے جملے کے یہ معنی ہیں کہ پہلے اس نے گھر میں شراب پی اور اسکے بعد باہر نکلا۔

(۱۰) اسی طرح ان دو جملوں میں بھی باریک فرق ہے۔ ۱۔ جا کر کہو ۲۔ کہہ کر آؤ

۱۔ وہ لاہور پہنچ کر آیا ہے یعنی لاہور گیا اور واپس آیا

۲۔ وہ لاہور سے ہوتا (ہوا) آیا ہے یعنی کسی اور جگہ سے آیا اور لاہور پہنچ کر واپس ہوا۔

(۱۱) عموماً حالیہ معطوفہ کا تعلق فعل خاص کے فاعل سے ہوتا ہے اور بطور صفت کے آتا ہے لیکن

بعض اوقات تمیز فعل بھی ہوتا ہے جس کا ذکر مع استعمال کے تیز فعل کے بیان میں آئے گا۔

(۱۲) گراور کے حالیہ معطوفہ میں جدید فصیح ہندی اور اردو میں استعمال ہوتے ہیں؛ قدیم ہندی میں

ان کا استعمال نہیں ہوا۔ وہاں صرف مادہ فعل یہ کام دیتا تھا جس کا استعمال اب بھی باقی ہے

جیسے وہ دیکھ بھاگ نکلا۔ نظم میں یہ استعمال زیادہ ہے۔

ان دونوں میں (یعنی گراور کے میں) کچھ فرق نہیں ہے۔ اب رہا یہ امر کہ گر کہان استعمال

کرنا چاہیے اور گے کہاں، اس کا انحصار حسنِ صورت اور کان کی موزونیت پر ہے۔

اسم فاعل

یہ وہ اسم ہے جو فعل سے بنتا ہے اور اس کے معنی کام کرنے والے کے ہوتے ہیں۔

عموماً مصدر کے بعد والا یا ہار (ہارام) بڑھانے سے بنتا ہے۔ والے کے ساتھ ہمیشہ مصدر کا الف یا کھول سے بدل جاتا ہے۔ ہار کے ساتھ مصدر کا الف گرجاتا ہے۔ جیسے مرنے والا۔ ڈرنے والا۔ جانے والا۔ لکھوٹ مین اسکا الف باءِ معروف سے بدل جاتا ہے۔ جیسے مرنے والی وغیرہ۔

چلن ہار، جان ہار (جانے سے)

پسنمارا (مذکر) پسنہاری (مؤنث)۔ اسی طرح پنھیارا، پنھیاری۔

بعض اوقات صرف اسم کے ساتھ والا آتا ہے اور فعل محذوف ہوتا ہے۔ جیسے محبت والا۔ دولت والا یعنی محبت کرنے والا اور دولت رکھنے والا۔

عموماً یہ اسم ترکیبِ اضافی یا مفعول کے ساتھ آتا ہے جیسے دلون کا پھیرنے والا، وہ اپنر پرے کا غم کھانے والا۔ رحم کرنے والا وغیرہ

کبھی یہ صورت زمانہ مستقبل کے ظاہر کرنے کے لیے بھی آتی ہے جیسے وہ آئندہ سال ولایت جانے والا ہے۔ میں بھی جانے والا ہوں۔

کبھی زمانہ ماضی کے ساتھ مستقبل کے ذکر کے لیے بھی آتا ہے جیسے میں تمہیں خط لکھنے والا ہی تھا کہ اتنے میں تم آ گئے۔

زمانہ

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ زمانے تین ہیں۔ گزشتہ جسے ماضی کہتے ہیں؛ موجودہ جو حال کہلاتا ہے، آئندہ جس کا نام مستقبل ہے۔ ہر فعل کے لیے ضروری ہے کہ ان تینوں میں سے

کسی ایک زمانہ میں واقع ہو۔ لیکن بہ لحاظ معانی و تکوین فعل کی تین حالتیں ہونگی۔ (۱) کام
جو ابھی شروع نہیں ہوا یعنی مستقبل (۲) کام جو شروع تو ہوا لیکن ختم نہیں ہوا یعنی افعالِ ماضی
(۳) کام جو ختم ہو چکا یعنی افعالِ تمام۔

اس تقسیم کے لحاظ سے ایک قواعد نویس جو فلسفی دماغ رکھتا ہے مضارع اور امر کو شق
اول یعنی مستقبل کے تحت میں رکھے گا۔ کیونکہ ان دونوں میں فعل زمانہ حال میں شروع نہیں
ہوتا بلکہ زمانہ آئندہ میں ہوتا ہے۔ لیکن جب زبان کی ساخت اور نشو و نما پر نظر کی جاتی ہے تو
معلوم ہوتا ہے کہ فعل کی دو بلکہ تین قسمیں ہیں۔ اول سادہ و دوم وہ جو محض حالیہ سے بنتے ہیں
یا حالیہ کے ساتھ کسی قدیم فعل کا کوئی جز لگا ہوتا ہے جو مل کر جزو فعل ہو جاتا ہے۔ سوم مرکب
افعال۔

مضارع

یہ تقسیم زیادہ صحیح اور نیچرل ہے اور اس لحاظ سے سادہ افعال میں سب سے پہلا نمبر
سنسکرت کا قدیم فعل حال ہے جس میں اب تک اصل کی جھلک پائی جاتی ہے۔ موجودہ حالتیں
وہ صریح طور سے حال کے معنی نہیں دیتا بلکہ اسکے معنوں میں کئی قسم کا ابہام پایا جاتا ہے، اور
خاص کر زمانہ مستقبلِ شرطیہ کے لیے مخصوص ہے، یہی وجہ ہے کہ ہم نے اسے عربی نام مضارع دیا ہے،
جو ان معنوں کے لحاظ سے زیادہ موزون ہے۔ قدیم ہندی میں نہ صرف شرط و استقبال بلکہ حال کے
معنی بھی دیتا ہے جو ہندی ضرب الامثال اور بے تکلف بول چال کے فقرات سے صاف ظاہر ہے
(دیکھو نمبر ذیل میں)۔ یہ حال ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی لیے ہم نے سادہ افعال میں اسے سب سے
اول رکھا ہے۔ اب ہم اس کے مختلف استعمالوں کا ذکر کریں گے۔

مضارع کا استعمال دو قسم کا ہے ایک تو شرطیہ اور احتمالی جو اکثر مستقبل کے معنی دیتا ہے

اور دوسرا خبریہ۔

۱۔ امثال معروف اور روزمرہ کے فقر و غنا کے معنی دیتا ہے۔ جیسے کسے کوئی اور بھرے کوئی۔ کسے موچھون والا اور کپڑا جائے وارھی والا۔ کچھ ہم سمجھے کچھ تم سمجھے۔ خدا جانے کیا ہوا۔ کیا جانے کیا ہے۔

یہ استعمال مضارع کا اصل استعمال ہے

۲۔ امکان جیسے کوئی پوچھے کہ آپ کو اس سے کیا غرض۔

۳۔ اجازت جیسے آپ فرمائیں تو آؤں۔ اجازت ہو تو عرض کروں۔ کیا وہ جائے؟

۴۔ اگر شرط اور جزا دونوں کے جملوں میں شک، امکان بعد ابہام پایا جائے تو مضارع

دونوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے منجھ برسے تو کھیتی ہری ہو۔ اگر وہ آئے تو میں جاؤں۔ اگر وہ فرمائیں تو فوضہ کے نکالوں۔

۵۔ ہم پکاریں اور کھلے یوں کون جائے یار کار در وارد گر پائیں گھسلا

بعض اوقات جب احتمال یا امکان صرف جملہ شرط میں ہوتا ہے تو مضارع شرط کے

ساتھ آتا ہے اور جزا میں فعل مستقبل یا حال۔ جیسے اگر وہ نہ آئے تو میں چلا جاتا ہوں یا چلا

جاؤں۔ اگر مل جائے تو بڑی بات ہے۔ اگر وہ یہ قبول کرے تو میرا ہارون کا فائدہ ہو جاتا ہے

۵۔ جب جملہ تابع کا تین یا تینہ بشرطیکہ شاید وغیرہ کے ساتھ شروع ہوتا اور مقصد یا غرض

غایت، نتیجہ، ارادہ، خواہش، ضرورت، مشورہ، حکم وغیرہ ظاہر کرتا ہے یا کبھی چاہیے اور لازم

وغیرہ کے ساتھ اگر ان دونوں کا انکار کرے تو اس میں اکثر مضارع استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے

میں نے کہا کہ وہ نہ آئے تو بہتر ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ تمہارے پاس آؤں۔ مناسب

یہ ہے کہ وہ وہاں نہ جائے۔ بادشاہ کو چاہیے کہ رعایا سے ایسا برا برتاؤ نہ کرے۔ مجھے ڈر ہے

کہ کہیں گرنہ پڑے۔ مین اسپر عمل کرنے کو تیار ہوں بشرطیکہ اسپین چھوٹ نہو۔ شاید اسکا کچھ بچ نکلے بہتر تو یہ ہے کہ ہم سب ساتھ چلیں۔ مین نے یہ اس غرض سے کہا کہ اس کا شبہ جاتا رہے۔

۶۔ دعا یا تمنا کے لیے جیسے خدا تجھے برکت دے۔ عمر دراز ہو۔ عمرو قابل بڑھے۔ خدا کرے کہ وہ کامیاب ہو جائے۔ جو ایسا کرے وہ ہمیں پیٹے یا ہمارا حلو اکھائے۔

۷۔ شبہ اور اضطراب جیسے۔ کیا کروں کیا نہ کروں۔ کہوں یا نہ کہوں۔
یا سے مین کیا کروں کہاں جاؤں

یہ خط کسے دوں۔

۸۔ کبھی مستقبل کا ایسا زمانہ ظاہر کرتا ہے جو غیر محدود ہوتا ہے۔ جیسے جب بلائیں تب آجاتی ہیں جب کہیں تو لانا۔

۹۔ تعجب اور افسوس کے لیے جیسے

وہ آئین گھر مین ہمارے خدا کی قدرت ہے کبھی ہم اُنکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

افسوس وہ انہی دور آئے اور زمانہ کام واپس چلا جائے۔ وہ اور ایسا کرے۔ مین اور شراب پیوں۔

یوں پھرین اہل کمال آشفہ حال افسوس ہے لے کمال افسوس ہے تجھ پر کمال افسوس ہے

۱۰۔ تشبیہ و مقابلہ کے لیے جبکہ وہ تشبیہ حقیقی نہ ہو بلکہ احتمالی یا فرضی ہو۔ جیسے اُس نے اپنے حریف کو اس طرح پھینک دیا جیسے کوئی تنکے کو توڑ موڑ کے پھینک دے۔ وہ اس طرح جوشٹ زدہ کھڑا تھا جیسے کوئی بھرے مجمع مین ہرن کو کھڑا کر دے۔

۱۱۔ اظہار توقع کے لیے جیسے اگر آپ آئیں تو عین عنایت ہوگی۔ آپ کل تک آجائیں تو مین بھی ہمراہ ہوں۔ وہ آئے تو مین بھی ساتھ چلا چلوں۔

۱۲۔ کیسا اکتنا وغیرہ الفاظ (تمیز فعل) کے ساتھ جبکہ یہ الفاظ تاکید معنوں مین ہوں ایسی

صورت میں جملہ اکثر منفی ہوتا ہے۔ جیسے کوئی کتنا ہی شور مچائے اُسے خبر بھی نہیں ہوتی۔ کوئی کیسی ہی عقلمندی کرے وہ خاطر ہی میں نہیں لاتا۔ آپ ہزار کہیں وہ سنتا ہی نہیں۔
۱۴۔ ایک صورت اپنی حالت کے اعتراف کی ہے جیسے نہ میں شعر کہوں نہ شاعر کہلاؤں نہ مجھے نوکری کی خواہش ہو نہ خوشامدی کہلاؤں۔ نہ وہ آئین اور نہ میں اُسے اظہار مطلب کر سکوں۔

۱۴۔ مضارع کا ایک اور استعمال ہے جس میں ایک قسم کا مشورہ اپنے دل سے ہے رہے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ
۱۵۔ چاہیے بھی مضارع ہے جسکے معنی مناسب یا لازم ہے کے ہیں کبھی اسے فرض اخلاقی کی تاکید ہوتی ہے۔ میں اس سے ملنا چاہیے ان سے ادب کے ساتھ پیش آنا چاہیے وغیرہ

ام

مضارع کے بعد دو سرا فعل جو سب سے سادہ ہے وہ آمر ہے۔ اور یوں بھی مضارع سے بہت مشابہ ہے۔ کیونکہ سوائے حاضر کے صیغوں کے باقی تمام صیغے وہی ہیں جو مضارع کے ہیں۔
۱۔ حکم اور ممانعت کے لیے عام طور پر استعمال ہوتا ہے۔
۲۔ اتنا ہی صورت میں امر کے ساتھ نہ اور مت آتا ہے۔ نہ میں نفی اور کبھی (متناع بھی) پایا جاتا ہے، لیکن مت سے ہمیشہ ہی یا اتناع تاکید یا ظاہر ہوتا ہے۔ یہ نقطہ خاص اسی لیے مخصوص ہے۔ اور اس میں نہ سے زیادہ زور ہوتا ہے۔ نہیں یوں تو امر کے ساتھ استعمال نہیں نہیں ہوتا لیکن کبھی کبھی آخر میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے ڈرو نہیں۔ گھبراؤ نہیں۔
۳۔ غائب اور متکلم کے صیغے صرف مشورہ اور اجازت کے لیے آتے ہیں۔ جیسے ہم جائیں

اور وہ جائے اور یہ حالت مضارع کی ہے جیسے ذرا میں بھی تو سنوں۔ کوئی میرے پاس نہ آئے۔ وہ اپنی بات پر قائم ہے۔

۴۔ ادب اور تعظیم کے لحاظ سے امر کی کئی صورتیں ہیں۔

علاوہ معمولی صورت کے ایک یہ ہے جانیو آئیو۔ مگر یہ صورت معمولی درجہ کے لوگوں یا خدمت گاروں وغیرہ سے گفتگو کرنے میں استعمال کی جاتی ہے۔ البتہ ہو جیو۔ رہیو وغیرہ دعا کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے دولت و اقبال میں ترقی ہو جیو۔ مگر اس کا استعمال بھی اب کم ہوتا جاتا ہے۔

دوسری صورت ہے آئیے، جائیے، لائیے یہ ادب اور تعظیم کے لیے بڑے لوگوں سے گفتگو کرتے وقت استعمال ہوتی ہے۔

نظامی صورت بعض اوقات خصوصاً نظم میں مضارع کے لیے استعمال ہوتی ہے مگر اسے امر سمجھا جاتا ہے جیسے ایسے اب ایسی جگہ چل کر جان کوئی نہو۔ اسکے علاوہ دوسری صورت یعنی آئیگا۔ جائیگا وغیرہ بھی ادب کیلئے استعمال ہوتی ہے (نوٹ)۔ امر میں جوئے کا استعمال ہوا ہے اسکی اصل یہ بتائی گئی ہے کہ پرکارت میں جاتا ہے صرف امر میں بلکہ حال مستقبل کے بنانے کے لیے بھی اضافہ کیا جاتا تھا۔ اور یہی جا بعد میں سے بدل گیا)

حاضر کے ساتھ غائب کا صیغہ استعمال کرنے سے بھی تعظیم کا پہلو نکلتا ہے جیسے آپ جانیں۔ آپ فرمائیں۔

۵۔ امر مذمی کا ذکر صرف میں ہو چکا ہے۔

۶۔ امر کے بعد کبھی نہ آتا ہے۔ جبین نفی کے معنی نہیں ہوتے بلکہ خلاف اسکے اثبات میں اور تاکید ہوتی ہے۔ آؤ نہ ہم بھی چلیں۔ بیٹھو نہ۔

کبھی تو بھی انہیں تاکید معنون میں استعمال ہوتا ہے جیسے سنو تو، بیٹھو تو وغیرہ

مستقبل

۱۔ مستقبل مطلق میں زمانہ آئندہ کا علم تحقیقی ہوتا ہے۔ ایسا سمجھ لیا جاتا ہے، حالانکہ مضارع میں احتمالی یا شرطی ہوتا ہے اور امر میں امکانی۔

۲۔ تمہیں پھر ایسا آدمی نہیں ملے گا۔ جہاں جاؤ گے میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔ یہ مثالیں ایسی ہیں جن میں تحقیقی اور یقینی طور پر ایک امر کا بیان کیا گیا ہے مگر بعض اوقات صرف ایسا سمجھ لیا جاتا ہے گو حقیقت میں نہ ہو مثلاً اگر میں نے وعدہ پورا نہ کیا تو لوگ کیا کہیں گے؟ وہ نہ آیا تو بڑی مشکل پڑے گی۔ تم امتحان میں کامیاب نہوے تو نوکری نہ ملے گی۔

۳۔ بعض اوقات مصدر ہوتا کا مستقبل مطلق ہوگا محاورے میں اس طرح مستعمل ہوتا ہے کہ وہ تمہیں فعل کا کام دیتا ہے۔ مگر یہ ہمیشہ سوال کے جواب میں آتا ہے۔ جیسے وہ مکان بہت قدیم معلوم ہوتا ہے؟ ہوگا جس کے معنی ہیں شاید یا غالباً کے۔

مستقبل کے متعلق باقی حال صرف میں بیان ہو چکا ہے۔

فعل حال

۱۔ حال مطلق اصل میں تو یہ فعل حالت موجودہ کو ظاہر کرتا ہے یا کسی ایسے کام کو جو اس وقت ہو رہا ہے، لیکن ہنما زمانہ حال کے متعلق دوسرے معانی بھی پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً

(۱) عادت یا تکرار فعل جیسے جب وہ آتا ہے یہی شکایت کرتا ہے۔ شام کے کھانے کے بعد وہ روزانہ باغ کی سیر کو جاتا ہے۔ یہ دونوں بھائی ہر جگہ ساتھ آتے اور ساتھ جاتے ہیں۔
 (۲) عام امور صداقت جو کبھی باطل ٹوٹے یا جن کی نسبت ایسا خیال کیا جاتا ہے۔ جیسے دوا اور دوا چار ہوتے ہیں۔ جو خلق اللہ کی خدمت کرتا ہے خدا کے نزدیک بڑا وہی ہوتا ہے۔ ہزار جن کرو قسمت کا لکھا پورا ہوتا ہے۔

(۳) مستقبل قریب بلکہ اقرب کے لیے جیسے میں ابھی جاتا ہوں۔ ابھی حاضر ہوتا ہوں حال نامتام بھی بعض اوقات ان معنوں میں آتا ہے جیسے میں شہر جا رہا ہوں۔
 (۴) زمانہ گزشتہ کے لیے جسے حال حکائی کہتے ہیں جیسے بابر ہندوستان پر حملہ کرتا اور افغانوں اور راجپوتوں کو شکست دیتا ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔
 میں جو اندر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بیچاری معصوم لڑکی زمین پر پڑی تڑپ رہی ہے۔
 (۵) بعض اوقات ایسے فعل کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جو زمانہ گزشتہ میں شروع ہوا اور حال میں بھی جاری ہے جیسے میں چند روز سے دیکھتا ہوں (یا دیکھ رہا ہوں) کہ یہ لوگ اپنا فرض پورے طور پر ادا نہیں کرتے۔

(ج) حال تمام جو اگرچہ لحاظ زمانہ حال پورا ہو چکا ہے، لیکن بعض اوقات سوائے اسکے اور سننے بھی دیتا ہے مثلاً

(۱) کبھی یہ ایسی جگہ استعمال ہوتا ہے جہاں فعل تمام نہیں ہوا اور چاہیے تھا کہ حال مطلق استعمال ہوتا لیکن محاورے میں حال تمام ہی لکھا اور بولا جاتا ہے۔ جیسے
 تم کیسے بے فکر بیٹھے ہو؟

(۲) بعض اوقات ایسے موقع جہاں از روئے قیاس ماضی تمام ہونی چاہیے تھی

مثلاً یہ لوگ کسی زمانے میں بڑے نامور گزشتہ ہیں۔ پچھلے زمانے میں بھی یہ بھی اپنا نام کر گیا ہے

(۳) بجائے ماضی مطلق جیسے مجھے کل ہی بادشاہ نے خلعت عطا فرمایا ہے

(۴) بجائے حال حکاکی یا ماضی مطلق جیسے حدیث میں آیا ہے۔ خدا نے فرمایا ہے

قرآن میں لکھا ہے۔

ماضی

۱۔ ماضی مطلق۔ ایسے فعل کو ظاہر کرتی ہے جو زمانہ گزشتہ میں بلا تعین وقت ہوا مگر علامہ

(سکے محاورے میں بعض دوسرے مقامات پر بھی استعمال ہوتی ہے۔ مثلاً

(۱) بعض اوقات حال کے بجائے جیسے آپ یہاں بہت دنوں تک رہے۔ (یعنی بہت دنوں

سے ہیں)

یا حال تمام کے بجائے جیسے آپ دنوں تک نپکے رہے (یعنی دنوں سے نپکے ہوئے ہیں)

اب یہاں تنکا تک نہیں رہا (منہیں رہا ہے)

(۲) بجائے حال مطلق کے جیسے اس شہر میں جو آپ سے نہ ملا اسکا آنا یہاں بیکار ہوا

یعنی جو آپ سے نہیں ملتا اس کا آنا یہاں بیکار ہوتا ہے۔

(۳) بجائے مستقبل۔ وہ آیا اور میں چلا۔ (جس وقت وہ آئے گا میں چل دوں گا

یعنی اسکے آتے ہی چلا جاؤں گا)۔ یا بول چال میں نوکر کو آواز دیتے ہیں ”یہاں آؤ“

وہ جواب دیتا ہے ”آیا“ یا اس سے کہتے ہیں ”پانی لاؤ“ وہ کہتا ہے ”لایا“۔ یہ معنی میں

بجائے افعال مستقبل ہے

۲۔ ماضی نام تمام جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کسی خاص زمانہ گزشتہ میں کام جاری تھا

اسکا اظہار مختلف صورتوں سے ہوتا ہے۔

(۱) وہ کالج میں پڑھتا تھا۔

(ب) وہ کالج میں پڑھ رہا تھا۔

(ج) وہ ایک مدت تک کالج میں پڑھتا رہا۔

(د) وہ مدت تک کالج میں پڑھا کیا۔

صورت اول فعل جاریہ بلا تعین و بہ تعین وقت ہے۔

صورت دوم اس وقت استعمال ہوتی ہے جب ہم کسی خاص وقت یا مدت کا ذکر کرتے ہیں مثلاً جب میں وہاں گیا تو وہ کالج میں پڑھ رہا تھا۔

صورت سوم ایسی حالت میں استعمال ہوتی ہے جب کہ زیادہ مدت کا اظہار کرنا مقصود ہو یا جب اس کے ساتھ دوسرے فقرے میں اس سے کوئی نتیجہ نکالا جائے۔ مثلاً وہ ایک مدت تک کالج میں پڑھتا رہا، مگر کچھ حاصل نہ کیا۔

صورت چہارم صورت سوم کے مثل ہے یا بعض اوقات ایسے موقع پر استعمال ہوتی ہے جبکہ دو ایسے فعل متواتر جاری ہوں جن کا باہم تعلق ہے۔ میں کہا کیا اور وہ سنا کیا۔ صورت سوم بھی اسی طرح استعمال ہوتی ہے۔

ماضی ناتمام سے بعض اوقات خاص زمانے فعل کا یہ تکرار واقع ہونا بھی ظاہر ہوتا ہے مثلاً جہاں کہیں وہ پہنچتے تھے لوگ اُن کا گرم جوشی سے استقبال کرتے تھے۔

بعض اوقات فعل امری حذف بھی ہو جاتا ہے جیسے جہاں کہیں وہ جاتے لوگ اُن کا گرم جوشی سے استقبال کرتے۔

۴۔ ماضی تمام۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کام کو ختم ہوئے ایک مدت گزر چکی۔ جیسے

میں اُس سے ملنے گیا تھا۔

کبھی ماضی تمام ایک فعل گزشتہ کے فعل ماقبل کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے جیسے وہ اس وقت آیا جب کہ میں کھانا کھا چکا تھا۔

اقوال احتمالی و شرطیہ

حال احتمالی۔ اس سے پہلے حصہ صرفت میں حال احتمالی کی دو صورتیں بتائی گئی ہیں۔ یعنی آتا ہوگا۔ یا آ رہا ہوگا۔ ان دونوں کے مفہوم میں جو فرق ہے وہ بھی بیان ہو چکا ہے۔ لیکن ان دونوں سے فعل کے متعلق گمان غالب کا ہونا پایا جاتا ہے۔ یعنی گمان غالب ہے یا اغلب ہے کہ وہ آتا ہو۔ لیکن ایک صورت انکے علاوہ حال احتمالی کی اور ہے حسین گگا آخر میں نہیں ہوتا۔ یعنی وہ آتا ہو۔ یہ صرف امکانی یا احتمالی صورت ہوتی ہے اور خیال اقلیت مطلق نہیں ہوتا۔ مثلاً شاید وہ ایسا سمجھتا ہو۔ ممکن ہے کہ صبح کو وہ گھر سے نہ نکلتا ہو۔ وہاں لے چلو جہاں وہ سوتے ہوں۔ اسی طرح دوسری حالت بھی بغیر گگا کے استعمال ہوتی ہے جیسے شاید وہ آ رہا ہو۔ اس کھیت میں شاید اُسی نے سوٹی پر رکھ لیا۔

حال احتمالی کی یہ آخری صورت ایسے مواقع پر تشبیہ کے لیے استعمال ہوتی ہے کہ جہاں واقعی اور حقیقی حالت نہ ہو بلکہ فرضی ہو۔ جیسے وہ اس طرح سے چلا آ رہا ہے جیسے کوئی بجا آ رہا ہو۔ درختوں پر سے آم ایسے پٹ پٹ گر رہے ہیں جیسے اوڑے برس رہے ہوں۔

بعض اوقات حال احتمالی ماضی کے معنی بھی دیتا ہے مثلاً کسی سے پوچھیں کہ تم نے اُسے کبھی ایسا کرتے دیکھا تو وہ جواب دے کہ ”کرنا ہوگا۔“ مگر اس سے احتمال کے ساتھ ہمیشہ زمانہ گزشتہ کی عادت کا اظہار ہوتا ہے۔

حال شرطیہ - حال شرطیہ و حقیقت مضارع ہے لیکن مضارع میں اور حال شرطیہ میں فرق ہوتا ہے۔ یہ فرق پہلے بیان بھی ہو چکا ہے یعنی مضارع سے امکانی حالت معلوم ہوتی ہے اور حال سے واقعی جیسے

- ۱- مینہ برسے تو کھیت پنیے - (مضارع)
- مینہ برستا ہے تو کھیت پنتا ہے - (حال)
- ۲- اگر وہ آئے تو آنے دو (مضارع)
- اگر وہ آتا ہے تو آنے دو (حال)

دوسری مثال میں بھی مضارع سے وہی امکانی حالت معلوم ہوتی ہے مگر حال سے فاعل کی آمادگی ظاہر ہوتی ہے۔
ماضی احتمالی -

- (۱) اس میں احتمال پایا جاتا ہے لیکن اسکے ساتھ ہی فعل کی تکمیل کے متعلق گمان غالب ہوتا ہے جیسے آپ نے یہ خبر سنی ہوگی - معلوم نہیں اس کا کیا حال ہوگا۔
- (۲) بعض اوقات اس سے تشویش بھی پائی جاتی ہے مثلاً اتنی رات گئی جو سو آ یا ہو تو نہ معلوم کیا خبر لایا ہوگا۔

(۳) بعض اوقات علامت آخر گنا حذف ہو جاتی ہے مگر اسکے ساتھ ہی معنوں میں بھی فرق ہو جاتا ہے۔ عموماً ذیل کے معنی ظاہر ہوتے ہیں۔

(۱) شرطیہ جملوں میں شرط میں واقعیت نہیں ہوتی بلکہ فرضی صورت ہوتی ہے جسے اگر اس نے کوئی ایسی حرکت کی ہو۔

(ب) امکان ، جیسے ان (۱) کون میں کوئی ایسا نہیں ہے جس نے امتحان دیا ہو

اور پاس نہ ہوا ہو

(ج) شک - جیسے شاید اس نے یوں ہی کہہ دیا ہو۔ لیکن ہے اس نے دل لگی کی ہو۔

(د) تشبیہ کے لیے جیسے وہ اس سے ایسا جلتا ہے جیسے اس نے اسکا باپ مارا ہو۔

(۴) آزادی - جو کچھ بھی اس نے کہا ہو اور جو کچھ بھی اس نے کیا ہو سب معاف ہے

ماضی شرطیہ

(۱) اس سے ایک ایسے فعل کا اظہار ہوتا ہے جس کی نسبت شرط کے ساتھ

گمان کیا جاتا ہے کہ وہ گزشتہ زمانہ میں کسی وقت جاری تھا، لیکن عموماً اس سے شرط کی نفی ہوتی ہے۔ جیسے اگر تم اس سے اسکا ذکر کر دیتے تو یہ نویت نہ آتی۔ لیکن علاوہ اس کے اس سے اور بھی چند معنی پیدا ہوتے ہیں۔

(۲) اکثر اس سے زمانہ گزشتہ میں فعل بالمرہ واقع ہوتا بھی ظاہر ہوتا ہے جیسے جہاں

کھین وہ بیٹھتا مجلس کو گلزار کر دیتا۔ جب کبھی وہ سننے آتا اپنا دکھڑا ضرور روتا۔

(۳) اس ماضی میں عموماً دو جملے ہوتے ہیں، ایک شرط دوسرا جزا۔ جزایہ بتاتی ہے کہ

اگر شرط پوری ہو جاتی تو کیا ہوتا۔ جیسے اگر تجھے یہ معلوم ہوتا تو میں یہاں کبھی آتا۔ اگر وہ وقت پر نہ پہنچ جائے تو ایک بھی نہ بچتا۔ اگر میں یہاں ہوتا تو اسکی مجال تھی کہ وہ ایسا کرتا۔

کبھی مفرد جملہ میں بلا شرط کے بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے میں اُسے کیون نہ پیار کرتا۔ وہ اُس سے کیون نہ ملتا۔

(۴) بعض اوقات آرزو کے اظہار کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کا من وہ

آج میرے ساتھ ہوتا۔

ایسے جملوں میں جملہ آرزو کو جو محذوف ہوتا ہے شرط کی جزا سمجھنا چاہیے یعنی تو کیا اچھا ہوگا

(۵) اس فعل سے عموماً متنا بھی ظاہر ہوتی ہے اور اسی لیے بعض قواعد نویسوں نے اسے ماضی متنا ہی لکھا ہے جیسے میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں ورنہ تمھاری کچھ خدمت کرتا۔ وہ اگر آجاتا تو میں بھی اس سے مل لیتا۔

(۶) ایک صورت اور اس ماضی کی ہے۔ جیسے اگر میں وہاں نہ گیا ہوتا تو اچھا ہوتا۔ یہاں جاتا کی بجائے گیا ہوتا استعمال ہوا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں فعل ختم ہو چکا ہے۔ باقی شرطیہ صورت وہی ہے نیز ایک ایسے واقعہ کا اظہار ہے جس کا ہونا گزشتہ زمانہ میں ممکن لیکن وقوع میں نہ آیا۔ اور یہ حالت ماضی شرطیہ کی دوسری صورتوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ لیکن جب تکمیل فعل (فرضی) کی اہمیت کا زیادہ خیال ہو تو آخری صورت استعمال کی جاتی ہے۔

افعال مجہول

طور مجہول اُس وقت استعمال کیا جاتا ہے جبکہ فاعل نامعلوم ہو یا خاص طور پر اس کا ذکر نہ کیا جائے۔

اگرچہ یہ اکثر فعل متعدی سے مخصوص ہے مگر بعض اوقات فعل لازم کے ساتھ بھی آتا ہے۔ مثلاً اس سے جا کر آیا نہ گیا۔ مجھ سے چلا نہیں جاتا۔ طور متعدی کے ساتھ بھی یہ عام طور پر متصل ہے۔ سہ خط مرا پھینک دیا یہ کہہ کر + ہم سے دفتر نہیں دیکھا جاتا۔
(بیان جانا کے معنی سکنا کے ہون گے)

ایسی صورت میں فاعل ہمیشہ مفعولی حالت میں ہوتا ہے۔ فاعلی حالت طور مجہول کے ساتھ نہیں آتی۔ اور یہ صورت ہمیشہ لفظی کی حالت میں آتی ہے۔

بعض اوقات طور معروف میں جانا بطور فعل امدادی کے آتا ہے اس میں اور

طور محسوس میں فوق کرنا ضرور ہے۔ اس کی تشریح ہم پہلے کر چکے ہیں۔
 اس موقع پر یہ ذکر نامناسب معلوم ہوتا ہے کہ افعال مجہول کی نفی نہیں اور نہ دونوں
 کے ساتھ آتی ہے۔ اور نفی افعال کے متعلق جو قواعد ہم پہلے بیان کر چکے ہیں وہی اس پر بھی
 عائد ہوتے ہیں۔ لیکن حرف نفی اکثر اصل فعل اور امدادی فعل (جانا) کے درمیان آتا ہے جیسے
 آیا نہ گیا۔ کھایا نہ گیا۔ مارا نہیں جاتا وغیرہ۔

تعدیہ افعال

تعدیہ افعال کی مفصل بحث حصہ صرف میں ہو چکی ہے۔ یہاں کسی امر کے خاص طور پر
 بیان کی ضرورت نہیں ہے۔

افعال مرکب

افعال امدادی میں چند امور خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہیں۔

۱۔ افعال مرکب تاکیدی میں جب امدادی فعل لازم ہو اور خواہ اصل فعل متعدی
 کیونہو، مرکب فعل کی صورت زمانہ ناتمام میں لازم کی سی ہوگی اور فاعل کے ساتھ سے
 استعمال ہوگا جیسے

اس نے مٹھائی کھائی۔ لیکن، وہ مٹھائی کھا گیا یا کھا چکا۔ یہاں گیا اور چکا افعال
 امدادی لازم ہیں اس لیے باوجودیکہ اصل فعل متعدی ہے مگر فاعل کے ساتھ سے استعمال
 نہیں ہوا۔

لیکن جہاں فعل امدادی متعدی ہے وہاں نے برابر استعمال ہوتا ہے جیسے اس نے

پرندے کو مار ڈالا۔ ہر حال سکنا چکنا وغیرہ امدادی افعال لازم ہیں۔

لیکن لینا اور دینا کی حالت مستثنیٰ ہے یعنی جب یہ فعل متعدی کے ساتھ آتے ہیں تو استعمال ہوتا ہے اور جب لازم کے ساتھ آتے ہیں تو نہیں آتا اور صورت لازم کی ہوتی ہے جیسے وہ میرے ساتھ ہو لیا۔ وہ چل دیا۔ میں نے کھانا کھایا۔ اس نے بات سن لی۔ وہ نہیں دکھائی دیا اس مرکب فعل میں اگرچہ دونوں جز متعدی ہیں مگر مرکب حالت میں لازم ہے) اسی طرح آواز سنائی دی۔

۲۔ سکنا الگ استعمال نہیں ہوتا ہمیشہ کسی دوسرے فعل کے ساتھ آتا ہے چکنا البتہ الگ بھی استعمال ہوتا ہے جیسے میرا بھگڑا چک گیا۔ قرض چک گیا۔ اس کا متعدی چکنا ہے جیسے بھگڑا یا قرض چکا دیا۔

۳۔ جو مرکب افعال اجازت کے لیے آتے ہیں ان کے ساتھ ہمیشہ مفعول آتا، مثلاً تم مجھے چین سے نہ بیٹھنے دو گے۔ اُسے اندر نہ آنے دو۔

۴۔ چاہیے اکثر افعال کے ساتھ فرض و واجبیت کے اظہار کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے آئے وہاں جانا چاہیے۔ تمہیں یہ کتاب پڑھنی چاہیے۔ بعض اوقات بجائے مصدر کے حالیہ تمام (جو ماضی مطلق کی صورت میں ہوتا ہے) استعمال ہوتا ہے۔ جیسے

میر نہیں پیر تم کا بی اشد ری

نام خدا ہوے جو ان کچھ تو کیا چاہیے

یہ استعمال قدیم ہے جواب کم ہوتا جاتا ہے اور اسکی جگہ مصدر نے لے لی ہے۔

۵۔ بعض امدادی افعال بجائے آخر میں آنے کے اصل فعل کی ابتداء میں آتے ہیں جیسے دے مارا۔ دے پڑکا۔ بیان تائید و تذکیر کا اثر اصل فعل پر ہوگا۔ میں نے

کتاب دے چکی۔ اس نے گھڑا دے چکا۔

اسی طرح آ اور جا بھی ابتدائیں آتے ہیں جیسے آ پہنچا، جا پہنچا، جا لیا، آ لیا۔
نیز تے کا استعمال بھی اسی طرح ہوتا ہے جیسے لے بھاگا۔ لے دوڑا۔

۶۔ حصہ صرف میں جو امدادی افعال کا ذکر ہوا ہے وہاں نکلنا کا استعمال تنہا ہی
جو یکا یک یا دفعہ فعل کے واقع ہونے کے لیے آتا ہے۔ اس موقع پر دو مثالیں دی گئی ہیں
یعنے ب نکلا اور چل نکلا لیکن ان کے علاوہ آنکلا اور جا نکلا بھی مستعمل ہیں۔

۷۔ مرکب افعال کا باقی ذکر صرف میں مفصل ہو چکا ہے۔ البتہ ان مرکب افعال کے
متعلق جو اسامہ صفت وغیرہ کی ترکیب سے بنتے ہیں یہ یاد رکھنا چاہیے۔ کہ ان اسامہ صفت
اثر فعل کی تذکیر و تانیث پر کچھ نہیں پڑتا۔ مثلاً احمد ضعیف ہو گیا، نعیمہ ضعیف ہو گئی۔ وہ میرے
کام کو بُرا کہتی ہے۔ وہ میرے کام کو بُرا کہتا ہے۔

بیان ضعیف اور جڑا صفت ہیں اور ان کا اثر فعل کچھ نہیں ہے۔
وہ اس حرکت سے باز۔ ا۔ وہ اس حرکت سے باز رہی۔ اس نے فوج کا شمار کیا۔
اس نے شیعہ کے دانے شمار کیے۔ اس نے کرسیاں شمار کیں۔
بیان شمار کا کچھ اثر فعل پر نہیں ہے۔

لیکن اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہ قائمہ صرف انھیں اس کے ساتھ
برتا جائے گا جو جزو فعل ہو کر مفرد فعل کا کام دیتے ہیں جیسے شمار کرنا۔ یاد کرنا۔ شروع
کرنا۔ ختم کرنا وغیرہ مگر ہر مرکب فعل کے ساتھ یہ قاعدہ نہیں استعمال ہو سکتا۔ مثلاً دلاسا
دیا۔ تسلی دی۔ اطلاع دی وغیرہ میں اسم کا اثر برابر فعل پر پڑتا ہے۔ البتہ صفت کا
اثر ہرگز فعل پر نہیں پڑتا۔

ہندی مرکب افعال کا بھی یہی حال ہے۔ مثلاً نام دھرم نام کا اثر فعل پر نہیں پڑے گا، مثلاً وہ میرے کام پر نام دھرم ہے۔ وہ میرے کام پر نام دھرم ہے۔ اس نے فضول میرا رستہ دکھیا۔ بیان آرم کا اثر فعل پر ہوا۔ لہذا ہندی میں بھی سوائے بعض مرکب افعال مثلاً نام دھرم، اودھار دینا یا لینا، ہاتھ آنا، ہاتھ لگنا، دکھائی دینا۔ سنائی دینا کے باقی کا اثر فعل پر پڑتا ہے۔

مرکب افعال میں انھیں اسم کا اثر فعل پر نہیں پڑتا جو اول تو جزو فعل ہو گئے ہیں۔ دوسرے جبکہ یہ اسم خود مفعول واقع ہوا ہو اور دوسرا مفعول موجود ہو۔
 دہ، افعال مرکب کے متعلق ایک امر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اکثر اوقات یہ بغرض تعظیم و ادب استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً اس نے کہا۔ اس سے زیادہ تعظیم مقصود ہوئی تو کہیں گے انھوں نے فرمایا اور اس سے بھی بڑھ کر ارشاد فرمایا۔ یا وہ تشریف لائے۔
 بعض اوقات ستائش و ثقاہت کے لیے مثلاً پوچھنے کی جگہ دریافت کیسا یا استفسار کیا۔ مانگنے کی جگہ طلب کیا۔ اسی طرح تناول فرماتا۔ نوش فرماتا۔ فراموش کرنا۔ ایسی صورتوں میں عربی اور فارسی الفاظ ہندی کے سادہ مصادر کے ساتھ آتے ہیں۔

تمیز فعل (یا تعلقات فعل)

صرف میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ بعض تعلقات فعل حروف ربط سے مل کر مرکب صورت میں آتے ہیں۔ مثلاً کب سے، جب سے، اب تک، جب تک، کمان تک، جہاں تک وغیرہ اسی طرح تاکید کی صورتوں کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے جیسے میں سے، کس سے وغیرہ لیکن بعض اوقات تمیز فعل زمانی و مکانی صرف اضافت کے ساتھ مل کر صفت کا کام دیتی ہے جیسے اب کے سال کس کا روزہ کمان کی نماز۔ وہ کمان کا باشندہ ہے۔ وہ ایسا کمان کا امیر ہے۔

۱۔ کمان علاوہ استفہام کے جب ایک جملے میں بہ تکرار الگ الگ فقرہ کے ساتھ آتا تو اس سے تعجب یا فرق عظیم ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے جیسے کمان وہ کمان میں کمان فرہ کمان آفتاب۔ کمان راجہ بھوج کمان گنگو تیلی۔

کمان کمان جب ایک ہی ساتھ آتے ہیں تو اس کے معنی جگہ جگہ اور دور دور کے ہوتے ہیں جیسے

اذان دی کیے میں ناقوس دیر میں پھونکا

کمان کمان ترا عاشق بچھے پکار آیا

(سنسکرت میں اسی طرح کوا کو استعمال ہے)

جہاں تہن ہر جگہ جہاں کہیں ہر کہیں کے معنوں میں۔

۲۔ کہیں کے معنی کسی جگہ کے ہیں، لیکن بعض اوقات محاورے میں اظہار شک احتمال

یا اندیشہ کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کہیں وہی نہون سمجھ ڈر ہے کہیں اُس نے رازِ ظاہر نہ کر دیا ہو۔ کہیں ایسا نہون کہ وہ چلا جائے۔ کہیں وہ آگیا تو غضب ہو جائے گا۔

کبھی یہ متعلق صفات ہوتا ہے اور صفاتی معنوں کے بڑھانے کے لیے مستعمل ہوتا ہے جیسے وہ اس سے کہیں بڑا ہے۔ یا درخت اُس سے کہیں اونچا ہے۔

کہیں کہیں کسی کسی جگہ کے معنوں میں آیا ہے۔ بعض اوقات اس میں حرف نفی نہ بھی داخل ہوتا ہے۔ لیکن اسکی نفی مقصود نہیں ہوتی بلکہ ایک کی نفی اور دوسرے کا اثبات ہوتا ہے جیسے کہیں نہ کہیں ضرور مل جائے گا۔ ان دونوں کے معنوں میں تھوڑا سا فرق ہے۔ کہیں کہیں کے معنی ہیں کسی کسی جگہ یعنی بہت کم۔ مثلاً کوئی کہے ”میں اس ملک میں اکثر پھرا نیم کا درخت کہیں کہیں نظر آتا ہے“ یا کوئی کہے ”میں اس ملک کے اکثر مقامات میں پھرا نیم کا درخت کہیں نظر آیا“ دوسرا اسکے جواب میں کہے ”ایسا تو نہیں کہ کہیں نہ“ آپ کو کہیں نہ کہیں ضرور نظر آئے گا۔ صورتِ نفی میں زیادہ زور ہوتا ہے۔

در درہ جائے گا کہیں نہ کہیں

۳۔ جہان جہان جس جس جگہ کے معنوں میں آتا ہے۔ جیسے جہان جہان گیسائی افتاد پڑی۔

۴۔ ادھر ادھر ایک ساتھ مل کر بھی آتے ہیں اور بالمقابل الگ الگ فرقوں میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ جیسے

کہیں ادھر ادھر پھرتے ہو۔ ادھر یہ چلا رہا ہے اُدھر وہ کھڑا رہا ہے۔

۵۔ یون جیسے یون گنو۔ یون تو یہ بھی بُرائیں۔

کہتے تھے کہ یوں کہتے یوں کہتے جو بار آتا سب کہنے کی باتیں ہیں کچھ بھی نہ کہا جاتا

یہاں اس طرح کے معنی ہیں۔ لیکن کبھی اس خیال یا اس لحاظ کی جگہ آتا ہے مگر تو اسے ساتھ

یوں تو محبوں کے بھی چچا ہیں ہم (میر)

یوں تو ہر شخص اپنی رائے کا مختار ہے۔ کبھی یہ کے معنوں میں جیسے

یوں کیوں نہیں کہتے کہ مجھے جانا ہی منظور نہیں۔

۶۔ پرے۔ سمت کے ساتھ فاصلے کو بھی بتاتا ہے۔ جیسے وہ کھیت اُس سے پرے ہے

پرے جا یا پرے ہٹ کے معنی دور ہو کے ہیں۔

اہل لکھنؤ اس لفظ کو استعمال نہیں کرتے بلکہ ناپسند کرتے ہیں۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ان

معنوں میں کوئی دوسرا لفظ بھی نہیں۔ اُن کی طرف سے ادھر کا لفظ پس کیا جاتا ہے۔ لیکن

اہل ذوق جانتے ہیں کہ ادھر اور پرے میں بہت فرق ہے لیکر درے قریب کے لیے

انہیں معنوں میں مستعمل ہے۔

۷۔ ویسے، قریب قریب یوں کے معنوں میں جیسے ویسے تو یہ بھی اچھا ہے

(یعنی معمولی حالت میں)

کیسے تعجب کی حالت میں جیسے بادل آسمان پر کیسے دوڑے دوڑے پھرتے ہیں۔

کبھی کیونکر کے معنوں میں بھی آتا ہے جیسے پیاز سی بات کیسے کٹے گی۔ یہاں کیسے آتا ہوا۔

اتنا میں کے ساتھ مل کر تیز فعل زمان کا کام دیتا ہے جیسے اتنے میں وہ آگیا۔ بعض

اوقات قیمت کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے یہ چیز اتنے میں آئے گی۔

۸۔ ہی جیسے یہ تو ہے ہی مگر تلاش اس سے اچھی کی ہے۔ وہ جانا ہی نہ تھا بڑی

مشکل سے بھیجا ہے۔ میں تو آ ہی چکا تھا، بلانے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ جانا ہی نہیں۔

وہ اس کے دم میں آ ہی گیا۔

۹۔ سہی (اسکی اصل صحیح بتائی جاتی ہے اور قدیم اردو میں اس لفظ کو صحیح ہی کہتے تھے) جیسے سُن تو سہی۔ کہہ تو سہی۔ اکثر تو کے ساتھ مل کر آتا ہے۔

بعض اوقات اپنے اصل معنوں کی طرف رجوع کرتا ہے جیسے

بھڑکی سہی اور اسی چین چین سہی سب کچھ سہی بہ ایک نہیں کی نہیں سہی

کبھی دھمکی کے معنی دیتا ہے جیسے آؤ تو سہی۔ کھاؤ تو سہی (ان معنوں میں ہمیشہ تو کے ساتھ آتا ہے) کبھی آمادگی ظاہر کرتا ہے جیسے تم جاؤ تو سہی پھر دیکھا جاوے گا۔

کبھی استغنا ظاہر کرتا ہے لیکن حرف نفی کے ساتھ

نہ مستالیش کی تمنا نہ صلہ کی پروا نہ سہی گرمے اشعار میں معنی نہ سہی

نہوئی گرمے مرنے سے تسلی نہ سہی امتحان اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی

تو بھی تمیز فعل کے لیے آتا ہے جیسے دیکھوں تو۔ بیٹھو تو۔

۱۰۔ کہ بعض اوقات محاورے میں ایسے موقع پر بولتے ہیں جبکہ ایک فعل کے وقوع میں آنے سے پہلے کوئی دوسرا فعل واقع ہو۔ جیسے میں آواز دینے ہی کو تھا کہ وہ آگیا وہ بولے ہی کو تھا کہ میں نے روک دیا۔ ان جملوں میں کہ تمیز فعل زمان ہے اور عیب یا اتنے میں کے معنی دیتا ہے۔

۱۱۔ جی، کبھی تھوڑا اور کے معنوں میں جیسے کھڑو بھی چلے جانا۔

کبھی رنج تامل کے لیے جیسے کھا بھی لو۔ کھج بھی رو۔

کبھی اختصار اضطراب کے لیے جیسے چلو بھی دیئے بہت بیٹھے اب جلد چلو

اشترک کے لیے۔ وہ بھی آئے تم بھی آؤ۔

یہ بھی جاری ہے وہ بھی جاری ہے (دراغ)

رہا ہوں رنڈ بھی لے شیخ پارسا بھی مین (حالی)

۱۲۔ خیر (مے کے ساتھ) اچھی حالت کے ظاہر کرنے کے لیے جیسے خیر سے مین یا خیر سے پہنچ گئے۔

کبھی طنزاً جیسے خیر سے آپ ملک کے بڑے ہمدرد اور ہی خواہ مین اکثر خیر کا لفظ ابتداء سے کلام مین آتا ہے جس سے مقصود گفتگو ختم کرنے کا ہوتا ہے، یا ایک مضمون سے اعراض کر کے دوسرے کے شروع کرنے کا منشا ہوتا ہے جیسے خیر یہ تو سب کچھ ہوا اب ارادہ کیا ہے۔ خیر اب تشریف لیجا کیے پھر دیکھا جائے گا۔

کبھی استغنا کے معنی ظاہر کرتا ہے جیسے خیر کیا مضائقہ ہے۔

اچھا یا بہتر کے معنوں مین، خیر یوں ہی سہی۔

خیر ہوی یا خیر گزری محاورے مین مستعمل ہے جس کے معنی یہ مین کہ کوئی مصیبت آئے آتے رہ گئی یا کوئی آفت آئی تھی مگر ایسے ضرر سے محفوظ رہا ہے۔ جیسے بڑی خیر ہوئی کہ تم وقت پر پہنچ گئے ورنہ جان کے دے پڑ گئے تھے۔ بڑی خیر گزری کہ کسی کو خبر نہ دی۔ کبھی دہکی کے لیے جیسے خیر دیکھا جائے گا۔

۱۳۔ اچھا خیر کے دوسرے معنوں مین یہ بھی استعمال ہوتا ہے جیسے اچھا یہ تو کو تم آؤ گے کب اچھا اب چلتے ہو یا نہیں۔

استدراکی معنوں مین جیسے اچھا تو تم خواہ مخواہ اسکے پیچھے کیوں پڑے ہو۔

ہم پیشہ و ہم مشرب و ہم راز ہے میرا

غالب کو بڑا کیوں کہو اچھا مرے آگے

کبھی اظہار تعجب کے لیے، خصوصاً جب کسی ایسے امر کی اطلاع ہو جو خلاف توقع ہے۔ اچھا یہ

بات ہے۔ اچھا تو یہ معاملہ یوں تھا۔

مخاطب کے جواب میں کسی امر سے اتفاق ظاہر کرنے یا حکم کی تعمیل کے لیے جیسے اچھا جانا ہوا
اچھا ابھی حاضر ہوا۔

جملہ کی ابتداء میں محض ترمین کلام کے لیے جیسے اچھا یہ تو کو تھا اسے والد کتب تک یہاں ٹھہرنا
دہلی کے لیے جیسے اچھا سمجھ لیا گا۔

۱۴۔ جملہ کی ابتداء میں محض ترمین کلام کے لیے جیسے اچھا اس کی کس کو خبر تھی۔ جملہ یہ کہہ کر ممکن تھا
اچھے کے معنوں میں۔ جیسے

جملہ ہوا کہ تری سب برائیاں دیکھیں (میر)

کو کے ساتھ محاورے میں خیر یا اچھا ہونے کے معنوں میں جیسے بھلے کو وہ وہاں موجود تھے۔
سینا کے قریب تھی مسجد بھلے کو داغ
ہر ایک پوچھتا تھا کہ حضرت ادھر کہاں

۱۵۔ بارے مگر یا لیکن کے معنوں میں آتا ہے جیسے یہ سب کچھ سہی بارے اُسے کیا جواب دو
لیکن تیز فعل کی حالت میں اسکے معنی آخر یا بہر حال کے ہوتے ہیں جیسے بارے وہ
تھارے کہنے سے مان تو گیا۔ بارے گرتے پڑتے کچھ ہو تو گیا۔

ایسا کچھ کر کے چلو یہاں کہ بہت یاد رہو یہ بارے دنیا میں رہو غمزدہ یا شاد رہو
مگر استعمال کم ہوتا جاتا ہے

۱۶۔ کیوں، برے استغمام جیسے تم وہاں کیوں گئے؟

کبھی محض اظہار سبب کے لیے جیسے میں وہاں کیوں جاؤں جسے ضرورت ہوگی آپ بتائیگا۔
فعل تنو کے ساتھ کئی طرح استعمال ہوتا ہے۔

کبھی مخاطب کے کلام کی "انہید" کے لیے جیسے کیوں موجب آپ جیسے قدردان ملک کے ہوں۔
 کبھی طنز ابھی استعمال ہوتا ہے جیسے کیوں نہ تو آپ ہی تو غاندان کے چراغ ہیں۔
 کبھی محض زور دینے کے لیے جیسے

ہم انہیں سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

کسی مشکل کتاب کیوں نہ وہ فر فر پڑتا چلا جاتا ہے۔ (یہ صورت غنی تاکید اثبات کے لیے
 استعمال ہوتی ہے)

۱۷۔ مقرر، پہلے اکثر لکھا اور بولا جاتا تھا اب صرف نظم میں رہ گیا ہے اسکے معنی ضرور کے
 ہوتے ہیں جیسے

آٹھون کے پہلے مقرر حیلہ درمیان انشاؤں (خان)
 مسخرہ بن کے بھی آئے گا مقرر کوئی (شمس العلماء مولانا شبلی)

۱۸۔ بلا سے یہ فقرہ عموماً اظہار بے پروائی کے لیے استعمال ہوتا ہے جس کے معنی ہیں
 "ہماری طرف سے کچھ بھی ہو جائے۔"

دنیا میں بادشاہ ہو کوئی یا وزیر ہو اپنی بلا سے بچ رہا ہے جب فقیر ہو
 (اس صورت میں ضمیر اضافی کے ساتھ آتا ہے)

کبھی اس کے معنی کم سے کم کے بھی ہوتے ہیں جیسے بلا سے ہی ہو جائے (یعنی کم سے
 کم یا اور کچھ نہیں تو یہی ہو جائے)

۱۹۔ آگے۔ مکان کے لیے جیسے آگے آؤ۔

زمان کے لئے۔ جیسے

آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی ایکسی بات پر نہیں آتی

۲۰۔ ہوتو۔ تاکید کے لیے استعمال ہوتا ہے جس کے معنی ضرور کے ہوتے ہیں جیسے

ہوتو یہ تو وہی معلوم ہوتا ہے۔

۲۱۔ بعض اوقات حالیہ معطوفہ بھی تیز فعل کا کام دیتا ہے جیسے وہ کھلکھلا کر منس پڑا

وہ زندہ کمو کے نکلا گیا

نہیں دل لگی داغ یاروں سے کمدو کہ آتی ہے اردو زبان آتے آتے

جو حجرے میں بیٹھو تو اٹھو نہ جب تک کہ اٹھ جائیں ساتھی سب ایک ایک کر کے

۲۲۔ بعض اوقات اسم بھی تیز فعل کا کام دیتا ہے مگر ایسی صورت میں یہ عموماً جمع میں

استعمال ہوتا ہے۔ جیسے اس موسم میں اناج انگڑن بڑھتا ہے۔ وہ گھٹینوں چلتا ہے۔ خوشی

کے مارے اس کا دل بانسون اچھلتے لگا۔

۲۳۔ اسی طرح صفات بھی بعض اوقات تیز فعل کا کام دیتی ہیں جس کا بیان پہلے ہو چکا ہے

جیسے انکی بھلی کمی۔ وہ شر خوب کتا ہے۔ میں نے بہت سمجھایا۔

۲۴۔ اسکے علاوہ ہندی، فارسی، عربی، کے چھوٹے چھوٹے فقرے جو دو دو تین تین الفاظ سے

مل کر بنتے ہیں تیز فعل کا کام دیتے ہیں۔ جیسے کم سے کم، زیادہ سے زیادہ، تا امکان، حتی الوسع

بیٹھے بٹھائے، رفتہ رفتہ، جون کا توں، ہو ہو، وغیرہ وغیرہ۔

حروف ربط

حروف ربط میں سے حروف اضافت، حروف فاعل و مفعول کا ذکر مفصل اپنی اپنی جگہ پر

کر دیا گیا ہے۔ نیز ہندی حروف کے ماخذ و اصل سے بھی بحث ہو چکی ہے۔ اب یہاں بعض حروف

ربط کا صرف استعمال بتایا جائے گا۔

حروف ربط (چار) مفصلہ ذیل اسما کے بعد آتے ہیں۔

- ۱۔ اسم کے بعد جیسے اُحمر سے کہو۔
- ۲۔ صفت کے بعد (جب بطور اسم مستقل ہو) جیسے بد سے بچو نیک سے ملو۔
- ۳۔ ضمیر کے بعد۔ اس سے کہو۔
- ۴۔ فعل کے بعد۔ اس کے سننے میں فرق ہے۔
- ۵۔ تمیز فعل کے بعد۔ آہستہ سے نکل جاؤ۔

میں، ظرف مکان کے ساتھ جیسے

- عالم میں تجھ سے لاکھ سہی تو گھر کہاں ۔ وہ مجھے گلی میں ملا۔
 جو دل میں ہے وہ زبان پر نہیں۔ ح خالی جہم کے پیٹ میں ایک نقطہ۔
 منہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت۔ مرد ہو تو میدان میں آؤ۔
 سر پر ٹوپی نہ پاؤں میں جوتا۔ شیشے میں پری او ترا آئی۔

ظرف زمان کے ساتھ جیسے

- آٹھ میں پانچ منٹ باقی ہیں دیر میں آنے سے نہ آنا اچھا
 میر کا مزا چاندنی رات میں ہے سال میں ایک بار ہفتے میں چار بار
 آن میں کچھ ہے آن میں کچھ ہے۔ گھڑی میں تولہ گھڑی میں مارشہ

حالت یا کیفیت، طور یا طریقہ کے لیے۔ جیسے

- وہ غصے میں ہے۔ رنج میں یا خوشی میں ہے۔ وہ مارے خوشی کے آپے میں نہیں سماتا۔
 جوش میں آؤ۔ اللہ کے نام میں برکت ہے۔ حرکت میں برکت نہیں دانتوں میں ایک زبان
 نام میں کیا دھرا ہے۔ بات میں بات پیدا کرتا ہے۔ فریب میں آگیا۔ اسکی زبان میں اثر ہے

ہاتھ میں شفا ہے۔ دل میں کھوٹ ہے۔

انوار نسبت کے لیے جیسے عمر میں بڑا۔ اپنی گلی میں گٹا بھی شیر ہے۔

مقابلہ میں جیسے بھہ میں اس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ لاکھ میں ایک ہے

آدمی آدمی میں کیا فرق ہے۔

وزن کے لیے جیسے تول میں کم ہے۔ سیر میں چار چڑھتے ہیں۔

تعداد کے ساتھ جیسے دس آدمیوں میں تقسیم کرو۔ سو میں کم دہ لاکھ میں کم دہ

بیس میں کیسے گز رہو گا۔ پلن میں بد تیر دین۔ ہم بھی ہیں پانچویں سواروں میں۔

تعلق فعل کسی دوسرے اہم سے مل کر جیسے حقیقت میں، آخر میں، باتوں باتوں

میں، منہسی میں، خوشی میں وغیرہ۔

سے

کسی شے کی ابتدا یا ماخذ کو ظاہر کرتا ہے۔ کبھی ابتداء۔ لحاظ مکان جیسے

سرے پاؤں تک۔ باپ چوٹی سے اچھی تک پسینہ۔ اس سرے سے اس سرے تک

زمین سے آسمان تک۔ کمان سے کمان تک۔

بہ لحاظ زمان جیسے

چھ بجے سے بیٹھا ہوں۔ صبح سے انتظار کر رہا ہوں۔ کل سے یہی عالم ہے۔ برسوں سے

اسی محفے میں گرفتار ہوں۔ مدت سے، قدیم سے وغیرہ۔

بہ لحاظ تعداد کے

چھ سے سات تک

ماخذ یا اصل جیسے

وہ عالی خاندان سے ہے۔ یہ کمان سے آیا ہے۔ زمین سے نکلا۔ عین کی آواز حلق پر نکلتی ہے۔
نسبت۔ یا علاقہ۔ جیسے

مجھے کام سے کام ہے۔ اس سے مجھے کیا تعلق۔ اسے پڑھنے سے نفرت ہے۔ آنکھوں سے
اندھا، کانوں سے بہرا۔ دل سے دل کو راہ ہوتی ہے۔

مقابلہ جیسے

وہ اس سے کہیں بہتر ہے سخی سے سوم بھلا۔

استعانت جیسے

تلوار سے فتح کیا۔ قلم سے لکھا۔ ڈنڈے سے خبری۔ شاہ صاحب کی رعایت سے اچھا ہو گیا۔
انحراف

قول سے بات سے، وعدے سے پھر گیا۔ راستہ سے لوٹ گیا۔

علقہ گی یا جدائی جیسے

وہ نوکری سے الگ ہو گیا۔ کام سے گھبراتا ہے۔ شہر سے نکل گیا۔ کام سے جی چراتا ہے
دل سے اُتر گیا۔

متعلق فعل میں (کسی دوسرے اسم سے مل کر) جیسے

خیر سے، شوق سے، دل سے وغیرہ۔

دفع، بعض جہوں میں سے اور گئے کے استعمال سے بین فرق پیدا ہو جاتا ہے، لہذا
اس موقع پر اس کا فرق بتا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً

کمرے کے باہر اور کمرے سے باہر

میں فرق ہے کمرے کے باہر کے معنی ہیں کمرے کے باہر کی طرف اور کمرے سے باہر یعنی کمرے کے

اندرون۔ جیسے کمرے کے باہر بیٹھو۔ کمرے سے باہر جاؤ۔

اسی طرح، کس لیے اور کس کے لیے

میں فرق ہے۔ کس لیے کے معنی ہیں کیون یا کس غرض سے، اور کس کے لیے یعنی کس شخص وغیرہ کے واسطے۔

تک

اتہا کے لیے بہ لحاظ مکان جیسے

شہر تک۔ سر سے پاؤں تک۔

بہ لحاظ زمان جیسے شام تک، مہینہ بھر یا سال بھر تک۔ چھ بجے تک۔

عام اشیا اور خیالات کے لحاظ سے جیسے مجھ تک۔ اس کا نام تک نہ لیا۔ خبر تک نہوی

سلام تک نہ لیا۔ اب میان تک نو ہتہ پہنچ گئی ہے۔ خیال تک نہ آیا۔ گمان تک نہ تھا۔

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکں خاک ہو جائیگے ہم تم کو خبر ہونے تک

پیر

اصل میں اوپر سے ہے۔ پیر کا مخفف پے بھی دابل لکھنؤ زبر سے اور اہل دہلی زیر سے بولتے

ہیں، انھیں معنوں میں آتا ہے۔

پیر کسی شے کی اوپر کی سطح سے تعلق ظاہر کرتا ہے، خواہ متصل یا منفصل۔ اسکے بعد قوت

و درمیاں کے معنوں میں بھی آتا ہے۔

بہ لحاظ مکان جیسے

خدا کا دیا سر پر۔ چھت پر۔ بنارس گنگا پر واقع ہے۔ دروازے پر کھڑا ہے۔

بہ لحاظ زمان جیسے

وقت پر کام آیا۔

انحصار جیسے

میری زندگی اسی پر ہے۔ ایک بھی پر کیا ہے، سب کا یہی حال ہے۔

خاطر کے معنوں میں جیسے

وہ نام پر مڑتا ہے۔ روپیہ پر جان دیتا ہے۔

واسطے کے معنوں میں جیسے

کام پر گیا ہے۔ مہم پر گیا ہے۔

طرف کے لیے جیسے

اس کی باتوں پر نہ جانا۔ اس پر کسی کا خیال نہ گیا۔

ترداسنی پوشیج ہمارے نہ جانو داسن پچوڑ دین تو فرشتے وضو کریں
آگے

مکان کے لیے آتا ہے جیسے

گوہا تھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم رہتے دوا بھی سافر مینا مر کے آگے

مقابلہ کے لیے جیسے مرے آگے اسکی کیا حقیقت ہے۔ یعنی میرے سامنے۔

طرف

ایک مکان کے لیے آتا ہے جیسے شہر کی طرف گیا ہے۔ دوسرے جذبات و حالات

کے ظاہر کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً اس کا میلان مصوری کی طرف ہے۔ کسی

طرف سے بدگمان ہونا اچھا نہیں ہے۔ میری طرف سے اُسے بہت بیت پوچھنا۔

نزدیک

ایک تو قریب کے معنی ہیں جیسے بازار بھان سے نزدیک ہے۔ دوسرے اس کے معنوں میں بھی آتا ہے جیسے میرے نزدیک یہ درست نہیں۔

ساتھ

ایک تو معیت کے عام معنوں میں ہے۔

دوسرے جب ضمیر کے ساتھ آتا ہے تو باوجود و باوصف کے معنی دیتا ہے۔ جیسے اگرچہ سوقت اس نے صاف جواب دیدیا، لیکن اسکے ساتھ آئینہ کا وعدہ بھی کیا۔

حروف عطف

۱۔ دو لفظوں یا جملوں کو ملانے کے لیے اور عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے، لیکن اکثر حالیہ معطوف اسکی ضرورت کو رفع کر دیتا ہے اور وہ فصیح بھی ہوتا ہے مثلاً ”وہ کل ہی مجھے ملا اور گیا“ کہنے کے بجائے ”وہ کل ہی مجھے مل کر گیا“ کہنا زیادہ فصیح ہے۔

ایسے الفاظ میں جو جوڑا جوا مل کر آتے ہیں (خواہ معنوں میں تضاد ہو یا مترادف) اور یا کوئی اور حرف عطف داخل نہ کرنا ہی درست ہے بلکہ حرف عطف کا لانا خلاف محاورہ اور غیر فصیح ہوگا۔ جیسے

ہاتھ پاؤں میں سکت نہیں۔ کھیل کود میں رہتا ہے۔ دن رات یہی مشغلہ ہے۔
 بُرے پہلے میں تمیز نہیں۔ دکھ سکھ میں کام آسنے والا۔ چلنے پھرنے سے معذور ہے۔
 کام کاج دوست دشمن اپنا پرایا، آج کل، کھانا پینا، رونا بھینکنا، لنگڑا ہونا، سینا پر ہونا
 میں دین، سچ، سچا، سمجھا، سمجھا کر، پھٹے پھٹے کپڑے، چھوٹے بڑے بچے وغیرہ وغیرہ۔ (فارسی

میں بخلات اسکے ایسے مقامات پر عموماً حرف عطف استعمال ہوتا ہے

ہندی کا اور اور فارسی کا و دونوں ایک ہی معنوں میں آتے ہیں۔ لیکن استعمال میں یہ فرق ہے کہ و صرف فارسی عربی الفاظ کے ساتھ آتا ہے۔ ہندی الفاظ کے ساتھ اس کا استعمال بخلات فصاحت خیال کیا جاتا ہے۔

(۲) بعض اوقات اور جن دو جملوں کو ملاتا ہے، ان کے افعال سے دو کاموں کا۔ تقریباً ایک ساتھ واقع ہونا ظاہر کرتا ہے۔ جیسے تم آئے اور وہ چلا۔ تم گئے اور آفت آئی۔ تم اُٹھے اور وہ بھاگا۔

(۱) ایسے جملوں میں ماضی مستقبل کے معنی دیتی ہے،

(ب) کبھی دہکی کے معنی دیتا ہے۔ جیسے پھر تم ہو اور میں ہوں۔ اب تم جاؤ اور وہ جائے۔

(ج) کبھی لزوم کے لیے، یعنی ایسا تعلق ظاہر کرنے کے لیے جہین جدائی یا علیحدگی ممکن نہیں جیسے تیرا دامن ہے اور میرا ہاتھ۔ میں ہوں اور تیرا در۔ یہ نیلا آسمان ہے اور میں ہوں۔ بعض اوقات تیز بھی اور کے معنوں میں آتا ہے۔ جیسے اس کا سارا سانس سامان نیز جانک اور منقولہ وغیرہ منقولہ اس کے حوالہ کر دی گئی۔

۳۔ علاوہ نہ، نہ... نہ، یا، یا... یا، خواہ، چاہے کے کہ بھی حرف تردید کا کام دیتا ہے جیسے، کوئی ہے کہ نہیں۔

کیا شکایت کوئی بھارتی کرے تم کو کیا ہے کوئی جیسے کہ مرے۔

یہ حرف کہ سنسکرت کی لفظ کینوا یا کینا بمعنی یا سے بنا ہے مرہٹی میں بھی کینوا ہے، لیکن ہندی میں مثل اُردو یا ہندی کے کہ یہی مستعمل ہے گمان معنوں میں اکثر تنقیدیں جملوں میں آتا ہے۔

بعض اوقات حرف تروید محذوف بھی ہوتا ہے۔ جیسے 'ملونہ ملو' وہاں اس کی پرکشش نہیں (دیوان یا محذوف ہے)

۴۔ جو شرطیہ معنوں میں بھی کبھی آتا ہے۔ جیسے 'میں جو وہاں گیا، تو کیا دیکھتا ہوں کہ بیہوش پڑا ہے۔' (غرض یہ عموماً بول چال اور نظم میں زیادہ تر استعمال ہوتا ہے۔
حروف عطف شرطیہ بعض اوقات محذوف بھی ہوتے ہیں۔ جیسے وہ مہینے ماننا تو میں کیا کروں۔

جب اول بمعنی جس وقت جیسے، جب میں آؤں تو انھیں اطلاع کر دینا۔
دوسرے بمعنی اسی وقت جیسے یہ کام جب ہی ہو سکتا ہے کہ وہ بھی مدد دے۔
اس صورت میں جب کے ساتھ جی بھی آتا ہے اور جواب میں بجائے تو کے کہ استعمال ہوتا ہے۔

تیسرے بمعنی تب جیسے لکھنے پڑھنے میں بڑی سخت محنت کرنی پڑتی ہے۔ جب کچھ آتا ہے۔

جب اکثر تک سے مل کر آتا ہے اور شرطیہ معنی دیتا ہے جیسے جب تک میں نہ آؤں تم وہاں سے نہ ہٹنا۔ یہ عموماً حرف نفی (نہ یا نہیں) کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔

بعض اوقات بغیر حرف نفی کے بھی استعمال ہوتا ہے اور اس وقت اسکے معنی جس وقت تک کے ہوتے ہیں۔ جیسے جب تک میں یہاں ہوں، تمہیں کوئی اندیشہ نہیں۔

۵۔ تب یا تو شرطیہ جملوں میں شرط کے جواب میں آتے ہیں۔ اس لیے ان کو حرف جزا کہتے ہیں۔ تب کا استعمال جزا کے لیے کم ہو گیا ہے۔

نہیں تو، ورنہ اور ورنہ بھی شرطیہ معنوں میں آتا ہے۔ جیسے آتے ہو تو آؤ، نہیں تو

میں جاتا ہوں وغیرہ۔

۶۔ گو، اگرچہ، مگر لیکن بلکہ چہ استدراکی معنوں میں آتے ہیں۔ اسکی تین حالتیں ہوتی ہیں

(۱) قول ماقبل کی مخالفت یا

(۲) اس میں تغیر بوجہ توسیع معانی یا

(۳) قول ماقبل کے محدود کرنے کے لیے۔

حروف مندرجہ بالا میں مگر، لیکن، پر اکثر گو اور اگرچہ کے جواب میں آتے ہیں۔ جیسے کہتے سب ہیں پر زبان سے کوئی نہیں نکالتا۔ اگرچہ تم ہر فن میں کمال رکھتے ہو لیکن قیمت کا لکھا کون مٹا سکتا ہے۔ اگرچہ وہ پشتینی اسیر ہے، مگر مزاج فقیروں کا سا پایا ہے۔ گو وہ بظاہر خوش ہے لیکن دل کا مالک اللہ ہے۔

چکورا اور شہباز سب اوج پر ہیں

مگر ایک ہم ہیں کہ بے بال و پر ہیں

کم تو کیا ہوتا بلکہ اور بڑھ گیا۔

دکے دیک دیک بجائے لیکن کے نظم میں استعمال ہوتے ہیں۔

پر کا مخفف پ (جسے اہل لکھنؤ پے بالفتح اور اہل دہلی پے بالکسر کہتے ہیں)

یوں چال کے فقر وں اور نظم میں اکثر آتا ہے جیسے

سمجھ ہم کو آئی ہے نا وقت آئی

اگرچہ اور گو کے جواب میں تو بھی اور تاہم بھی استعمال ہوتے ہیں۔

سو بھی کبھی ان معنوں میں آتا ہے جیسے

ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں سو وہ بھی نہوا

۷۔ حروف عطف جو استثنا کے لیے آتے ہیں یہ ہیں۔ آ، مگر اور بعض اوقات لیکن جیسے

سب آئے مگر احمد نہ آیا۔ سب نے حامی بھری الا اس بندے نے۔

۸۔ حرف علت جو علت یعنی سبب کے ظاہر کرنے کے لیے عموماً استعمال ہوتے ہیں یہ ہیں۔

کہ، کیونکہ، اس لیے کہ، اس واسطے کہ، تاکہ، لہذا۔ جیسے کوشش کیے جاؤ کہ اسی میں

کامیابی کا راز ہے۔ محبت پیدا کرو کیونکہ عالم اسی پہ قائم ہے۔ اُن سے ضرور ملو اس لیے

کہ اُن سے ملنا باعث سعادت ہے۔ وہ خود گلیا، تاکہ سارا معاملہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔

اسیے اور لہذا چونکہ کے جواب میں آیا کرتے ہیں جیسے

چونکہ وہ ناراض ہیں لہذا میں بھی اُن سے نہیں ملتا۔

کبھی جو بھی علت کے لیے آتا ہے جیسے

فقیر کے دل میں اُسکی کچھ ایسی ہی محبت ہے جو ایسے وقت میں بھی اُسی کا دم بھرتا ہے۔

۸۔ جیسا (جیسے) اور گویا بعض وقت عطف کا کام دینے اور صرف تشبیہ یا مقابلہ کے لیے آتے ہیں جیسے

وہ لکڑی اس طرح رکھی تھی جیسے کوئی انسان کھڑا ہو۔ ہرگز ہوا اُسکو نہیں لگتی گویا فانوس بجلی

آسمان ہے (باغ و بہار)

۹۔ کہ حرف بیانہ ہے، اور ہمیشہ دو جملوں کے ملانے کے لیے آتا ہے۔ جیسے، میں

سمجھا کہ اب وہ نہ آئے گا۔

یہ حرف عموماً مقولہ کے بعد آتا ہے یا مقصد ارادہ، امید، خواہش، رجحان، حکم، نصیحت یا مشورہ

ڈر، اجازت، کوشش، ضرورت یا فرض کے اظہار کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے

میرا ارادہ ہے کہ اب یہاں سے چل دوں۔

میں نے کہا کہ تمہارے یہاں رہنے کی ضرورت نہیں۔

میں نے کہا کہ بزمِ ناز چاہیے غیر سے ہتی
 سنس کے ستم ظریف نے جھکواٹھا دیا کہ یون

تم کو لازم ہے کہ اب وہاں نہ جاؤ۔ اُسے چاہیے کہ ایسا نہ کرے۔ اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ خانہ
 نشین ہو جائے۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ آ نہ جائے۔ اگر اسکی یہ آرزو ہے کہ اس بارے میں کامل
 تحقیق کرے تو کسی ماہر فن سے ملنا چاہیے۔ میری رائے یہ ہے کہ تم اب چل دو وغیرہ۔
 کبھی ضمیر موصولہ کے بعد آتا ہے۔ جیسے، جو رات کم نے ظاہر کی وہ صحیح نہیں ہے۔
 اسی طرح جب کے ساتھ بھی مل کر آتا ہے۔ جیسے، جبکہ وہ بیان نہیں ہے تو تھیں ایسا
 کرنا لازم نہیں۔

حروف تخصیص

حروف تخصیص یا حصہ میں ہی کا مفصل ذکر پہلے ہو چکا ہے تو کے متعلق البتہ
 بیان کسی قدر بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

(۱) تاکید فعل جیسے سنو تو۔ کو تو وغیرہ
 (۲) تکمیل مقصد جیسے یہ کہہ کر وہ تو چلے گئے۔ سارا سامان مہیا کر کے وہ تو الگ
 ہو گئے۔ یعنی جو کام اُن کے ذمہ تھا اس کی تکمیل کر دی۔

(۳) خاص قسم کا زور ظاہر کرتا ہے۔ جیسے، جسے تم تلاش کرتے تھے وہ میں ہی
 تو ہوں۔ جس کے سامنے ایک عالم سر جھکا تا ہے وہ یہی تو ہے۔

(۴) دہائی کے لیے۔ جیسے، دیکھو تو وہ پستے کرتا ہے۔
 ان معنوں میں اکثر سہی کے ساتھ مل کر آتا ہے۔ جیسے آئے تو سی۔

یہ حروف تخصیص ہمیشہ اُن الفاظ کے متصل آتے ہیں جن کی تخصیص یا تاکید مقصود ہوتی ہے
سوائے ضمیر کلم (میں) کے جبکہ اسکے ساتھ علامت فاعل آئے آئے۔ اس صورت میں آئے ان کے
درمیان واقع ہوتا ہے۔ جیسے، میں نے ہی کہا تھا۔ باقی حالتوں میں ہمیشہ متصل آتا ہے۔ جیسے
اس نے کہا تھا وغیرہ۔

تو بھی ہمیشہ اس لفظ کے ساتھ جس کی تخصیص کرتا ہے، مگر جب علامات فاعل و مفعول
و اضافت یا حرف ربط آتے ہیں تو اُن کے بعد آتا ہے۔ جیسے، تم کو تو خبر تک نہ ہوئی۔ میں نے
تو پہلے ہی کہہ دیا تھا۔ اس کا تو کام ہی تمام ہو گیا۔

تو اور جی مل کر بھی آتے ہیں۔ جیسے، یہ میں ہی تو تھا۔ تم ہی تو تھے۔
ہو تو ہو میں پورے فقرے کے ساتھ تو خاص معنی رکھتا ہے۔ یہ اس وقت کہتے
ہیں جبکہ کسی امر کے متعلق آخری چارہ کار بتانا مقصود ہو۔ جیسے
موت ہی سے کچھ علاج در ذفرقت ہو تو ہو
غسل میت ہی ہمارا غسل صحت ہو تو ہو۔

تکرار الفاظ

تکرار لفظی اردو زبان کی بڑی خصوصیات میں سے ہے اور اس لیے ہم نے یہ مناسب
خیال کیا کہ اس خصوصیت کا ذکر مختصر طور پر علیحدہ کیا جائے۔
اردو میں تمام اجزائے کلام (یعنی اسم صفت، ضمیر، فعل، تہذیر فعل) سوائے حروف
ربط و عطف کے ایک ہی ساتھ مکرر استعمال ہو سکتے ہیں۔ الفاظ کے دہرانے سے ہر ایک کے
معنی پیدا ہوتے ہیں نیز اختلاف، زور، تاکید یا سبائے کا اظہار ہوتا ہے۔

۱۔ اسم کی تکرار سے ہر ایک کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔ مگر وہ سب پر شامل ہوتا ہے جیسے گھر گھر عید ہے۔ یعنی ہر گھر میں۔

کبھی یہ اضافت کے ساتھ آتا ہے، یعنی وہ اسم جس کی تکرار ہوتی ہے وہ مضاف و مضاف ہے۔ جیسے میرا روان رواں اس کو عادت رہا ہے۔ (یعنی ہر ایک روان) بعض وقت اضافت کے ساتھ بھی ہر ایک کے معنی میں آتا ہے مگر سب پر شامل نہیں ہوتا۔ مثلاً وہ برس کے برس آتا ہے یعنی ہر برس۔

۲۔ کبھی مختلف کے معنی نکلتے ہیں۔ جیسے ملک ملک کا جانور وہاں جمع تھا یعنی مختلف ملکوں کے جانور)۔

۳۔ کبھی اسم کی تکرار سے زور مبالغہ یا تاکید نکلتی ہے۔ جیسے دل ہی دل میں کڑھتا رہا۔ یلی ہی یلی پکارتا رہا۔

(۱) یہ استعمال اکثر ہی کے ساتھ ہوتا ہے۔ بعض اوقات جب پہلا اسم جمع ہو تو بغیر ہی کے بھی آتا ہے جیسے ہاتھوں ہاتھ، راتوں رات

(ب) بعض اوقات پہلا اسم اضافت کے ساتھ آتا ہے یعنی دونوں کے بیچ میں اضافت ہوتی ہے۔ جیسے اتنا بڑھا کر بیل کا بیل ہی رہا۔ یا جاہل کا جاہل ہی رہا۔ یا آدمی کیا ہو کر یو کا دیو ہے۔ یا ڈھوکا ڈھوکا ہے۔

(ج) بعض اوقات اس قسم کی تکرار سے کل کے معنی ہوتے ہیں جیسے خاندان کا خاندان (یعنی کل خاندان) قوم کی قوم، شہر کا شہر اس میں مبتلا ہے۔ آوے کا آواگرا ہو رہی۔ ایک شہر کیا غول کی غول مر رہی ہے۔

(د) کمزرت کے معنی بھی آتے ہیں۔ جیسے درختوں کے جھنڈ کے جھنڈ کھڑے تھے۔

دیوان کے دیوان پڑھ ڈالے۔ جنگل کے جنگل کاٹ ڈالے۔ خم کے خم پی گیا۔ ہرنون کی قطارین کی قطارین کھڑی تھیں۔

ف۔ یہاں یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جب تکرار الفاظ اضافت کے ساتھ کثرت کے مسنونین آتا ہے تو کے کا عمل اس پر نہیں ہوتا۔ جیسا کہ دوسری حالت میں ہونا چاہیے۔ یعنی قطاروں کی قطارین یا دیوانوں کے دیوان نہیں کہیں گے بلکہ دیوان اور قطارین اپنی اصلی حالت پر قائم رہیں گے اور کے کا عمل اُن پر نہیں ہوگا۔

دکا، کبھی اس بکمر سے کام جاری رہنا پایا جاتا ہے جیسے شرک کے کنارے کنارے چلا جا۔

دو، بعض اوقات تکرار لفظی سے (اضافت کے ساتھ) تغلیل ظاہر ہوتی ہے۔ جیسے رات کی رات ملاقات رہی۔

سینے میں قلزم کو لے قطرے کا قطرہ رہا

بل بے سائی تری اُن رسا سمندر کے چور

وہ بات کی بات میں مگر لگیا (یعنی ذرا سی بات میں) وقت کے وقت یعنی فی الفور۔

ز۔ کبھی ایک جملے میں دو لفظوں کا تکرار ہوتا ہے اور اس سے ہر دو کی مقبولیت

ظاہر ہوتی ہے۔ جیسے روپیہ کا روپیہ گیا اور عزت کی عزت (یعنی روپیہ اور عزت دونوں گئے) وہ آدمی کا آدمی ہے اور بندر کا بندر (یعنی آدمی بھی ہے اور بندر بھی)۔

ح۔ مثل ہے کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی (یعنی دودھ الگ اور پانی الگ۔ دلوں انصاف) کھوٹے کھرے کی پوری پرکھ۔

ط۔ کبھی مگر بہت کم پہلے اسم کے ساتھ آتا ہے اور اسکے معنی مبالغہ یا زیادہ

یا جاری رہنے کے ہوتے ہیں جیسے دوڑا دوڑا گیا۔ مارا مارا پھرا۔

۴۔ صفات کی تکرار سے بھی یہی معنی پیدا ہوتے ہیں یعنی اسم کی طرح ہر ایک کے معنی دیتے ہیں۔ جیسے، شہر کے سب بڑے بڑے لوگ موجود تھے۔

چھوٹے چھوٹے ایک طرف ہو جائیں اور بڑے بڑے ایک طرف۔

(۲) بعض اوقات اختلاف (یعنی مختلف ہونا) ظاہر ہوتا ہے جیسے سنے سنے کام انوکھی انوکھی باتیں (مختلف قسم کی)

(۳) اظہار مبالغہ کے لیے جیسے، مٹھی مٹھی باتیں۔ کٹے کٹے آم۔ کالا کالا رنگ۔ سفید سفید دانے۔ اُجھے اُجھے کپڑے۔

کبھی پہلی صفت کے ساتھ اضافت بھی آتی ہے۔ جیسے ننگے کاننگا، جو سے کا پھوکا وغیرہ

(۴) کبھی تغذیل کے لیے جیسے دال میں کچھ کالا کالا ہے۔ اس میں مجھے سفید سفید دکھائی دیتا ہے۔

۵۔ اسی طرح اعداد بھی تکرار آتے ہیں۔

(۲) ہر ایک کے معنی میں جیسے اُنکو چار چار روپیہ ملے۔

یہ استعمال حالیہ معطوفہ کر کے کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ جیسے دو دو کر کے گئے۔ ایک ایک کر کے آئے

(ب) جب عند مرکب ہو تو صرف آخری حصے کا تکرار ہوتا ہے جیسے ایک روپیہ آٹھ روپیہ

آئے دے۔

(ج) آٹھ روپیہ دیدو اور آٹھ روپیہ دیدو۔ ان دونوں میں فرق ہے

پہلے جملے کا مطلب ہے کہ کل روپیے جو دینے کے ہیں آٹھ ہیں۔ دوسرے جملے کے یہ معنی ہیں

کہ فی کس آٹھ روپیہ دو۔

اسی طرح چار چار پہر بجا رہتا ہے۔ یعنی ہر دفعہ جب وہ آتا ہے تو چار پہر گزار دیتا ہے۔ تین تین گھنٹے کے بعد کھاؤ یعنی ہر تین گھنٹے کے بعد۔ آٹھ آنے کے ٹکٹ لاؤ اور آٹھ آنے کے ٹکٹ لاؤ۔ ان دو جہازوں کے معنوں میں بھی فرق ہے۔ پہلے کے یہ معنی ہیں کہ کل آٹھ آنے کے ٹکٹ لاؤ۔ دوسرے کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک ٹکٹ آٹھ آنے کا ہو۔

۶۔ ضمائر بہ تکرار آتی ہیں

(۲) ہر ایک معنوں میں۔ جیسے، وہ اپنے اپنے گھر سدھا رہے۔

(ب) مختلف کے معنوں میں۔ جیسے، جو جو جس کا طالب ہو حاضر ہو جائے۔ اس نے

کیا کیا نہ کہا اور میں نے لیا کیا نہ سنا۔

(ج) کوئی اور کچھ کی تکرار سے کمی یا تفصیل ظاہر ہوتی ہے۔ جیسے اب بھی کوئی کوئی مل جاتا ہے۔ کچھ کچھ درد باقی ہے۔ کبھی بیچ میں نہ حائل ہوتا ہے۔ جیسے کوئی نہ کوئی مل ہی رہے گا۔ کچھ نہ کچھ ضرور کہتے رہتے ہیں۔

۷۔ افعال کی تکرار حالیہ تک محدود ہے۔ اور ہر روز زبان کے محاورے میں اسکا استعمال بکثرت ہے۔

(۱) فعل کی تکرار محض۔ جیسے۔ یہ لکڑیاں بہہ کر آتی ہیں۔ وہ پوچھتے پوچھتے میان تک پہنچ گیا۔ کھیاں چھوٹوں پہ آکر بیٹھتی ہیں۔

(۲) بعض افعال کی تکرار سے مبالغہ یا کثرت ظاہر ہوتی ہے۔ جیسے میں کہتے کہتے تھک گیا۔ روتے روتے اسکی آنکھیں سوج گئیں۔ وہ رورور کر اپنا حال کہنے لگا۔ ہنسنے ہنسنے پیٹ میں بل پڑ گئے۔ پانی پیتے پیتے پیٹ ابھر گیا۔

۸۔ مسند آشیان کے قریب چار سنگے

مکان اڑ گئے آمد حیاں آسے آسے

تن تن کے بیٹھا تھا۔ خدا خدا کر کے اب رستہ پر آیا ہے۔

(۳) کبھی فعل کی طوالت اور جاری رہنے کو بتاتا ہے جیسے اسی طرح چیتے چیتے منزل مقصود کو پہنچ گئے۔ آم پڑے پڑے سڑ گئے۔ سیکھتے سیکھتے آہی جاتا ہے۔ لکھتے لکھتے خطا چھا ہو ہی جاتا ہے۔

(۴) کبھی مختلف کے معنی دیتا ہے جیسے وہ پیترس بدل بدل کر آتا ہے یا نام بدل بدل کر یا بھیس بدل بدل کر آتا ہے۔ شریا قہقہے سناتا کر خوش کرتا ہے کھانے کھلا کھلا کر بلا لیا۔

(۵) بعض اوقات آہستہ آہستہ یا رفتہ رفتہ کے معنی ہوتے ہیں خاص کر ہوتے ہوتے نوان معنوں میں بہت آتا ہے۔ علاوہ اسکے دوسرے افعال بھی ان معنوں میں آتے ہیں جیسے

نہیں دل لگی داغ یاروں سے کدو

کہ آتی ہے اردو زبان آتے آتے

(۶) دیکھتے دیکھتے دفعۃً یا بہت کم عرصے کے معنوں میں آتا ہے۔ جیسے وہ دیکھتے دیکھتے بڑا آدمی ہو گیا۔ (یعنی ہمارے دیکھتے دیکھتے یعنی بہت کم عرصے میں یا یکایک)

(۷) کبھی تکرار سے یہ معنی پیدا ہوتے ہیں کہ ایک کام ہونے ہی کو تھا کہ دفعۃً ٹوک گیا۔ جیسے وہ کہتے کہتے ٹوک گیا۔ وہ جاتے جاتے رہ گیا۔

(۸) جب کسی کام کے اثنائیں کاوٹ ہو جاتی ہے تو بھی حالیہ کا کھرا آتا ہے جیسے وہ پڑھتے پڑھتے سو گیا۔ وہ قصہ سناتے سناتے یکبارگی چپ ہو گیا۔

اچل مڑھی تو کمان آتے آتے

(۹) بعض اوقات پہلا فعل مذکور ہوتا ہے اور دوسرا مختلف جیسے دیکھا دیکھی روار دی

(۱۰) بعض اوقات فعل لازم اور اسی کے متعدی کے حالیہ محاورے میں مل کر آتے

ایں جیسے خواہ خواہ بیٹھے بٹھائے مصیبت میں نہیں گئے۔ مگر یہ سماعی ہے ہر فعل استعمال

اس طرح نہیں ہو سکتا۔

دونوں مل کر کبھی صفت کا کام بھی دیتے ہیں جیسے سنی سنائی باتوں پر نہ جاؤ۔

(۱۱) بعض اوقات لازم یا متعدی کا حالیہ دوسرے فعل لازم کے ساتھ آتا ہے اور

انکے درمیان تہ صرف نفی واقع ہوتا ہے۔ جیسے مارے نہ مرے۔ مٹائے نہ مٹے دیا بیٹے

نہ مٹیں گے) اس سے بھی کلام میں زور پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے۔

(۱۲) کبھی زور اور تاکید کے لیے ماضی مثبت اور منفی کا بھی تکرار ہوتا ہے لیکن حزن

چرچ میں ضرور آتا ہے۔ جیسے گیا پر گیا۔ نہوا پر نہوا۔

(۱۳) کبھی خاص طور پر متوجہ کرنے کے لیے امر کو تکرار بولتے ہیں جیسے دیکھو دیکھو کیا

ہو رہا ہے۔ سٹلو سٹوایہ کوئی کار ہا ہے۔ اسی طرح ہٹو ہٹو، بچو بچو!

۸۔ تمیز فعل بھی زور اور تاکید کے اظہار کے لیے تکرار آتا ہے جس کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے

جیسے 'جہان جہان'، 'جون جون'، 'روز روز'، ہمیشہ ہمیشہ، ہوئے ہوئے، ہرگز ہرگز، کبھی کبھی

کہاں کہاں، کہیں کہیں۔ کبھی نفی کے ساتھ جیسے کہیں نہ کہیں، کبھی نہ کبھی۔

(۱۴) انھیں محزون میں حزن اضافت کے ساتھ تکرار آتا ہے۔ جیسے وہاں کا وہاں، دیکھا

اسی طرح یہاں کا یہاں یا جہان کا تہاں۔ یہ سب تکرار تمیز فعل (مکان) میں خاص مذکور

پیدا کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔

یہاں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ حروف اضافت اس اسم کے مطابق ہوں گے جس سے یہ

متعلق ہے۔ یعنی اگر مؤنث کے لیے ہے تو یہاں کی یہیں ہوگا اور اگر مذکر کے لیے ہے تو

یہاں کا یہیں)

اسی طرح جیسے جیسے، کیسے کیسے وغیرہ بھی متعل ہیں۔

۹۔ حروف ربط بھی اسی طور پر محاورے میں بہ تکرار آتے ہیں اور ان سے معنوں میں ایک خفیف سا تغیر پیدا ہو جاتا ہے۔ جیسے ادھر ادھر وہ تھے اور بیچ بیچ میں ہم۔ کبھی بیچ زیادہ زور دینے کے لیے اوو میں دسط کے ظاہر کرنے کی خاطر پہلے کی جمع لاتے ہیں یعنی بیچوں بیچ۔ جیسے صمن کے بیچوں بیچ یا مالاب کے بیچوں بیچ اسی طرح۔ میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ وہ آگے آگے چارے تھے۔ وہ ان کے ساتھ ساتھ تھے۔

۲۔ نحو ترکیبی

جملوں کی ساخت کے باب میں

مفرد جملے

(جملے کے اجزا)

اردو میں بھی دنیا کی اور زبانوں کی طرح جملے کے اہل عنصر دو ہیں۔ ایک مبتدا اور

خبر۔ ان میں

مبتدا وہ شخص یا شے ہے جس کا ذکر کیا جاتا ہے۔

خبر جو کچھ اُس شخص یا شے کی نسبت ذکر کیا جاے۔

اردو میں مبتدا مفصلہ ذیل اجزائے کلام ہو سکتے ہیں۔

(۱) ایک اسم یا ضمیر حالت فاعلی میں۔

(۲) دو یا دو سے زائد اسم یا ضمیر حالت فاعلی میں۔

(۳) صفت یا اعداد حالت فاعلی میں۔

(۴) مصدر

(۵) کوئی فقرہ یا جملہ

صفات

(۱) احمد آیا۔ وہ گیا۔

(۲) شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پی رہے ہیں۔ ہم قتل کر جائیں گے۔

(۳) دو دو ہاں ہیں چار ہاں۔ کوئی شریف ایسی بات نہ کہے گا۔

(۴) مجھے جانا ہے۔ رونا اچھا نہیں۔

(۵) دہلی پہنچنا آسان نہیں۔

کامل جملہ جو کہ کے ساتھ بطور مبتدا کے استعمال ہوتا ہے اسکا ذکر مرکب جملے کے بیان میں آئے گا

بعض اوقات اہم حالت ظرفی میں ہونے کے ساتھ آتا ہے مبتدا ہوتا ہے۔ جیسے تھکا تک نہ رہا۔ گھر تک چل گیا۔

بعض اوقات مبتدا محذوف ہوتا ہے۔

(۱) جہان فریبت سے آسانی کے ساتھ مبتدا معلوم ہو سکتا ہے، مثلاً خطاب یا استفہام میں

جیسے کیا وہ گیا؟ ان گیا۔

(۲) جبکہ صورت فعل سے فاعل ظاہر ہو۔ جیسے سید ہوں، مظلوم ہوں، میرے حال پر

حم کرو۔ جاؤ اپنا کام کرو۔

(۳) ضرب الامثال اور اسی قسم کے دوسرے جارجین اختصار کے خیال سے۔ جیسے

ناج نہ جانے آگن چڑھا۔

خبر، مفصلہ ذیل اجزائے کلام ہو سکتے ہیں۔

(۱) فعل جیسے میں کتنا ہوں

(۲) اسم یا ضمیر حالت فاعلی یا اضافی وغیرہ میں۔ جیسے اس کا نام احمد ہے۔ وہ ملک کا ہے۔ وہ چھوٹا ہے۔ یہ ہے۔ یہ لکڑی کا ہے۔ یہ رعب و داب کسی میں نہیں۔

(۳) صفت۔ جیسے وہ شخص بڑا جری اور دلیر ہے۔

(۴) عدد۔ جیسے اس کا قد چھ فٹ ہے۔

(۵) کوئی لفظ یا فقرہ جو بطور اسم استعمال کیا جائے۔ جیسے میں شاہ ایران کا بھیجا ہوا ہوں۔

فعل خبر بھی بعض اوقات محذوف ہوتا ہے۔ وہ جہان جہان گیا لوگوں نے سر اور گھونٹ بٹھایا، کسی نے مڑ ہی پیشوا سمجھ کر اور کسی نے محب وطن مان کر۔ ترے سر پر خاک۔

فعل ناقص جسے ربط سے بھی تعبیر کیا گیا ہے جو مبتدا اور خبر کے ماننے کے لیے آتا ہے کبھی کبھی محذوف ہوتا ہے۔

(۱) مفرد بیان میں جہاں اسکا حذف آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے۔ جیسے اُسے نہ کسی کے نقص سے غرض نہ ضرر سے کام۔ ترے سر پر خاک۔ ایک کا نام احمد دوسرے کا نام محمود۔

(ب) مقابلہ میں بھی اکثر محذوف ہوتا ہے جیسے ایسی بنی سنوری جیسے دوہن۔

(ج) منفی جملوں میں۔ جیسے اُسے خبر نہیں۔

دفعہ۔ ایسے جملوں میں فعل ناقص کا حذف صرف بظاہر ہے کیونکہ نہیں، جیسے پہلے

بیان ہو چکا ہے، اور فعل ناقص کی قدیم صورت آہن سے رکب ہے)

وہ، ضرب الامثال وغیرہ میں عموماً محذوف ہوتا ہے جیسے غریب کی جود و سب کی بجا بھی۔

چوری کا گڑھیٹھا۔

(۵) نظم میں بھی عموماً محذوف ہوتا ہے۔

رابطہ اگرچہ فعل ناقص ہوتا ہے اور خاص کر ہونا لیکس کبھی کبھی ہونا بطور فعل لازم یعنی فعل صحیح بھی آتا ہے۔ جیسے خدا ہے یعنی ہے ناقص یا رابطہ نہیں ہے۔ تمام زبانوں میں یہی حال ہے، اور اس لیے اسکی ان دو صورتوں میں امتیاز ذکر نا ضرور ہے۔

جیسا کہ اردو زبانوں میں ہے اسی طرح اردو میں بھی مبتدا اور خبر کی توسیع مختلف الفاظ کے اضافہ سے ہوتی ہے۔ یہ الفاظ از دروسے قواعد ان کے تعلقات ہوتے ہیں جس طرح ان کی توسیع ہوتی ہے اسی طرح الفاظ کے اضافہ سے بعض اوقات ان کے معنی محدود بھی ہو جاتے ہیں۔

مبتدا کی توسیع

۱۔ اسم سے یا ایسے اسم سے جو بطور بدل کے آتا ہے، ہوتی ہے۔ مثلاً۔
(۱) ساون کا مہینہ آگیا۔ مولوی حمید الدین پروفیسر عربی میونسٹرل کالج تشریف لائے۔
(ب) مجھے کپڑوں کے دو جوڑے چاہئیں۔ یہ زبان کا روزمرہ ہے۔ اور اسے بھی بدل مبدل سنہ سمجھنا چاہیے۔

(ج) سب گھر والے کیا چھوٹے بڑے اس سے محبت کرتے ہیں۔ یہاں کیا محاورہ میں توضیح و توسیع کے لیے استعمال ہوا ہے۔

(د) میں آپ کا ادنیٰ غلام ہر وقت آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوں۔ یہاں میں کا بدل "آپ کا ادنیٰ غلام" ہے۔

۲۔ مبتدا کی توسیع صفت سے بھی ہوتی ہے۔ اس صورت میں ہمیں صفت کی دونوں صورتیں جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، یعنی توصیفی اور خبریہ میں امتیاز ذکر نا ضرور ہے۔

(۱) توصیفی صورت میں صفت اسم کے قبل آتی ہے اور دونوں مل کر ایک خیال قائم کرتے ہیں جیسے یہ خوبصورت تصویر ملکہ کی ہے۔

(ب) صورتِ خبریہ میں صفتِ اسم کے بعد آتی ہے اور اسم سے الگ خیال کی جاتی ہے، گویا جملہ کی خبر ہے۔ جیسے یہ صیبت ٹل جات تو میں بے کھٹکے کام کروں۔

۴۔ مبتدا کی توسیع ضمیر سے بھی جو بطور صفت کے استعمال ہو رہی ہے۔ جیسے، یہ بچہ بڑا شرمیلہ ہے۔ جو بات کی خدا کی قسم لا جواب کی۔

۴۔ اعداد سے۔ جیسے، دو سو آدمی آکھڑے ہوئے۔ اتنے دن دفنون بھائی آپہنچے۔

۵۔ اضافی حالت سے۔ جیسے اب میرے دل کا ارمان نکلا۔ مدرسہ کے سارے (ڑکے حاضر گئے گئے۔ بعض اوقات مضان المیہ محزون بھی ہوتا ہے۔ جیسے مجھے بڑی فکر تھی کہ اتنی تھوڑی تنخواہ میں تمھاری گزر کیسے ہوتی ہوگی (یعنی اسکی بڑی فکر تھی)۔

۶۔ حالیہ سے۔ جیسے ایک اجڑا گاؤں۔ اڑتا ہوا پرندہ۔ مرا ہوا جانور۔

بعض اوقات اسکا استعمال بھی بطور خبر کے ہوتا ہے۔ جیسے، شرک پر ایک جانور سسکتا ہوا پڑا۔ اسی طرح خبر کی توسیع بھی ہوتی ہے۔

۱۔ اسم، ضمیر یا کسی لفظ یا فقرے سے جو بطور اسم کے استعمال ہو۔

(۲۔ مفعول قریب سے) جیسے تم میری بات سنو۔ اس نے کچھ نہ کہا۔

بعض اوقات فقرہ یا جملہ بھی مفعول ہوتا ہے مثلاً حالیہ مفعول کے ساتھ جیسے وہ مال اسباب لٹا دیکھ کر جان سلامت لے گیا۔ شہزادہ کو قریب آتے دیکھ کر استقبال کے لیے چلا۔ جس طرح مبتدا کی توسیع ہوتی ہے اسی طرح مفعول کی بھی ہو سکتی ہے۔ مثلاً آپ میرے کپڑوں کو اٹھ نہ لگائیے۔ انکو گھر میں اکیلا نہ چھوڑیے۔

(ب) مفعول بعید سے۔ جیسے، اس نے بیٹے کو پیغام کھلا بھیجا۔

وجہ ۱۔ اسم یا ضمیر کی کسی حالت سے جس سے خبر کی بلحاظ وقت، مقام، طریقہ وغیرہ توسیع ہوتی

جیسے، اسکے دل سے سب کدورت رفع ہو گئی۔ اس نے یہودی کو مسجد میں آنے دیا۔ وہ درخت کی پھنگ تک چڑھ گیا۔

۲۔ خبر کی توسیع صفت سے بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے اس صراحی کا پانی ٹھنڈا کیجیے برے کپڑے صاف کرو۔

جب خبر اہم ہوتی ہے تو اعداد سے توسیع ہو سکتی ہے۔ جیسے احمد کے چار لڑکے ہیں۔ یہ مکان ۱۶ فٹ اونچا ہے۔

۳۔ حالیہ معطوفہ سے۔

جیسے اس نے پریشان ہو کر گھر چھوڑ دیا۔

۴۔ حالیہ سے۔

جیسے اُسے شہر میں رہتے ہوئے کئی سال گزرے۔ حادثہ اُسے ساتھ لیے ہوئے پہنچا۔ وہ کھیلتا کودتا گھر پہنچ گیا۔

۵۔ حرف ربط یا جار سے مع اسکے اسم کے۔

جیسے صوبہ کے سب اسکے پاس حاضر ہوئے۔

۶۔ تیز فعل سے۔

جیسے وہ بہت ناراض ہوا۔ وہ سچ سچ چلتا ہے۔ مین نے جلدی جلدی لکھ دیا۔

مطابقت

مطابقت تین قسم کی ہے۔

۱۔ صفت کی (جو توصیفی ہو) اسم سے۔

۲۔ صفت کی (جو چیز ہو) اسم سے۔

۳۔ جملے کے خبر کی (خواہ فعل ہو یا صفت) مبتدا سے۔

۱۔ صفت دو صیغی کی مطابقت موصوف سے پہلے بیان ہو چکی ہے سوئے اُن صفات کے جن کے آخرین آ جوتا ہے اور جن میں تبدیلی واقع ہوتی ہے (مگر نوٹ میں صرف ایک ہی صورت ہوتی ہے) باقی تمام صفات ہر حالت میں ایسی ہی رہتی ہیں اور ان میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوتی اور صفت موصوف کے مطابق ہوتی ہے۔ اور صرف اضافت کی تذکرہ و تانیث و وحدت و جمع عموماً مضاف کے مطابق۔ لیکن جب ایک صفت کئی مختلف اکنس اس کی تعریف کرے یا ان کے ساتھ اضافت آئے تو مطابقت میں اختلاف ہوتا ہے۔

(۱) صفت یا مضاف اکنس میں قریب کے اسم سے مطابقت ہوتی ہے۔ جیسے

اسکی ہوا اور بیٹے۔ بھارا نام اور تنگ وناہوس۔ مجھے اسکی چھپوری باتوں اور کاموں سے

کچھ غرض نہیں۔

(۲) یا بعض اوقات اگرچہ قریب ترکا اسم نوٹ ہوتا ہے مگر چونکہ مذکر کی شان بڑی تھی

جاتی ہے، اسلئے مطابقت مذکر سے ہوتی ہے۔ جیسے اسکے بی بی نے آگے۔ مگر یہ استعمال کم ہے

(۳) لیکن صفت جب اسم کے ساتھ بطور خبر کے آئے، بشرطیکہ اسم کے ساتھ علامت مفعول

موجود ہو، تو اسم بلا لحاظ جنس و تعدد واحد استعمال ہوگا۔ جیسے میں نے ان لوگوں کو بہت کالا

پایا۔ اگر کوئی نہ تو صفت جمع میں آتی جیسے میں نے یہاں کے آم میٹھے دیکھے۔ یہاں کے لوگ

کالے پائے۔

(۴) صفت جو تیز فعل کے طور پر استعمال ہوتی ہے اس کا اثر فعل کی تذکرہ و تانیث پر نہیں

ہوتا جیسے تم نے اچھا کیا جو اُسے ڈانٹا۔ میں نے اُسے بہت خوش کیا۔ تم نے خوب کیلہ بیان

یہاں خوب خوش اور اچھا کی تذکیر و تائید سے کچھ بحث نہیں ہے۔

۲۔ (۱) مگر ذیل کی مثال میں باوجود مفعول کے صفت مونث ہے

تم نے مجھ نکمی کو کیوں دکھ دے رکھا ہے۔

لیکن یہاں نکمی تجھ کا بدل ہے اور بدل جملہ کی ترکیب سے متاثر نہیں ہو سکتا۔

اور یہی وجہ ہے کہ جملے کی باقی حالت میں فرق نہیں آیا اور فعل حسب معمول واحد ذکر ہے۔

(ب) ایسی حالت میں حالیہ ناتمام کی دونوں صورتیں جائز ہیں۔ جیسے

وہ گاؤں کو جلتا دیکھ کر بھاگ گیا۔ میں نے ہرن کو دوڑتے دیکھا۔

فرق یہ ہے کہ جب ایسی صورت میں حالیہ ناتمام بطور خبر کے آئے گا تو اس کے ساتھ استعمال ہوگا اور جب صفت تو اس کے ساتھ۔

جب اسم حالت فاعلی میں ہوگا تو صفت خبریہ یا حالیہ اسم کے ساتھ جنس و تعداد میں مطابقت

ہوگا۔

جیسے، وہ اپنے، کانپتے میرے پاس پہنچے۔ اپنا دل سیلا نہ کرو۔ اپنی پوشاک سیلی نہ کرو۔

۳۔ فعل خبریہ صفت یا اسم حتی الامکان جنس و تعداد وغیرہ میں فاعل کے مطابق ہونا چاہیے

جیسے سب دولت ڈھونڈتے ہیں۔ میرے پاس لکھنے پڑھنے کا سامان نہیں ہے۔ تحصیل علم سے

انسان مخلوق میں ہر دفعہ زیر ہو جاتا ہے۔

(۲) جب مبتدا کسی فعل کا جملہ یا جزو جملہ ہوتا ہے تو خبر ہمیشہ واحد ہوتی ہے۔ جیسے

میں نے بھی محبت کروا چھا تو دل ہے مگر عمل دشوار ہے۔ اُسے دیکھ کر میری زبان سے بے اختیار

کل طویل احمق نکل جاتا ہے۔

(۲) جب مبتدا تعظیمی ضمیر، تعظیمی جمع یا تعظیمی لفظ ہو اگرچہ مقصود اس سے فرد واحد ہے

تو خبر اور خبرین نیز تمام تو جمع ہی ہونگے۔ جیسے آپ کہ تک قیام فرمائیں گے یہی مولیٰ
ہیں جن کا میں نے ذکر کیا تھا۔ ہمارے پیروں میں نہان نہیں ہیں۔

(۳) جب فاعل ضمیر جمع ہو اور مذکر مؤنث دونوں کی طرف راجع ہو، تو خبر مذکر ہوگی جیسے
زینب نے اپنے شوہر سے کہا کہ اب ہم بیان نہیں ٹھہر سکتے۔

(صرف میں بیان ہو چکا ہے کہ جمع مکمل کی حالت میں بھی مؤنث کے لیے فعل مذکر ہی استعمال ہوتا ہے)
(۴) جب مبتدا دو یا دو سے زائد اسماء یا ضمایر مختلف جنس پر مشتمل ہو تو خبر عموماً سب سے
قریب کے اسم سے مطابقت ہوگی۔

جیسے آدمی کے دوکان، دو آنکھیں اور ایک منہ ہے اگر سب کے سب واحد اور ایک جنس کے
ہیں تو خبر جنس کی تامل ہوگی جیسے اس سے کم ہمتی اور بزدلی پیدا ہوتی ہے۔ ایسی باتوں سے
دعوت و وقار جاتا رہتا ہے۔

لیکن اگر ان میں سے کوئی ایک یا ایک سے زیادہ جمع ہیں تو خبر جمع ہونی چاہیے (ایسی
حالت جمع خبر کے متصل ہونی چاہیے) جیسے اسکے ہوش و حواس جاتے رہے۔

(۵) لیکن جب دو اسم ہوں اور آخر میں لفظ دونوں یا دونوں کے دونوں آئیں تو فعل
جمع آئے گا جیسے ماں اور لہجہ دونوں مر گئے۔ یا دونوں کے دونوں مر گئے۔

مگر جب دو یا دو سے زائد اسماء فاعل یا مبتدا ہوں اور آخر میں سب آئے تو فعل جنس
تعداد میں آخر اسم کے مطابق ہوگا جیسے اس کا مال و اسباب جاگیر، مکانات سب یک گئے۔
اس کا مال و اسباب گھر بار سب یک گیا۔

مگر جب سب کا تکرار حروف اضافت کے ساتھ ہوگا تو سب کا سب واحد کے سب
جمع مذکر اور سب کی سب مؤنث واحد و جمع کے لیے ہوگا۔

لیکن جب سب کچھ آخرین آئے گا تو فعل ہر حالت میں واحد ہوگا۔ جیسے مال و اسباب
جائیز مکانات سب کچھ یکساں

سب ویسے ہی بطور واحد کے متعل ہوتا ہے جیسے یہ عیب ان کا قصور ہے۔

آخر میں جب کوئی یا کچھ ہر تو بھی فعل واحد نہ کرے گا جیسے باپ بیٹا جوڑو بجائی بن کوئی
کوئی ساتھ نہ جائے گا۔ مال و اسباب باغ و جاگیر کچھ نہ ہا۔

(۶) اسی طرح کے جب اور الفاظ خبر کے قبل ماضی آجاتے ہیں تو فعل اس لفظ کی جنس کے
لحاظ سے آتا ہے۔ جیسے مار پیٹ گالی گدج اسکی عادت ہوگئی ہے۔ یہ آلات اور کتا بن ہری
ساری پونجی ہے۔ یہ الفاظ و حقیقت جزو خبر ہوتے ہیں اور عموماً ترکیب اضافی کے ساتھ آتے
ہیں۔ یاد رہے کہ یہ صورت افعال نامنوعہ کے ساتھ ہوتی ہے۔

(۷) بے بجا دو بار نامکمل ہی ضمائر مشرک ہوں جن کی نوعیت الگ الگ ہے یعنی کوئی
مشکلم ہو کوئی مخاطب اور کوئی غائب تر خبر جمع ہوگی۔

جیسے تم تم وہاں گئے تھے۔ وہ اور جن رستہ بھول گئے۔ میں اور تم وہاں مل کر چلیں گے۔
میں اور وہ ساتھ ساتھ آئے۔

(ایسی صورت میں جہاں تک ممکن ہو ضمیر جمع آخرین (نی چاہیے)

(۸) جب مبتدا اسم جمع ہو تو خبر واحد ہوگی۔ فوج جارہی ہے وغیرہ

(۹) کتابوں اخباروں اور سالوں کے نام کو جمع ہوں مگر وہ مثل واحد کے متعلق

ہوتے ہیں جیسے تعزیرات نہ چھپ گئی کتاب چونکہ نمونہ ہے اس لیے فعل نمونہ آیا۔ اسی
طور عدولت نہ منعتہ دار شائع ہو گیا ہے۔ چونکہ اخبار مذکور ہے اس لیے فعل مذکور آیا۔

(۱۰) افعال ناقص ہیں جب مبتدا اور خبر دونوں اہم ہوں تو فعل مبتدا کے مطابق ہونا چاہیے

اگرچہ بعض اساتذہ نے اس کے خلاف بھی کیا ہے لیکن وہ قابل تقلید نہیں۔ جیسے

ظلمت عصیان سے میر سے بن گیا شبِ روزِ حشر
بیانِ روزِ حشر شبِ نگہی کننا صحیح نہوگا۔ اگرچہ اسی استاد نے دوسری جگہ فرمایا ہے

تغ خمیدہ یار کی لوسے کا پل ہوا

مگر اس کی تقلید درست نہیں ہے۔ قاعدہ یہی ہے کہ فعل مبتدا کے مطابق ہوگا۔

(۱۱) بعض اوقات دو واحد اسم ہم جنس یا مختلف جنس باحرص عطف مل کر جمع کی حالت

پیدا کرتے ہیں، تو ایسی حالت میں فعل جمع مذکر آئے گا۔ جیسے

میان بیوی ہنسی خوشی بسر کرتے ہیں۔ اب تو دن رات چین سے گزر رہے ہیں۔ گھوڑا

گھوڑی کلیلین کر رہے ہیں۔ باپ بیٹا جا رہے ہیں۔

(۱۲) بعض صورتوں میں جب دو لفظ مع حرف عطف یا بلا حرف عطف مل کر آتے ہیں

تو عموماً تذکیر و تانیث لفظ آخر کے لحاظ سے قرار دی جاتی ہے۔ جیسے

گھوڑا گاڑی بک گئی۔ تمہارے کھانے میں نمک بچ زیادہ ہوتا ہے۔ قلم دوات رکھی

ہے۔ دوات قلم رکھا ہے۔

لیکن نشوونما اور آب و گل مذکر اور مونث دونوں طرح مستعمل ہیں۔ جیسے

خاکساری نے اسی نیشی پائی تھی فوق آدمِ خاکی کا جب دم آب و گل پیدا ہوا

شرافت تھی جو آب و گل میں اس کی

چشم پر آب سے ہے نشوونما ساون کی (وزیر)

خط گوروسے یار پر نشوونما ہوتا نہیں (ناسخ)

لیل و نهار (زمانہ کے معنوں میں) واحد اور جمع دونوں طرح مستعمل ہے۔

اگر یہی لیل و نہار ہے۔ یا اگر یہی لیل و نہار ہیں۔ مگر واحد کو ترجیح ہے۔
دن رات، روز و شب جمع استعمال ہوتے ہیں۔

(۱۳) ایک صورت خاص رشتہ داروں کے ساتھ مخصوص ہے یعنی رشتہ کے دو اسم بلا حرف عطف آتے ہیں۔ ہوتے دونوں واحد ہیں، مگر چونکہ دو کے ملنے سے جمع کی صورت پیدا ہوتی ہے دوسرا لفظ باوجود واحد ہونے کے جمع کی صورت میں آتا ہے اور فعل کو بھی اسکی مطابقت لازم ہوتی ہے۔ گویا یہ دونوں مل کر ایک لفظ ہیں جس کی جمع بنائی گئی ہے۔ جیسے امون بجائے لڑ پڑے۔ چچا بھتیجے بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔ یہ باپ بیٹے ذرا سی بات پر اڑ بیٹھے ہیں۔ مدت ہوئی باپ بیٹوں کا انتقال ہو گیا۔

جب آخر میں دونوں کا لفظ آتا ہے تو واحد یا جمع دونوں صورتیں جائز ہیں۔ جیسے مدت ہوئی باپ بیٹا دونوں مر گئے یا باپ بیٹے دونوں مر گئے۔

ایک وقت یہ ہے کہ جمع کی حالت میں بھی یون ہی بولتے ہیں اور اس لیے واحد اور جمع میں تیز کرنا دشوار ہوتا ہے۔ مثلاً جب ہم کہتے ہیں کہ ”چچا بھتیجے بیٹھے حقہ پی رہے ہیں“ تو اگر ایک بھتیجا ہے تو بھی یون ہی کہیں گے اور اگر ایک سے زیادہ ہیں تو بھی یونہی۔ مگر عام طور پر واحد ہی مقصود ہوتا ہے۔

ہماری اسے میں جب مراد جمع ہو تو حرف عطف اور لانا چاہیے۔ مثلاً جب کہیں ”چچا بھتیجے بیٹھے حقہ پی رہے تھے“ تو اس سے مراد واحد ہو۔ لیکن جب تفصیل کے ساتھ کسی بھتیجوں کا جتنا نام مقصود ہو تو یون کہنا چاہیے کہ ”چچا اور بھتیجے بیٹھے حقہ پی رہے ہیں“ یہ فرق نادرک ہے مگر ضرورت کو پورا کر سکتا ہے۔

(۱۴) جب خبر مصدر ہو تو اگر متبدا مذکر ہے تو مصدر کا الف یاے معرفت سے بدل جاتا ہے۔

اور اگر مبتدا ذکر ہے تو الف قائم رہتا ہے۔ مثلاً قرین لکھنؤ ہر حالت میں مصدر کو اُسی ہی صورت میں رکھتے ہیں۔ اگر جہ اساتذہ لکھنؤ اسکے پابند نہیں۔ جیسے

جانا یہ زلف کف میں لینی
 ہے سانپ کے سنہ میں انگلی دینی (شیم لکھنوی)
 سر شک دیدہ ہے ترستہ دھوڑا لون کا عیان کو
 انجین چمپون سے لے دل آبرو مختصر میں پانی ہے (امانت)
 خواب میں وہ آنے کا کیوں نہ اب کرے وعدہ
 بچے کب جدائی میں ٹھکے نیند آتی ہے (ناسخ)
 اب تو میرے حال پر لطف و کرم فرمائیے
 ہونچکی ہوئی جو مٹی جو روح خدا دو چاروں (صبا)

(۱۵) بعض عربی اسامی ہندی مصادر کے ساتھ اس طرح مل کر آتے ہیں کہ وہ بالکل اُکھڑ ہو جاتے ہیں لہذا ان اسما کو فعل کی تذکیر و تانیث میں مطلق دخل نہیں ہوتا۔ فعل مبتدا کے مطابق ہو گا اور اگر خبر یا مفعول موجود ہے تو خبر (یا مفعول) کے مطابق ہو گا۔ جیسے

یہ قرار پایا۔ یہ بات قرار پائی۔ یہ امر قرار پایا۔
 میں نے یہ امر تجویز کیا۔ میں نے یہ بات تجویز کی۔ میں نے یہ عرض کیا۔ میں نے یہ بات عرض کی۔ یہ امر طے پایا۔ یہ بات طے پائی۔ یہ طے پایا۔
 ان مثالوں میں تجویز، قرار، طے کو فعل کی تذکیر و تانیث میں کوئی دخل نہیں۔

اسی طرح یاد کرنا ایسا مصدر ہے جو قریباً اردو کا سا ہو گیا ہے۔ اور اس کا استعمال بھی ہندی مصادر کی طرح ہوتا ہے۔ میں نے اُسے یاد کیا، ہم نے اُنکو یاد کیا۔ میں نے سن یاد کیا،

اس نے کہانی یاد کی۔ یہاں یاد کا فعل کی تذکیر و تائید پر کچھ اثر نہیں۔

لیکن تذکیر کرنا، تاثیر کرنا، تاخیر کرنا، فریاد کرنا، صبر کرنا، تمیل کرنا، شور مچانا، ہدایت کرنا، سزا دینا وغیرہ مصادر میں جزو اول الگ لفظ ہے اور اسی کے لحاظ سے فعل کی تذکیر و تائید آتی ہے۔

۱۶۔ جس طرح افعال ناقصہ میں فعل متبدل کے مطابق ہوتا ہے، اسی طرح افعال قلوب میں بھی فعل متبدل کے مطابق ہوتا ہے۔ اسکے مفعول یا خبر کو فعل کی تذکیر و تائید میں کچھ دخل نہیں۔ میں اس عورت کو پیچھا سمجھا۔ میں نے اُسے بیوقوف خیال کیا۔

۱۷۔ کبھی متبدل کو نہیں ہوتا قرینہ سے معلوم ہو جاتا ہے لہذا خبر اس لحاظ سے تعدد و جنس میں مطابق ہوتی ہے۔ جیسے اب تو آرام سے گزرتی ہے۔ (یعنی زندگی) کب آئے؟ (یعنی آپ)



مرکب جملے

(۱) جملہ ہائے مطلق

جب دو یا دو سے زیادہ جملے اس طرح مل کر آئیں کہ نحوی لحاظ سے جدا گانہ اور برابر کی حیثیت رکھتے ہوں اور ایک دوسرے کے تابع نہ ہوں تو وہ جملہ ہائے مطلق کہلائیں گے؛ لیکن اگر ان میں سے ایک دوسرے کے تابع ہو تو اسے جملہ تابع کہیں گے۔
اردو میں جملہ ہائے مطلق کی تقسیم مفصلہ ذیل ہو سکتی ہے۔
جملہ جمع، جملہ تردید، جملہ استدراکیہ، جملہ معللہ۔

جملہ جمع

دو مطلق جملوں کے ملانے کے لیے عموماً حرف عطف جمع اور آتا ہے۔ جیسے میں آیا اور وہ چلا گیا۔ سورج صبح کو نکلنا اور شام کو غروب ہو جاتا ہے۔
 بعض اوقات پھر بھی یہ معنی دیتا ہے۔ جیسے پہلے تو وہ اسباب جمع کرتا رہا، پھر یکا یک چلے یا۔

جملہ تردید

یہ جملہ جمع کی ضد ہے یعنی اس میں حرف عطف تردید دو جملوں کو معاً جدا کرتا ہے۔ اسکے لیے عموماً حرف یا استعمال ہوتا ہے۔ جیسے اُسے گھر میں بھیج دیا یا ہر نکال دو۔
 کبھی کہ ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے تم نے کچھ بھی سیکھا ہے کہ نہیں۔ وہ گیا کہ نہیں۔

کبھی نہیں تو اور ورنہ بھی تردید کا کام دیتے ہیں۔ جیسے حاکم کو ہر دو ہونا چاہئے۔

ورنہ رعایا تباہ ہو جائے گی۔ اسے جلدی چھوڑ دو تو نہیں بہت اذہم چاہے گا۔

لغض اوقات خواہ... خواہ اور چاہے... چاہے بھی حروف تردید کا کام دیتے ہیں۔ جیسے چاہے، ہے چاہے، جائے۔ خواہ خود آجائیں، خواہ مجھے بلالیں۔

نہ... نہ بھی تردید کے لیے آتا ہے۔ جیسے، نہ خود گنا نہ مجھے جانے دیا۔

پہلے چلے میں عموماً نہ محذوف ہوتا ہے۔ جیسے، خود گنا نہ مجھے جانے دیا۔ وہاں آقا تھا

نہ لوکر۔

جملہ استدراکیہ

جملہ مطلق استدراکیہ میں دو بیانات کا باہم مقابلہ ہوتا ہے۔ یہ جملے تین قسم کے ہوتے ہیں،

(۱) دوسرا بیان پہلے بیان کے مخالف یا اس سے خارج ہو؛

(۲) دوسرا بیان پہلے بیان کو صرف مقید یا محدود کرتا ہو۔

(۳) یا پہلے بیان کی توسیع یا ترقی ہو۔

ان کے لیے عموماً حروف لیکن، مگر، پر، سو، بلکہ استعمال ہوتے ہیں مثلاً میں اسی ترتیب سے دی گئی ہیں جس ترتیب سے تقسیم کی گئی ہے۔

(۱) چکرا اور شہباز سب اوج پر ہیں مگر ایک ہم ہیں کہ بے بال و پر ہیں

وہ تمہارے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہے، مگر تم چاہو کہ روپیہ ہاتھ آئے تو اس سے ہاتھ دھو رکھیے

(۲) وہ وعدے تو بہت کرتا ہے، لیکن یاد نہیں رکھتا۔

وہ ساتھی تو ہے پر مصیبت کا ساتھی نہیں؟ دوست ہے لیکن وقت پر کام نہیں آتا۔

(۳) خوشامد سے ایک نیا پس نہیں ملتی بلکہ خدا بھی پس سے ملتا ہے۔ یہ ایک کیا بلکہ ایسے

سوہون تو مار ہٹاؤں۔

اس نے صرف طوطا چشتی ہی نہیں بلکہ طرح طرح کی تکلفین بھی پہنچائیں۔
 ان مثالوں سے مگر، لیکن (پر) اور بلکہ کے استعمال میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے اور
 قابلِ لحاظ ہے، کیونکہ ان کے استعمال میں اکثر غلطی ہو جاتی ہے۔
 پڑ کی بجائے یہ بھی استعمال ہوتا ہے کبھی سو بھی ان معنوں میں آتا ہے مگر بہت کم جیسے
 ہم نے چاہا تھا کہ مر جائیں سو وہ بھی انہو
 بعض اوقات آور بھی محاورے میں مگر کے معنی دے جاتا ہے۔ جیسے، "ایسا فاضل اور باطل
 نکما۔ اتنا بڑا کمال اور یوں مارا مارا پھرے۔"
 بعض اوقات مگر اور لیکن گہ اور اگرچہ کے بعد آتے ہیں۔ جیسے اگرچہ وہ بہت بڑا اور متمدد
 لیکن دل کا چھوٹا ہے۔

جملہ معللہ

جملہ معللہ کے ایک جز میں دوسرے جز کی علت وجہ یا نتیجہ سبب یا اثر کا ذکر ہوتا ہے جو جملہ
 کہ علت یا سبب کو ظاہر کرتا ہے وہ عموماً کیونکہ اس لیے کہ، اس واسطے کہ سے شروع ہوتا ہے
 جیسے میں اُنکا ساتھ دوں گا کیونکہ (اس لیے کہ یا اس واسطے کہ) مصیبت کے وقت انھوں نے
 میرا ساتھ دیا تھا۔

جو جملہ نتیجہ یا اثر کو ظاہر کرتا ہے اس کے شروع میں اس لیے پس یا عربی کا لہذا آتا ہے
 جیسے اس نے میرا کتنا نہیں مانا اس لیے (لہذا) میں اس سے قطع تعلق کرتا ہوں۔

سہ پر سنکرت کے پران سے بنا ہے اور یہ پر کا مخفف ہے۔ اہل لکھنؤ بالفتح یہ بولتے اور لکھتے ہیں۔ لیکن صحیح
 یہ ہی معلوم ہوتا ہے، کیونکہ برج بھاشا میں بالکسر ہی آتا ہے۔

ایسے مرکب جلے میں جزو اول کے ساتھ ہوا چونکہ استعمال ہوتا ہے جیسے چونکہ وہ بہت فہریر اور نا اہل ہے اس لیے میں اسے ٹنڈ نہیں لگاتا۔
 کبھی پس بھی ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے چونکہ اس نے بلا اجازت ایسا کام کیا پس دیا لہذا اسے سزا بگشتی چاہیے۔

(ب) جملہ ہائے تابع

تابع جلوں کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ اسمیہ

۲۔ وصفیہ

۳۔ تمیزی

اصل جملہ کو جملہ خاص اور اسکے ماتحت جلے کو جملہ تابع کہیں گے۔

جملہ اسمیہ

جملہ اسمیہ سے مراد بیان وہ جملہ اسمیہ ہیں ہے جو عربی نحو میں متصل ہے اور جسے قواعد نویسوں نے غلطی سے اردو فارسی نحو میں لے لیا ہے۔ عربی میں جملہ اسمیہ سے مقصود وہ جملہ جو دو اسموں سے مل کر بنے، جیسے رجلٌ عا لمٌ لیکن اردو میں دو اسم کے ملنے سے جملہ نہیں بنتا اس لیے اس قسم کا جملہ ہماری بحث سے خارج ہے۔

ہماری مراد جملہ اسمیہ سے ایسا جملہ ہے جو بجائے خود ایک اسم کا کام دے اور جلے کی ترکیب میں بجائے ایک اسم کے ہو۔ جیسے، میرا ایمان ہے کہ خدا ایک ہے۔ بیان خدا ایک ہے بجائے ایک اسم کے یعنی ہم کہہ سکتے ہیں کہ توحید میرا ایمان ہے۔

جملہ اسمیہ دو قسم کا ہوتا ہے

ایک وہ جو اصل جملے کے فعل سے مبتدا کا تعلق رکھتا ہو یا جو مبتدا کا بدل ہو۔ دوسرا وہ جو اصل جملے کے فعل کو یا خبر کے کسی تابع کو متحد و درکرے یا اُس پر اثر ڈالے۔

تمام اسمیہ جملوں کی ابتدا حرفت کہ سے ہوئی ہے۔ جیسے، اس نے کہا کہ میں بیمار ہوں۔ کون نہیں جانتا کہ میرا نام احمد ہے۔ وہاں وہ چل پھل تھی کہ بیان ہے باہر ہے (وہاں جملہ تابع جملہ خاص کے مبتدا سے تعلق ہے۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ وہ اس کا کام نہیں ہے وہاں جملہ تابع مبتدا یہ کا بدل ہے)

بعض اوقات کہ محذوف بھی ہوتا ہے۔ جیسے میں نے کہا جاؤ اپنا کام کرو۔

جب خاص جملے میں الفاظ مناسبے، لازم ہے، چاہیے وغیرہ آئیں اور فعل مناسب ہونا وغیرہ ظاہر کریں تو جملہ تابع میں مضارع آئے گا۔ جیسے، مناسب ہے کہ آپ خود چلے جائیں۔ لازم تو یہ ہے کہ وہ خود آکر معافی مانگے۔ اُنکو چاہیے کہ ابھی بھیجا رہیں وغیرہ۔

جملہ اسمیہ جس کا تعلق خبر سے ہوتا ہے وہ یا تو جملے کے فعل کا یا حالیہ تابع خبر کا مفعول واقع ہوتا ہے۔ جیسے، اس نے کہا کہ تم گھبراؤ نہیں۔ وہ گلی گلی کہتا پھرتا تھا لاگ لگی لے آگ لگی۔ کبھی کبھی اور خاص کر چھوٹے چھوٹے فقرہ اور مقولوں کے قبل کہ محذوف ہو جاتا ہے میں نے کہا جاؤ اب نہ آنا۔ اس نے کہا دوست یہاں آؤ۔

کبھی جملہ تابع خاص جملے سے قبل بھی آ جاتا ہے۔ جیسے چلو مدینے چلو مدینے، ہر طرف سے یہی صدا آرہی تھی۔

کبھی جو بھی کہ کی جگہ استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً تم اپنے باوا سے کیوں نہیں کہتے جو تمہیں

بھیجا دیں۔

کبھی کہ جملہ خاص کی فعل کی وجہ یا مقصد کے اظہار کے لیے آتا ہے۔ جیسے میں تمہیں
اسیے پہلے سے بھیجتا ہوں کہ تم اُن سے مل سکو۔ ایسے موقع پر کہ تاکہ کے معنوں میں آتا ہے
اظہار مقصد کے لیے عموماً کہ اسیلے اور کمپوں کے ساتھ آتا ہے جیسے وہ اس لڑکے سے محبت کرتا ہے
اسیے کہ وہ اس کا اکلوتا بیٹا ہے۔ وہاں جاتے بہت ڈرتا ہوں کیونکہ وہ میرا دشمن جانی ہے۔
بعض اوقات منفی فقرہ ایسا ہونے کے ساتھ اظہار غرض کے لیے آتا ہے۔ جیسے اُن سے
زیادہ باتیں نہ کرو، ایسا ہو کہ وہ خفا ہو جائیں۔

جب جملہ اسمیہ کسی نتیجہ کو ظاہر کرتا ہے تو اگر
(۱) توقع، تمنا یا دعا کا اظہار ہوتا ہے تو فعل مضارع آتا ہے۔

جیسے ایسی تقریر کرو کہ ہزاروں کا چندہ ہو جائے۔ خدا کرے کہ وہ کامیاب ہو جائے۔
میں نہیں چاہتا کہ وہ یہاں آئے۔

(۲) ناممکن یا محال کا اظہار ہوتا ہے تو زمانہ حال کے لیے مضارع اور زمانہ گزشتہ کے لیے
ماضی شرطیہ (یا تثنائی) آتی ہے۔

جیسے اس کی کیا طاقت ہے جو ایسا کرے۔ اس کی کیا طاقت تھی جو ایسا کرتا۔

جملہ وصفیہ

جملہ وصفیہ وہ جملہ ہے جو صفت کا کام دے اور خاص جملے کے کسی لفظ یا فقرے کی
تعریف کرے۔ جیسے، اُس نے انہیں روکوں کے نام پکارے جو کتاب میں درج تھے۔ یہاں
جو کے بعد کا جملہ کتاب میں درج تھے نام کی تعریف کرتا ہے۔

تمام وصفیہ جملے ضمائر موصولہ یا شمار اشارہ کے ساتھ آتے ہیں۔

جیسے وہ کام جو آپ سے ہونہ سکا، میں کیسے کر سکتا ہوں۔

جب تاکید یا زور دینا مقصود ہوتا ہے تو اس اسم کو جسکی تعریف جملہ وصفیہ کرتا ہے بہ تکرار استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے: جو کام آپ نہیں کرنا چاہتے تھے آخر وہی کام آپ کو کرنا پڑا۔

وصفیہ محذون کے ساتھ عموماً ضمیر موصولہ یا اشارہ آتی ہے اور اسکے جواب میں دوسرے جملہ میں ایک ضمیر آتی ہے جیسا کہ اوپر کی مثالوں سے ظاہر ہے۔ لیکن بعض اوقات اور خاص کر نظم میں دوسری ضمیر محذون ہو جاتی ہے۔ جیسے: جو گھبر گزرتی ہے تم کیا جانو۔

بعض اوقات جملہ وصفیہ اور جملہ خاص دونوں میں سے اسم محذون ہوتا ہے جبکہ کسی شخص سے مراد نہ ہو یا اشارہ ایسی جانب ہو جو معروف ہے۔

جیسے دل اُسی سے ملتا ہے جو اسکے قابل ہوتا ہے۔ اس نصیبت سے وہی نجات دے گا جو سب کا نگہبان ہے۔

بعض اوقات ضمیر موصولہ جملہ تابع سے محذون ہوتی ہے جیسے فوراً سو مرا۔ ہو سو ہو تم کرو گے سو اچھا ہی کر گے۔

ایسا عموماً بزل چال کے محذون اور نظم میں ہوتا ہے۔

بعض اوقات اس حالت میں جان تعلق صاف ظاہر ہے دونوں ضمیرین محذون ہو جاتی ہیں۔ جیسے اچھا کیا نفس مارا۔

بعض اوقات ضمیر موصولہ یا اشارہ کی جگہ ضمیر استفہامیہ آتی ہے۔ جیسے: کون ہے جو اپنا پیٹ کاٹ کر اس غریب کا پیٹ بھرتا ہے۔

جب اظہار واقعہ صاف طور پر ہوتا ہے تو افعال مطلق آتے ہیں جیسا کہ اوپر کی مثالوں سے ظاہر ہے۔ مگر دوسری حالتوں میں مضارع یا افعال اضمالیہ وغیرہ کا استعمال لیا جاتا ہے۔

(۱) مثلاً جب جملہ وصفیہ کسی فعل کے مقصد، غرض یا نتیجہ کو ظاہر کرے جیسے یہ درخت اتنا

مضبوط نہیں ہے جو وہ آسانی سے اس پر چڑھ جائے۔ یہ شریف نہیں ہے جو میں اُسے مُٹھ لگاؤں۔
(۲) جہاں تعداد، کیفیت و کمیت کی تیسین ہوا اور خاص افراد بمقصد خون۔ جیسے، وہ کتاب حسین
اس مضمون کی پوری تشریح ہو۔ ایسا پانی حسین نام کو غلاط ہو۔ ایسی تدبیر کرو جو سب کو مار سکے۔
ایسا واعظ باوجود سب کو تڑپا دے۔

بعض اوقات ایسے جملوں میں گویا کہ یا صرف گویا ضمیر کی جگہ آتا ہے۔ جیسے، وہ ایسا مصل
نظر آتا ہے گویا رات بھر کا جاگا ہے۔

کبھی ایسے کی جگہ (کیسی) آتا ہے۔ جیسے کسی ڈینگ اری کہ سب کے سب حیران رو گئے۔
کبھی جملہ تابع میں بھی اسی قدر ضمیر بن ہوئی ہیں جتنی جملہ خاص میں۔ جیسے، جو جسے پسند آئے
وہ ویسا ہی کرے

کبھی جہاں بجائے اسم ضمیر کے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے مبارک ہے وہ شہر جہاں سے تم آئے۔
کبھی کہ بجائے جو کے جملہ وصفیہ کے ساتھ آتا ہے۔ جیسے ایسی چیز تو میرے پاس ایک بھی
نہیں کہ آپ پسند فرمائیں۔ یہ ایسا آدمی نہیں ہے کہ میں اس پر اعتماد کر سکوں۔

جملہ ضمیر یہ

جملہ ضمیر یہ درحقیقت تین یا متعلق فعل کی صورت متحدہ ہے۔ یہ جملہ خاص کی خبر کی بنا
وقت و مقام یا علت کے تشریح کرتا ہے یا کسی دوسری تیز کی۔

جملہ ضمیر یہ نہ مافی

وقت کے لیے جو تیزی جلتے ہیں ان کی ابتداء میں جو وجہ آتے ہیں اور ان کے جواب میں
تو (کبھی تب) یا کبھی ان کے ساتھ حروف جار سے تاک و غیر مل کر آتے ہیں۔
جیسے جب میں ہی نہ رہا تو سمجھے اس سے کیا سبب تک میں ہوں تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔

کبھی بعض دوسرے اہم مثلاً وقت، دم، ون وغیرہ جو وقت کو ظاہر کرتے ہیں ان ضابطہ جملہ کے ساتھ جملہ تابع میں آتے ہیں اور ان کا جواب جملہ خاص میں ہوتا ہے۔ جیسے جس وقت وہ پہنچا اس وقت میں سو رہا تھا۔

کبھی کبھی جملہ تمیزی زمانی کے ساتھ آتا ہے۔ جیسے وہ بہت اُداس بیٹھا تھا کہ یہ خوش خبری کبھی تو بھی ان معنوں میں آتا ہے۔ جیسے سب کے سب سوچ میں بیٹھے تھے جو اس نے یہ کہا۔
 یہاں جو کے معنی کہ اتنے میں کے ہیں،

کہ جب کے ساتھ مل کر بھی آتا ہے۔ جیسے جبکہ تم نیک کام کا ارادہ رکھتے ہو تو اس سرچنے کا کیا کام۔

بعض اوقات تمیزی زمانی محذوف ہوتی ہے جیسے اپنے چیتنا چلانا شروع کیا تو وہ بھاگ گیا۔

جملہ تمیزیہ مکانی

جملہ تمیزیہ مکانی، جہاں اور جہر کے ساتھ آتا ہے جیسے جہاں وہ جاتا ہے وہیں تم جاتے ہو، جہر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے۔

کبھی جوابی و ہاں یا آدھر محذوف بھی ہوتے ہیں جیسے، جہاں سنگ سائیں چل دو

جملہ تمیزیہ طوریہ

جملہ تمیزیہ طوریہ یہ رہ ہے جو طور و طریقہ کو ظاہر کرے۔ اسکے ساتھ جو کہیں یا جیسے آتا ہے

جیسے، جو نہیں وہ دروازے سے نکلا تھا کہ میں پہنچا۔ پہلے جو کہیں کے جواب میں وہیں استعمال ہوتا تھا مگر آج کل نہیں آتا۔ اگر ایسی ہی ضرورت ہوتی ہے تو کہ یا جو ملے آتے ہیں اور جیسے کے جواب میں یہ جیسے آپ مجھ مہربانی فرماتے ہیں ویسے اسپر بھی نظر کر رکھیے گا۔

اکثر ویسے محذوف ہوتا ہے۔ جیسے آپ کہیں، میں کرنے کو تیار ہوں۔ جیسے بنے نہیں

ساتھ لیتے آؤ۔

بعض اوقات جون جون اور جیسے جیسے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اور ان کے جواب میں
توون وون تو شاذ و نادر اور ویسے ویسے ہستاکم آتے ہیں۔ جیسے
مرض بڑھتا گیا جون جون دوا کی
جسے جیسے وہ خط پڑھتا جاتا اس کا رنگ تغیر ہوتا جاتا تھا۔

ان جملوں میں انفعال کا استعمال

جون جون اور جیسے جیسے واسے تیزی جملوں میں ہمیشہ انفعال ماضی ناتمام کی کوئی نہ
کوئی صورت استعمال ہوتی ہے۔ جون جون میں اسے سمجھتا تھا وہ اور گڑھا تھا۔ جیسے وہ مڑھا
آتا گیا میں دور ہونا گیا وغیرہ وغیرہ۔

جب جیسے اور ایسے محض تشبیہ استعمال ہوتے ہیں اور تشبیہ خیالی اور فرضی ہو تو فعل انفعال
استعمال ہوگا۔ جیسے یہ حرف تو ایسا لگتا ہے، جیسے انگوٹھی میں نگینہ بڑا ہو۔ وہ اس طرح دفعہ اسپر
اگر جیسے آسان سے بھلی کرے۔

لیکن تشبیہ حقیقی ہو تو فعل خبرہ آتا ہے جیسے یکا یک اس طرح پتھر برسنے لگے۔ جیسے سادون میں
میچ برستا ہے۔ (یہ استعمال زیادہ تر بوسنے یا لکھنے والے کی مرضی یا طرز بیان پر منحصر ہوتا ہے)
جملہ تیزی معللہ

جملہ تیزی معللہ جملہ خاص کی علت یا وجہ کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کی ابتداء عموماً ہوتی ہے
ہوتی ہے جسکے معنی چونکہ ہوتے ہیں اور اسکا جواب تو ایسا ہوتا ہے۔ جیسے ہم جو اس تکلیف اور
مصیبت میں ہیں تو ہماری کوئی بات نہیں پوچھنا۔

بعض اوقات جملہ تیزی سے عملہ شرط کو بھی نظر کر رہا ہے۔ جملہ خاص شرطیہ اور جملہ تابع جزا کہلاتا ہے۔ جملہ شرطیہ میں جو یا اگر اور جزا میں تو آتا ہے جیسے جو حال یہ ہے تو خدا ہی حافظ ہے۔ شرطیہ جملوں کے ساتھ افعال کے استعمال میں احتیاط لازم ہے۔
شرط میں تین حالتیں پائی جاتی ہیں۔

۱۔ امکانی

۲۔ حقیقی

۳۔ غیر امکانی

۱۔ صورت امکانی۔ بعض اوقات ممکن ہے کہ شرط ذہن میں امکانی صورت رکھتی ہو لیکن قسم کے مطابق نہ ہو۔ اسی حالت میں فعل مضارع یا افعال احتمالی استعمال کیے جائیں گے۔

لیکن جب علت یا نتیجہ یقینی ہو تو اس وقت جملہ خاص کا فعل خبریہ ہوگا۔ جیسے اگر وہ کل آگیا تو میں کیا کروں گا وہ متحارے ہی پاس رہے تو اچھا ہے۔

مگر جب نتیجہ امکانی صورت رکھتا ہے تو فعل مضارع یا کوئی فعل احتمالی استعمال ہوگا۔ جیسے میں سوچا ہوں تو جواب دوں (یہاں شرط اور جزا دونوں میں فعل مضارع استعمال کیا گیا ہے) اگر آپ اس سے پیچھا چھڑانا ہی چاہتے ہیں تو ایک تہہ عرض کروں۔

۲۔ جب صورت شرط واقعی ہے یعنی مستقبل یا گزشتہ یا زمانہ محال میں جیسے کہ وقوع فعل کی صورت ہو، تب جملہ شرطیہ میں فعل مستقبل ہوگا یا کوئی اور فعل خبریہ لیکن جزا میں حسب حالات مذکورہ فعل مضارع یا احتمالی یا خبریہ آئے گا۔ جیسے

جو تم اُسے چھیڑو گے تو خدا ہو جائے گا۔ میں اگر اُسے مارتا ہوں تو وہ بھاگ جائے گا جو تم ہی نہ آئے تو پھر کون آئے گا۔ تم نے نہیں کہا تو اور کس نے کہا۔

۳۔ تیسری صورت جبکہ شرط اور جزا دونوں خلاف واقعہ اور ناممکن الوقوع ہوں۔
 فقرہ شرطیہ میں ایسی شرط کا اظہار ہوتا ہے جو وقوع میں نہیں آئی۔ مگر جزا میں نتیجہ واقع ہوتا
 شرط قاصر نہ رہتی۔ ایسی صورت میں عموماً فعل ماضی شرطیہ استعمال ہوتا ہے جیسے اگر میں اُن سے
 پوچھتا تو وہ مجھ سے کہہ دیتے۔ اگر وہ مر جاتا تو سارا پاپ کٹ جاتا۔

بعض اوقات ایسے موقع پر خبر میں ماضی بعید بھی استعمال ہوتی ہے۔ جیسے وہ چاہتا تو سکتا
 کبھی تھا یا ہوتا بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسے وہ آ جاتا تو اچھا تھا یا اچھا ہوتا۔
 بعض اوقات فقرہ شرطیہ میں بھی ماضی بعید آتی ہے جیسے اگر تم نے مجھ سے کہا ہوتا تو میں
 ضرور مدد دیتا۔

حرف شرط عموماً محذوف بھی ہوتا ہے۔ جیسے وہ آئے تو میں چلون۔ وہ کہتا تو میں ضرور
 جاتا۔

اس موقع پر ”ہو تو ہو“ محاورے کا بھی خیال رہے۔ جیسے
 غسل میت ہی ہمارا غسل صحت ہو تو ہو

جو جملے نہیں تو یا در نہ کے ساتھ آتے ہیں اُن میں پورا فقرہ شرطیہ محذوف ہوتا ہے۔
 مجھے اسکے حکم کی تعمیل ضرور ہے ورنہ خدا جانے وہ کیا کر بیٹھے۔ (یعنی اگر میں نے اس کے حکم
 کی تعمیل کی تو...) اگر آپ نے قبول کیا تو بہتر ورنہ مجھے اسکے پاس جانا پڑے گا (یعنی اگر
 آپ نے قبول نہ کیا تو...) (

بعض اوقات جملہ تیسر مکانی اور شرطیہ دونوں ہوتا ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ
 جملہ شرطیہ جب سے شروع ہوتا ہے اور جزا میں تو آتا ہے۔ جیسے جب وہی نہیں آتا تو
 میں کیوں جاؤں۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ شرطیہ جب جملہ میں محذوف ہوتا ہے اور صرف تو سے ظاہر ہوتا ہے کہ جملہ شرطیہ ہے۔ جیسے میں چلنے لگا تو وہ درو مجھے پیٹنے لگے۔
 کبھی جزا میں تو بھی محذوف ہو جاتا ہے جیسے کیا ہوا اگر تم نہ گئے۔
 جملہ شرطیہ استدراکیہ

جملہ استدراکیہ بھی ایک قسم کا شرطیہ جملہ ہوتا ہے اور افعال کے استعمال میں اس پر بھی وہی قواعد حاوی ہیں جو شرطیہ جملہ پر۔ جملہ تالیع کے ساتھ الفاظ تو بھی، پر، تا، ہم، لیکن اور مگر آتے ہیں۔ جیسے اگرچہ یوں تو وہ بے وقوف ہے مگر اپنے مطلب میں بہت ہشیار ہے۔
 اگرچہ وہ بہت متعل ہے تاہم انسان ہے غصہ آہی جاتا ہے۔ اگرچہ سیری اس سے اچھی ملاقات ہے تو بھی ایسی فراموش کرتے ہوئے تامل ہوتا ہے۔ گو اس وقت وہ نہ مانے مگر آخر ایک روز ماننا پڑے گا۔

بعض اوقات خواہ یا چاہے فقرہ شرطیہ میں بجائے حرف عطف شرط کے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے خواہ اس نے نیک نیتی ہی سے کیا ہو مگر کیا بہت بُرا۔ چاہے وہ کچھ ہی کے پر مجھے نفیق بنیں آتا۔



جملے میں الفاظ کی ترکیب

۱۔ عموماً جملے کے تین حصے ہوتے ہیں۔

۱۔ مبتدا

۲۔ خبر

۳۔ فعل ربط

جیسے احمد ہوشیار ہے۔

لیکن متعدی افعال کی صورت میں اول مبتدا (یا فاعل) اس کے بعد مفعول اور اس کے بعد فعل خبر ہوتا ہے۔

۲۔ اردو میں یہ ترتیب اکثر قائم نہیں رہتی اور کبھی تاکید اور زور دینے کی خاطر کبھی تعجب و افسوس یا خوشی کے لیے اور کبھی محض قافیہ کے خیال سے اس ترتیب میں تغیر و تبدل واقع ہوتا ہے۔ جیسے، ایسے ہوتے ہیں قوم کے سردار اور محسن۔ جیسا ہے تجھ پر۔ کون ہے جو تمہیں نہیں جانتا؟ لعنت ہے ایسی حرکات پر۔ وغیرہ وغیرہ۔

۳۔ فعل متعدی کا مفعول اسکے بالکل متصل قبل آتا ہے جیسے میں نے اُسے بلایا۔ لیکن جب زور دینا مقصود ہوتا ہے تو مفعول جملے کے شروع میں آتا ہے۔ جیسے، اُس عیار سے میں کیونکر بنھا سکوں گا۔

خود فعل جب شروع میں آتا ہے تو اس سے زور ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے، ماروں کیا میں تجھے؟ جب مفعول دو ہوں تو مفعول قریب جو کلمہ ماضی کے متعلق ہوتا ہے فعل کے متصل آتا ہے جیسے میں تمہیں انعام دوں گا۔ لیکن جو الفاظ فعل کی غرض غایت کو ظاہر کرتے ہیں وہ ہمیشہ

فعل کے متصل آتے ہیں۔ جیسے میں تمہیں سمجھانے آیا ہوں لیکن جب زور مقصود ہوتا ہے تو یہ الفاظ فعل کے بعد آتے ہیں۔ جیسے یہ شخص اتنی دور سے آیا ہے تمہاری ہدایت کے لیے۔

۴۔ بعض اوقات بلا لحاظ زور و تاکید کے مفعول اول آ جاتا ہے۔ جیسے آدمی کو آدمی کھائے جاتا ہے۔ خصوصاً جب ہوتا ہے مشتق افعال آتے ہیں تو اکثر ایسا ہوتا ہے۔ جیسے ناصح کو سودا ہوا ہے۔ یا جب حالت انتقالی ہوتی ہے جیسے گھر میں کوئی شخص نہیں۔ حامد کے پاس طوطا ہے۔ لیکن مفصلہ ذیل امثلہ میں مفعول زور دینے کی غرض سے اول آیا ہے۔

ان چیزوں کو تم کہاں لیے جاتے ہو؟

یہ کاغذ میرے کام کے نہیں۔

جو تم کو گے وہی کروں گا۔

۵۔ جہاں دو چیزوں کا مقابلہ ہوتا ہے وہاں زور دینے کے لیے ایک لفظ جملے کے پہلے حصے کے شروع میں آتا ہے اور دوسرا لفظ دوسرے حصے کے شروع میں۔ جیسے کمائیں میان خانہ اور لٹائیں میان فیم۔ ڈکھ میرے لیے ہے اور شکم تمہارے لیے محنت میں کروں اور چین نہ کرے۔ ۶۔ فجا ئیہ جلون میں بھی اظہار نفرت تعجب و فوس وغیرہ کے لیے ترتیب بدل جاتی ہے اور لفظ تعجب و افسوس وغیرہ جملے کے شروع میں آتے ہیں۔ جیسے لعنت ہے ایسے کام پر۔ افسوس تمہاری حالت پر۔

ایسے جلون میں فعل ربط عموماً محذوف ہوتا ہے۔

۷۔ لفظ ندا عموماً اول آتا ہے لیکن زور دینے کے لیے آخر میں بھی آ جاتا ہے۔ جیسے تو نے ایسا کیا کیوں ظالم! تیری ہی سزا ہے کمبخت!

۸۔ جب ضمائر شخصی ہر سہ قسم ایک جگہ جمع ہو جائیں تو ترتیب حسب ذیل ہوگی۔

اول ضمیر متکلم دوم ضمیر مخاطب اور سوم غائب۔ جیسے ہم تم مل کے چلیں گے یہیں
تھیں وہ ایک ہی سمجھتے ہیں۔

ضمیر موصولہ ہمیشہ اول آتی ہے۔ جیسے جو تم کو دہی کروں گا۔

۹۔ ہر قسم کی صفات ان اسما سے قبل آئیں گے جن کی وہ صفت بیان کرتے ہیں لیکن جس وقت
وہ بعد میں آتے ہیں وہ عموماً خبر کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ یا زور دینے یا خصوصیت ظاہر کرنے
کی غرض سے۔ جیسے یہ بڑا غدار شہر ہے۔ اس اُجڑے گاؤں میں کیوں چلے گئے۔ وعدہ
پکا کرو۔ وہ ہمیشہ کا دکھیا ہے۔ وہ کچھ سوچ بھی گئے ہیں مغرور۔

بعض اوقات زیادہ زور دینے کے لیے صفت کو اسم سے علیحدہ کر کے چلے کے آخر میں لایا جاتا ہے
جیسے یہ جنگ ہے بڑی خوفناک اور خونریز۔ چلتے چلتے ایک پہاڑ ملا۔ ہرا بھرا اور بہت اونچا
۱۰۔ اردو بدل مبدل منہ بطور صفت موصوف کے ہوتے ہیں یعنی بدل اول آتا ہے مبدل
سے جسکی وہ ایک قسم کی صفت ہے۔ جیسے کلو چار آیا تھا۔ حاجی کا بیٹا شمسو گیا۔ کبھی اسکے
خلاف بھی ہوتا ہے۔ جیسے تمہارا بھائی احمد کمان ہے؟

۱۱۔ ترکیب اضافی میں بعض اوقات ترتیب بدل جاتی ہے اور یہ فارسی کا اثر ہے۔ جیسے
یہ قلم آپ کا ہے۔ یہ کتاب میری ہے۔

بعض اوقات مضان الیہ اور مضان میں فصل پڑ جاتا ہے۔ جیسے یہاں تیرا کیا
کام ہے۔ تمہارا کیون نہ دم بھرون۔

لیکن یہ فصل وہیں تک جائز ہے کہ مطلب مبہم نہ ہو۔

۱۲۔ تمیز فعل یا (متعلقات فعل) خواہ الفاظ ہوں یا فقرے عموماً ان الفاظ کے قبل
آتے ہیں جن سے ان کا تعلق ہوتا ہے۔ بعض اوقات وہ فعل اور اسکے مفعول کے درمیان

آجاتے ہیں۔ عام طور پر یوں سمجھنا چاہیے کہ چون چون وہ ایسے الفاظ سے دور ہو جاتے جاتے ہیں
وہ ایسے ہی زور زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ یا انہیں الفاظ متعلقہ کے بعد یا افعال کے دروازے کے
درمیان لانے سے زور پیدا کیا جاتا ہے۔

جیسے، جلدی چلو۔ وہ شرمین رہتا ہے۔ وہ مجھے ہر روز ستاتا ہے۔ اسکا مزاج
چڑچڑاہٹ ہے۔ یہ کہو تم آؤ گے کب۔ اب تمہیں چھوڑ کر جاؤں کہاں۔
لیکن جب تمیز کا تعلق کل جملے سے ہوتا ہے وہ جملہ کے اول آتی ہے۔ جیسے دفعہ
وہ چھت پر سے گر پڑا۔

۱۳۔ یہی جو تمیز فعل کے طور پر استعمال ہوتا ہے اس کا استعمال اردو میں بہت کثرت سے ہے
اور اس ضمیر صفت فعل کے ساتھ آتا ہے۔ جیسے گھر ہی میں رہو۔ آپ ہی چلیں۔ خوب ہی
برسا۔ کسی طرح جاتا ہی نہیں۔ وہ سنتے ہی چل دیا۔

ہے کے بعد جب یہی آتا ہے تو اس کا تلفظ اس طرح ادا ہوتا ہے کہ گویا ۵ نہیں
ہے اور ہے کے بعد ایک سی اضافہ کر دی گئی ہے۔ یعنی ہئی۔

جہاں فعل کے دو جز ہوتے ہیں وہاں یہ اُنکے درمیان آتا ہے۔ میں تو کروں ہی گا۔ میں تو
تیار ہوں تو وہ کسی طرح چلتا ہی نہیں۔

یوں تو یہی اکثر اور ہمیشہ اصل فعل کے ساتھ مل کر آتا ہے لیکن کبھی بجائے اصل
فعل کے امدادی فعل کے ساتھ آ جاتا ہے۔ جیسے، آدمی کچھ کھو کر ہی سیکھتا ہے۔
لیکن فصیح اصل فعل کے ساتھ ہے

۱۴۔ فعل جب مفرد ہوتا ہے تو حرف نفی ہمیشہ اول آتا ہے۔ مگر مرکب ہونے کی حالت
میں فعل کے اول نیز ہر دو جز کے درمیان دونوں طرح جائز ہے۔ جیسے میں نہیں جاسکتا

میں جا نہیں سکتا۔ اُسے نہ جانے دو۔ اُسے جانے دو۔ اس کا حال کہا نہیں جاتا۔ اس کا حال نہیں کہا جاتا۔

مفرد فعل کے ساتھ بھی نہیں کبھی بعد میں آ جاتا ہے۔ جیسے مانتا نہیں۔ اٹھو مت
اسمیں کسی قدر تاکید پائی جاتی ہے۔

افعال مجہول میں بھی جب حرف نفی امدادی فعل کے متصل آتا ہے تو اسمیں بھی
نفی کی تاکید مقصود ہوتی ہے۔ جیسے، تجھے یہ الفاظ سُننے نہیں جاتے۔

مربک افعال کے اجزاء میں زور اور تاکید کی غرض سے صرف حرف نفی سے فصل
نہیں ہوتا بلکہ دوسرے الفاظ سے بھی اسی غرض کے لیے فصل آتا ہے۔ جیسے، ہوں تو میں
ایسا ہی۔ وہ ہو تو ایسا ہی گیا ہے۔

۱۵۔ ہی کی طرح بھی انھیں الفاظ کے متصل آتا ہے جن پر زور دینا مقصود ہوتا ہے۔
جیسے میرا بھی ایک بھائی وہاں نوکر تھا (یہاں صرف بھائی کی ملازمت کا خصوصیت کے ساتھ
ذکر کرنا مقصود ہے) اس طرح میرا ایک بھائی نوکر بھی تھا۔ (یہاں صرف ملازمت پر بیکار
کے مقابلہ میں زور دینا مقصود ہے)

۱۶۔ تو بھی زور دینے کے لیے آتا ہے اور ہمیشہ اس لفظ کے بعد استعمال ہوتا ہے جس پر زور
دینا مقصود ہے۔ وہ تو ضرور آئے گا۔

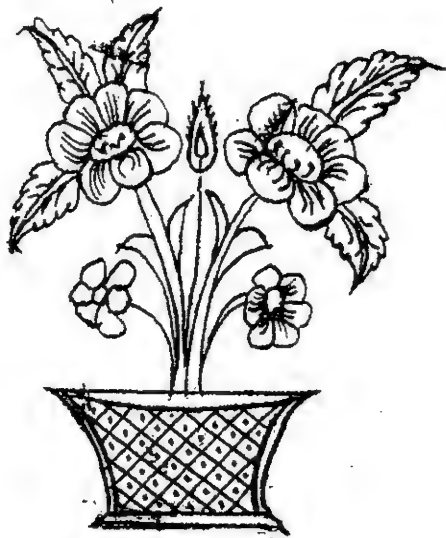
مگر جب یہ لفظ شرط کے جواب میں آتا ہے تو وہاں صرف جزا کے لیے آتا ہے۔ اگر
آج آجاسے تو بہت اچھا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو جاؤں۔

۱۷۔ حروف عطف اور، کہ، یا، پر، لیکن، مگر، جو، اگر، اگرچہ جملے کے شروع میں
آتے ہیں۔ لیکن زور کے مقام پر زور دینے کے الفاظ ان سے اول ہو جاتے ہیں۔ جیسے

وہ شخص اگر آیا بھی تو میں اُسے مُٹھ نہ لگاؤں گا۔ وہ اگرچہ بڑا عالمِ فاضل ہے مگر تمیز چھوٹے
نہیں گئی۔

۱۸۔ مرکبِ جلون میں بھی ایسا ہوتا ہے کہ زور دینے کی غرض سے مابعد کا جملہ ماقبل
ہو جاتا ہے۔ جیسے اُس کا دل بڑا ہی سخت ہو گا جس نے ایسی سزا اس غریب کو دی ہے
شرط کا جملہ ہمیشہ خبر اسے قبل آتا ہے۔ اس طرح وہ تمیزی چلے جو زمان و مکان
یا حالت ظاہر کرتے ہیں جملہ خاص سے قبل آتے ہیں۔ لیکن اگر زور جملہ خاص پر ہے تو
وہ اول آتا ہے۔ جیسے یہ تو ہم اُسی وقت سمجھ گئے تھے جب اس نے ایسی حرکت کی تھی۔ ہمیں
یہ کام اُسی حد تک کرنا چاہیے، جہاں تک ہمارے اختیار میں ہے۔

نظم میں جملے کی معسولی ترتیب قائم نہیں رہتی ضرورت شعری کسی ترتیب کے
مبالغہ نہیں۔



اُردو کی قابل دید کتابیں

۱	اکسیر ہدایت - امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ	۱	عجائب المخلوقات - علامہ ذکریا ملتانی
۲	شرح شتوی مولانا روم (۶ دفتر)	۲	اتحان الصفا - ابن الجلدی
۳	مجمع البحرین - حکیم حیدر علی خان	۳	آثار الصداوید - سرسید احمد خان
۴	کلید صنعت (روپیہ پیدا کرنے کے طریقے)	۴	ختم خانہ تجاوید - نالہ سری رام، ایم اے
۵	حاجی بابا صفحانی - مرزا حیرت دہلوی	۵	زندگانی بے نظیر - پروفیسر شہباز
۶	زاہدہ - علامہ احسان اللہ عباسی	۶	اُردو کے معنی - میرزا غلام دہلوی
۷	مطلع العلوم و مجمع نفوس	۷	عود ہندی - "
۸	ناشا و - حضرت ریاض	۸	جادوہ تختہ نواب حیدر علی خان رئیس رامپور
۹	بستان حکمت - فقیر محمد خان گویا	۹	ایشیائی شاعری - سید محمد علی اشہری
۱۰	پیاری سیلی - مرزا محمد عباس ہوش	۱۰	بنات انفس - مولانا تیز احمد دہلوی
۱۱	ماہر آستین - منشی جلال پشادہ رقی	۱۱	توبۃ النصوح - "
۱۲	بروگ - "	۱۲	مرآة العروس - "
۱۳	مرنائی - "	۱۳	انتخاب الانبیاء - خواجہ اشرف علی
۱۴	روہی - "	۱۴	تاریخ جدید ولیمہ - منشی خادم حسین اکبر آبادی
۱۵	بگانی و وطن - "	۱۵	عقل و شعور - مولوی سید نظام الدین حسین
۱۶	سیر کسار - پنڈت - تن ناتھ سرشار	۱۶	معدن تہذیب - مرزا حبیب حسین بی اے
۱۷	خدا انی توجہ دار - "	۱۷	اورنگ زیب - سر عبد اللطیف بی اے
۱۸	کامنی - "	۱۸	افسانہ نامہ جہان - طاہرہ بیگم
۱۹	جام سرشار - "	۱۹	طلسمی قوس - منشی سجاد حسین اڈیشہ راجپوت
۲۰	حرمان نصیب - منشی صدیقی بی۔	۲۰	نئی توپلی - سید علی سجاد عظیم آبادی
۲۱	شباب لکھنؤ - "	۲۱	فسانہ عجائب - مرزا رجب علی بیگ سرور

رساله علم برقی ...	ع	متنوی حور بنان ...	۱۱۲	کلیات میر ...	ع
رساله علم طبیعیات ...	ع	متنوی دفتر سحر ...	۸	کلیات سودا ...	ع
رساله علم نظام بدن ...	ع	متنوی تراز عشق ...	۸	کلیات ظفر ...	ع
ترجمه تاریخ فرشته ...	لعه	متنوی قاسم دهره ...	۸	کلیات انشا ...	ع
سیر المتقین ...	۱۱	متنوی عالم خیال ...	۴	کلیات آتش ...	۸
سیر المتأخرین ...	ع	فسانه لاریش دروخته ...	ع	کلیات نظیر ...	ع
تاریخ مصر ...	ع	فسانه ووجسان ...	ع	کلیات تسلیم ...	۱۱۲
شاهجهان نامه ...	ع	فسانه سوزن عشق ...	ع	کلیات مومن ...	۹
تذکره گلزار سخن ...	ع	فسانه الدین دلی ...	ع	دیوان ناسخ ...	۹
الف لیلہ دنیا زاد ...	ع	روزایمیرت کامل ...	ع	دیوان صبا ...	۸
سوانح عمری شیطان ...	ع	جام زهر ...	ع	دیوان شفیقه ...	۸
علاج الغریب ...	۸	اسرار کامل ...	ع	دیوان وزیر ...	۱۱۲
شفاء الامراض ...	ع	طاسی بدله ...	ع	دیوان بحر ...	ع
علاج بر محل ...	ع	لعبت فرنگ ...	ع	دیوان اسیر ...	۱۱
شیخ ثبوتان ...	ع	ویگز و نسیدا ...	ع	دیوان نسیم ...	۱۱۲
توان نعت کلان ...	۱۰	شہید حنا ...	ع	دیوان امانت ...	۸
گلدرستہ تہذیب ...	۵	سیتا ...	ع	دیوان معصی ...	۸
گلدرستہ اخلاق ...	۵	فریب حسن ...	ع	دیوان غاب ...	۴
گلدرستہ ادب ...	ع	انجام تجسید ...	ع	گلزار داغ ...	ع
مراۃ الصدق ...	ع	تسخیر (ڈراما) ...	۸	دیوان رند ...	۸
عجایبات نعت شکاری ...	۶	رنگ گلزار (ڈراما) ...	۸	دیوان طلال ...	ع

المشترعیجہ الناظر بک یحییٰ فلا ورنہ لکھنؤ

فلسفہ جذبات

(۱) اگر یہ سوال کیا جائے کہ انسان کے لیے سب سے ضروری اور مفید کون علم ہے تو بلاخوف و تردید جاسکتا ہے کہ معیشت کامل کے جتنے شعبہ جات عناصر ہیں ان کے لیے ”علم انفس“ کی تحصیل لازمی ہے۔

(۲) دنیا میں اب تک جتنے کامیاب اشخاص گزرے ہیں خواہ وہ کسی فن، کسی پیشے، کسی صنف سے تعلق رکھتے ہوں۔ انکی کامیابی کا اصلی سبب محض ”علم انفس“ کی علمی و اقلیتی پر منحصر ہے۔

(۳) اگر آپ کو یہ دریافت کرنا منظور ہو کہ لازمی کے افکاش میں سب سے زیادہ کس علم سے مدد ملتی ہے تو آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ”علم انفس“ کو شیخ راہ بانے بغیر چارہ نہیں۔“

لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے کہ اردو کیا معنی، عربی اور فارسی میں بھی اس ضروری، مفید اور دلچسپ موضوع کے متعلق کوئی کتاب نہیں لکھی گئی جسکی وجہ سے ملک کے وہ کثیر التعداد حضرات جو اسیستہ مغربی سے واقف ہیں، اب تک کتنی بڑی نعمت سے محروم تھے؟

۔۔۔ (مقاوم شکر ہے) ۔۔۔

کہ ملک کے سرایہ ناز اور قابل فخر انشا پرداز مسٹر عبدالماجد، بی اے، نے ”فلسفہ جذبات“ کے نام سے اسی بحث پر ایک بیش بہا کتاب تالیف فرمائی ہے جس کو ”خبر ترقی اردو“ نے نہایت آب و تاب کے ساتھ شائع کیا ہے۔ حجم ۲۵۰ صفحات۔ قیمت صرف ۵۰ روپے۔

۔۔۔۔۔

نوٹ:۔۔۔ خاص پسند طبقے کے لیے تھوڑی سی حدیں نہایت اعلیٰ درجے کے یورپی فنشن کاغذ پر چھپوائی گئی ہیں جس کی قیمت ۵۰ روپے لکھی گئی ہے (محصول ڈاک بذریعہ خسریداراں) خریداری کی درخواستیں اس پتہ پر ارسال فرمائیں:

مہتمم دارالاشاعت انجمن ترقی اردو۔ فلاور ملز۔ لکھنؤ

محارباتِ صلیبی

یورپ کی مسیحی قوموں نے بیت المقدس کو مسلمان حکمرانوں کے تحت سے نکالنے کے لیے جس قدر کوششیں کیں اُنکے تفصیلی حالات حد درجہ دلچسپ۔ سبق آموز۔ اور عبرت انگیز ہیں۔ لیکن عیسائی مونیخ جب کبھی ان لڑائیوں کے حالات لکھتے ہیں تو مسلمان فرما زرواؤں اور فوجوں کی ایسی بھیاناکہ اور نفرت انگیز تصویریں کھینچ کر دکھاتے ہیں کہ متعصب سے متعصب مسلمان بھی اپنے نامور بھائیوں کی طرف سے بدگمان اور بیزار ہو جائے لیکن صداقت کی فتح اور حقیقت کے انکشاف کا جب وقت آتا ہے تو خداوند تعالیٰ جل شانہ ایسے ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ مسلمانوں نے ان کی رنجیں بک سوسائٹی نے جگہ ہائے صلیبی کی ایک جمل تاریخ شائع کی۔ حیرت ہوتی ہے کہ عیسائیوں اور خصوصاً مشنریوں اور پادریوں میں بھی ایسے انصاف پسند مصنف ہو سکتے ہیں جو مسلمان بادشاہوں کے اخلاق حسنة۔ شجاعت و سخاوت۔ عدل و انصاف۔ رواداری و حسن سلوک کا اعتراف کریں۔ اور غازیان اسلام کی بہادری۔ استقلال۔ خلوص اور انسانیت کو تسلیم کرنے پر آمثل ہوں۔ لیکن اس کتاب کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند ذوالجلال کی قدرت کیا کرشمہ سازیاں کرتی ہے۔ اسی بنا پر ملک کے مشہور انشا پرداز مولوی معشوق حسین خان نصیبانی لے (علیگ) اسٹنٹ اوٹیر جنرل محکمہ مال گزاری ملکیت ہمنیہ نے نہایت صحت و سلاست کے ساتھ اُسکا ترجمہ کیا ہے۔ قیمت کتاب مع نقشہ و شجرہ ۸۰

تخیر فرانس

ملک الشعراء انگلستان شیکسپیر کے جو ڈرامے اب تک اردو میں ترجمہ ہوئے ہیں ان میں بہت کم ایسے ہیں جو اردو انشا پردازوں کے معیار سے پسندیدہ قرار پائیں مگر منشی فضل حسین صاحب ناٹک نے ”ہنری دی ففٹھ“ کا ترجمہ اس خوبی سے کیا ہے کہ اکثر صحاب دوتی نے اُنکو بار بار دہری۔ قیمت ۸۰

الاحسان

میں لفظ صوفی کی تحقیق تصوف کی ابتدا اور اسکی رشتہ نشہ ترقی کا ذکر کیا گیا جو اور آخر میں تصوف کے تمام شعبوں اور سلام سے تطبیق اور اسکی حقانیت اور اصول پر بحث کی گئی ہے۔ مولفہ مولوی احسان الدین علوی۔ قیمت ۸۰

نیچر الناظر بک انجینی۔ فلاور ملز۔ لکھنؤ